من حج ولم یزرنی فقد جفانی

شکر خدائے عزوجل کہ مجموعہ سہ رسائل مدلل در بارہ زیارت نبی اکرم ﷺ

الکلام المبرم فی نقض القول المحکم

و

الکلام المبرور فی رد القول المنصور

و

السعی المشکور فی رد المذہب المأثور

در رد رسائل جناب مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی در ماہ شعبان ۱۳۱۲ بار دوم

در مطبع کتب اسلامیہ لکھنؤ طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل علینا النبی المختار واخرجنا بہ عن شفا حفرۃ النار اللھم صل علیہ وعلی آلہ وصحبہ الاخیار
امابعد کہتا ہی فقیر سراپا تقصیر راجی رحمۃ ربہ الغفار محمد عبد الجبار بن امیر خان الملکاپوری
عفا عنہ وتجاوز عن ذنبہ الباری کہ اس زمانے مین عقائد فاسدہ کا شیوع اسقدر ہو گیا کہ از ثری
تا ثریا پہونچا اور بدعات ضالہ کا اسدرجہ ظہور ہوا کہ از فلک دنیا تا ارض قصوی پہونچا ــــہ
خود پرست ہو گیا ہی ایک عالم ؎ نفس کو اپنے جانتا ہی صنم ؎ ہر کس وناکس دعوی علم وفضل کا
کرنے لگا فضل وکمال مثل غلہ کے بکنے لگا مضمون انا خیر کا تمام اطراف مین دائر ہی اور کلمہ
انا نحن کا تمام اکناف مین سائر ہی مقام حسرت وافسوس یہ ہی کہ جو لوگ اہل علم سے سمجھے
جاتے ہین اور عوام انکو فضلا سے شمار کرتے ہین وہی لوگ دین محمدی مین طرح طرح کے
فساد برپا کرتے ہین اور عوام انکو اپنا معتمد سمجھکے گمراہ ہوتے ہین ہر مہینے مین ایک مسئلہ جدید
شہرت پذیر ہوتا ہی اور یوما فیوما ایک شگوفہ نیا پہولتا ہی افراط وتفریط کی گرم بازاری ہی بیچارے
جاہلون کی سخت خواری ہی کوئی تقلید حضرات ائمہ علیہم التحیۃ والرحمۃ کو حرام کہتا ہی اور مقلدین کو
کافرون سے گنتا ہی کوئی اسکو فرض وواجب لکھتا ہی کوئی مجلس مولد نبوی کو بدعت سیئہ و
خصلت ضالہ ٹھہراتا ہی کوئی اسکو بدعت واجبہ بتاتا ہی کوئی مدعی اجتہاد تقریر لاطائل
اسکو یاد ہی حضرات ائمہ کی خدمت مین کلمات بے ادبانہ کہتا ہی گمراہ کنندہ خلق اللہ ہوتا ہی

آخر الامر بلائے ناگہانی سر پر آتی ہی کف افسوس ملتا ہی عزت جاتی ہی مگر معہذا تبنہ مفقود اور دعوی
انانیت موجود کوئی تراویح کہ سلف سے خلف تک تمام علما شرقاً وغرباً بیس رکعت پڑھتے آئے
آٹھ رکعت ادا کرتا ہی سنت خلفائے راشدین کو لغو وباطل سمجھتا ہی کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ وسلم کی چھ مثل پیدا کرتا ہی نص قرآنی وکلام ربانی سے منکر ہوتا ہی صورت اسلام مین دین
محمدی کی تخریب کا ارادہ رکھتا ہی خود خراب ہوتا ہی عوام کو خراب کرتا ہی کسی کے نفس مین شیطان
لعین نے ایسا وسوسہ دلایا کہ وہ وجود شیطان کا اس عالم مین منکر ہوا نص قرآنی مین رائے کو
دخل دینے لگا استغفر اللہ من ہذہ الخرافات واعوذ بہ من تلک المفوات بعض تواریخ مین مرقوم
ہی کہ ایک مرتبہ ایام حج مین ایک شخص مکہ معظمہ مین وارد ہوا اور اوس نے بیباک ہوکر زمزم مین
جو حرم محترم مین ایک کنوان معظم ہی پیشاب کر دیا تمام شہر مین اسکا شہرہ ہوا سب اہل مکہ جمع ہوئے
اور اوس نابکار کو سزا دینے لگے ایک شخص نے اوس نابکار سے استفسار کیا کہ اوبیجیا تو نے کیون پیشاب
زمزم مین کیا اوس نے جواب دیا کہ مین اس شہر مین تازہ وارد ہوا نہ کسی سے مجھسے معرفت تھی اور نہ
ملاقات منظور یہ ہوا کہ اگر زمزم مین مین پیشاب کرون تو تمام شہر مین میرا شہرہ ہوجائے گا اور
ہر کس وناکس مجھسے واقف ہو جائیگا اسوجہ سے مجھسے یہ حرکت سرزد ہوئی آمین ماننے مین یہ لوگ نئی نئی
باتین نکالتے ہین مشابہت اوسی شخص کی رکھتے ہین منظور نظر انکو یہ ہی کہ اگر دین مین ایسی بات نکالینگے
کہ نہ کبھی سنی گئی ہو اور نہ کسی کتاب مین ہو تو تمام ہند مین ہمارا شہرہ ہوگا اور ہر کس وناکس ہمکو علامۂ
زمان وفہامۂ دوران اعتقاد کریگا اور یہ نہین سمجھتے ہین کہ حق جلشانہ حافظ اس دین محمدی کا ہی
تم لوگون کی تخریب سے کیا ہوتا ہی لازم ہی ان لوگون کو کہ ایسی حرکات سے باز آئین اور اپنے دین کو
خراب اور خلق اللہ کو گمراہ نہ کرین ورنہ بدلے عزت کے ذلت اٹھائینگے دونون ہاتھ ملین گے پچتائینگے
ع ہمارا کام سمجھانا ہی یارو + پھر آگے چاہیے تم مانو نہ مانو + ظرفہ ترین ماجرا وواقعہ حیرت
افزا یہ ہی کہ اس سال مولوی محمد بشیر سہسوانی حرمین شریفین تشریف لیگئے اور مشاہد عظام ومشاعر
کرام سے شرف اندوز ہوئے لیکن جب حج سے فراغت کر کے عزیمت مراجعت وطن کی کی زیارت قبر
محترم سید الرسل شفیع الامم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ نہ فرمایا خدا جانے کیا خیال مین
آیا حق تو یہ ہی کہ بڑی کم نصیبی ہی اس شخص کی جو اسقدر مشقت سفر دور ودراز اٹھا کے

مکہ معظمہ جاوے اور زیارت قبر نبوی سے مشرف نہووے کیسی قبر کہ محضر ملائکہ کرام ہی اور
مقبول ہر خاص وعام ہی کیسی قبر کہ مجمع انوار الٰہی ہی منبع فیض نامتناہی ہی کیسی قبر کہ مدفن
سید المخلوقات ہی محل نزول برکات ہی کیسی قبر کہ جو وہان جاکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر سلام کرتا ہی خود آنحضرتؐ بنفس نفیس جواب دیتے ہین اور متوجہ اُسکے استغفار کی طرف ہوتے
ہین زبانی ثقات کے مسموع ہوا کہ مولوی صاحب موصوف کو اہالیان مکہ معظمہ نے مدینہ
منورہ جانے کی تفہیم کی اور تحصیل سعادت عظمی ومقصد اقصی کی تعلیم کی بلکہ جناب ڈپٹی امداد علی
خان صاحب نے کہ وہ قصد مدینہ منورہ کا رکھتے تھے ارادہ اونکی کفالت کا کیا اور زاد راہ
کا وعدہ کیا مگر مولوی صاحب نے ہرگز نمانا اپنے خیال کو حق جانا اور عند التقریر زبان مبارک
سے یہ ارشاد کیا کہ زیارت قبر نبوی کی مستحب ہی چاہے کرے اور چاہے نہ کرے اور یہ خیال
نہ فرمایا کہ محققین حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ اسکے وجوب کے قائل ہین اور بہت سی حدیثین
اوسپر دلالت کرتی ہین القصہ جب مولوی صاحب بعد تباہی مرکب بہزار دقت وتعب وطن کو
پونہچے ہر طرف آوازہ طعن کا بلند ہوا اور غلغلہ اس حرکت نازیبا کا اُٹھا ای کاش مولوی صاحب
اس طعن وتشنیع کو سنکے خاموش ہوکے گھر مین بیٹھے رہتے اور زیادہ کدوکاوش نہ فرماتے
تو خوب ہوتا کہ اپنے ہی تک یہ بات رہتی عوام کی خرابی نہوتی لیکن مولوی صاحب نے جیسا
کہ باب تراویح مین شور وشغب مچایا اور آٹھ رکعت کو سنت اور باقی کو مستحب بنایا اوسی طرح سے
اس باب مین غلغلہ اُٹھایا افراط کی راہ پر چلے طریق وسط سے کنارہ فرمایا ایک رسالہ مسمے
بالقول المحقق المحکم فی زیارۃ قبر الحبیب الاکرم لکھکے طبع کرایا اور اپنے نفس سے الزام اُٹھایا جب وہ
رسالہ جناب استاذنا زبدۃ الاوائل فخر الاماجد والاماثل مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی اللکنوی کے
معائنہ سے گذرا اور اونہون نے مجھے دکھایا مجکو عجب برعجب ہوا مولف نے قلادہ تقلید حنفیہ پہنکے
اونپر افترا کی نسبت استحباب زیارت قبر نبوی اور ضعیف ہونے قول وجوب کے طرف جمہور حنفیہ کی کی حالانکہ
محققین اصحاب مذاہب اربعہ اوسکے وجوب کے قائل ہین اور حنفیہ قول وجوب کو نقل کرکے رد اوسکو غلط
لکھتے ہین اور نہ ضعیف لکھتے ہین بلکہ اوسکو احادیث سے موید کرتے ہین اور اوسیطرف مائل ہین طرفہ یہ مولف نے
یہ کیا کہ جو احادیث باب زیارت مین وارد ہین اور بعض اُنکے صحیح اور بعض حسن ہین اونکو باطل وضعیف وموضوع ٹھیرایا

نقل عبارات مین ایسی قطع و برید فرمائی کہ حکایت قاضی محمد مبارک گو خاموی کے یاد آئے
جو عبارتین تضعیف کی تہین اونکو نقل کیا اور جو کلمات قوت کے تھے اُونکو حذف کیا
بمقتضاے ؎ اگر بینم کہ نابینا و چاہ ست ٭ اگر خاموش بہ نشینم گناہ است ٭ ایک رسالہ
مسمے بالکلام المبرم فی نقض القول المحقق المحکم بعجلت تمام باوجود عدم فرصت تام تصنیف
کیا اور اوسمین مؤلف کے قول قول کو نقل کرکے شرح و جرح کی وجوب زیارت کو ثابت کیا
احادیث کی قوت وجودت کتب معتبرہ سے نقل کی تا عوام کو گمراہی نہ ہووے اور تمام
عالم اس اعتقاد جدید سے محفوظ رہے قال سلمہ اللہ تعالےٰ الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ
والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین امابعد مخفی نہ رہے کہ زیارت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے موافق جمہور فقہاء حنفیہ کے مستحب ہو اور بعضون نے جو واجب یا قریب
بواجب لکہا ہی تو اُسکا ضعف خود کلام محققین حنفیہ سے سمجہا جاتا ہی اقول مخفی نہ رہے
کہ جمہور فقہاے حنفیہ مائل بوجوب ہین اور قول وجوب کو نقل کرکے سکوت کرتے ہین اور
ضعف کی طرف مطلقا اشارہ نہین کرتے ہین چنانچہ قدوۃ الانام کمال الدین بن الہمام
فتح القدیر مین تحریر فرماتے ہین قال مشائخنا ہی افضل المندوبات وفی مناسک الفارسی
وشرح المختار انہا قریبۃ من الوجوب لمن لہ سعۃ روی الدار قطنی والبزار عنہ صلی اللہ علیہ و
علی آلہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی واخرج الدار قطنی عنہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم
من جاءنی زائرا لا تعملہ حاجۃ الا زیارتی کان حقا علی ان اکون لہ شفیعا یوم القیامۃ واخرج
الدار قطنی ایضا من حج وزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی انتہی اور قاضی القضاۃ
عبد الرحمن بن محمد المعروف بشیخی زادہ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین لکہتے ہین ومن احسن
المندوبات بل یقرب من درجۃ الواجبات زیارۃ قبر نبینا علیہ الصلوۃ والسلام انتہی اور
شیخ محمد بن عبد اللہ التمرتاشی منح الغفار شرح تنویر الابصار مین لکہتے ہین زیارۃ قبر نبینا
من اعظم القرب وارجی الطاعات وفی شرح المختار ہی افضل المندوبات والمستحبات بل تقرب
من درجۃ الواجبات وفی مناسک الطرابلسی نقلا عن مناسک الفارسی انہا قریبۃ الی الواجب
فی حق من کان لہ سعۃ وقد حرض سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم علی زیارتہ وبالغ فی الندب الیہا

روی الدارقطنی و ابو بکر البزار مرفوعا من زار قبری وجبت له شفاعتی و قال علیه السلام من جاءنی زائرا لم تنزعه حاجة الا زیارتی کان حقا علی ان اکون له شفیعا یوم القیامة اخرجه الدارقطنی و عن انس عن النبی صلی الله علیه و علی آله و سلم انه قال لا عذر لمن کان له سعة من امتہ و لم یزرہ اخرجہ الحافظ ابو محمد بن عساکر بمعناہ ذکرہ قاضی القضاۃ عز الدین فی مناسکہ الکبری انتہی اور فاضل حسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں لکھتے ہیں زیارۃ النبی صلی الله علیه و علی آله و سلم من افضل القرب و احسن المستحبات بل تقرب من درجة ما لزم من الواجبات فانه صلی الله علیه و علی آله و سلم حرض علیها فقال من وجد سعة و لم یزرنی فقد جفانی و قال صلی الله علیه و علی آله و سلم من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی و مما ہو مقرر عند المحققین انه صلی الله علیه و علی آله و سلم حی یرزق ممتع بجمیع العبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات انتہی اور خزانۃ المفتین میں ہے زیارۃ النبی علیه الصلوۃ و السلام من المستحبات بل یقرب من درجة الواجبات انتہی اور علامہ ہند عبد النبی بن احمد بن عبد القدوس گنگوہی تلمیذ رشید ابن حجر مکی سنن الہدی فی متابعۃ المصطفی میں تحریر کرتے ہیں اعلم ان زیارۃ النبی العربی القرشی المکی صلی الله علیه و علی آله و سلم سنة من سنن المسلمین مجمع علیہ بین علماء الدین و فضیلة مرغبة فیها للمحبین و قال الکرمانی من اصحابنا الحنفیة انها مندوبة قریبة الی الواجب فی حق من کان له سعة علی ما یدل علیه الاحادیث و نقل القاضی عن ابی عمر قال واجب شد الرحال الی قبرہ علیه الصلوۃ و السلام قال المؤلف سمعت شیخنا ابن حجر ایدہ الله الاسلام ببقائه یقول انها واجبة عند بعض اصحابنا الشافعیة مثل الحج و لا فرق بین الفرض و الواجب عندہم انتہی اور بعد چند سطور کے لکھتے ہیں من وجد سعة و لم یفد الی فقد جفانی و فی روایة ما من احد من امتی له سعة و لم یزرنی فلیس له عذر عند الله و قال من جاءنی زائرا لا یعمله الا زیارتی کان حقا علی الله ان اکون له شفیعا و قال من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیامة و من سکن المدینة و صبر علی بلائها کنت له شفیعا یوم القیامة و قال اسحق بن ابراہیم الفقیه و مما لم یزل شأن من حج المرور بالمدینة و القصد الی الصلوۃ فی مسجد رسول الله و التبرک برویة روضته و منبرہ انتہی ملخصا اور مؤلف جمع المناسک لباب المناسک میں لکھتے ہیں اعلم ان زیارۃ سید المرسلین باجماع المسلمین من افضل القربات و افضل الطاعات و انجح المساعی لنیل الدرجات قریبة من درجة الواجبات لمن له سعة و ترکها غفلة عظیمة و شقوۃ کبیرۃ و قد صرح

بعض العلماء المالکیۃ بان المشی الی المدینۃ افضل من المشی الی الکعبۃ وبیت المقدس انتہی و شیخ عبدالحق دہلوی
در مدارج النبوۃ می نویسند اما زیارت قبر شریف و مسجد منیف از اعظم قربات و اعلی درجات است
بعضے بر آنند کہ واجب ست چنانکہ امام عبدالحق کہ از اعاظم علماے حدیث ست ذکر کردہ و ثبوت پیوستہ
کہ آنحضرت فرمود من زار قبری وجبت لہ شفاعتی و مرویست کہ من وجد سعۃ ولم یفد الی فقد جفانی و صاحب
مواہب گفتہ کہ این ظاہر ست در حرمت ترک زیارت زیرا کہ درین جفا و اذی اوست و جفا و اذی
آنحضرت حرام ست باجماع پس واجب باشد ازالہ جفا و آن بزیارت خواہد بود پس زیارت واجب باشد
انتہی ان عبارات پر لحاظ کرکے ارشاد ہو کہ کسنے قول وجوب کو ضعیف لکھا ہی اور کس نے جمہور کے
نزدیک مستحب کہا ہی اگر نظر وسیع سے ملاحظہ کتب حنفیہ کیجیے صاف معلوم ہوگا کہ حنفیہ قول وجوب کو
نقل کرکے سکوت کرتے ہین اور میلان اسی قول کی طرف رکھتے ہین کیونکر نہ یہ قول معتبر ہو احادیث
متکاثرہ بعبارات مختلفہ سے وجوب ثابت ہوتا ہی اور جملہ احادیث کو غیر معتبر اور موضوع ٹھہرانا پایہ
اعتبار سے ساقط ہی چنانچہ تفصیل اسکی عنقریب آویگی انشاء اللہ تعالی اب کلام بعض محققین شافعیہ
کا بھی ملاحظہ کرنا چاہیے کہ جس سے صاف ترجیح قول وجوب کی معلوم ہوتی ہی سمہودی وفاء الوفا مین
لکھتے ہین الحنفیۃ قالوا ان زیارۃ قبر رسول اللہ من افضل المستحبات بل تقرب من درجۃ الواجبات
وکذلک نص علیہ المالکیۃ والحنابلۃ انتہی اور احمد قسطلانی مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین اعلم ان زیارۃ
قبرہ الشریف من اعظم القربات وارجی الطاعات والسبیل الی اعلی الدرجات ومن اعتقد غیر ہذا فقد
انخلع من ربقۃ الاسلام وخالف اللہ ورسولہ وجماعۃ العلماء الاعلام وقد اطلق بعض المالکیۃ وہو ابو عمران
الفاسی کما ذکرہ فی المدخل عن تہذیب الطالب لعبد الحق انہا واجبۃ ولعلہ اراد وجوب السنن المؤکدۃ
وقال عیاض انہا سنۃ من سنن المسلمین مجمع علیہا وروی الدارقطنی من حدیث ابن عمر ان رسول اللہ
قال من زار قبری وجبت لہ شفاعتی ورواہ عبدالحق فی احکامہ الوسطی وفی الصغری وسکت عنہ بسکوتہ
عن الحدیث فیما دلیل علی صحتہ وفی المعجم الکبیر للطبرانی ان النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم قال من جاءنی
زائرا لا تعملہ الا زیارتی کان حقا علی ان اکون لہ شفیعا یوم القیامۃ وصححہ ابن السکن وروی عنہ صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ وسلم من وجد سعۃ ولم یفد الی فقد جفانی ذکرہ ابن فرحون فی مناسکہ والغزالی فی الاحیاء
ولم یخرجہ العراقی بل اشار الی ما اخرجہ ابن النجار فی تاریخ المدینۃ عن انس قال قال رسول اللہ ما من احد

من اتی لہ سعۃ ثم لم یزرنی الا ولیس لہ عذر ولابن عدی فی الکامل و ابن حبان فی الضعفاء والدارقطنی
فی العلل و غرائب مالک والآخرین کلہم عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من حج ولم یزرنی فقد جفانی ولا یصح
وعلی تقدیر ثبوتہ فلیتامل قولہ فقد جفانی فانہ ظاہر فی حرمۃ ترک الزیارۃ لان الجفا اذی والاذی حرام
بالاجماع فتجب الزیارۃ اذ ازالۃ الجفا واجبۃ فالزیارۃ ح واجبۃ وبالجملۃ فمن تمکن من زیارتہ ولم یزرہ
فقد جفاہ ولیس من حقہ علینا ذلک انتہی اور بعد چند سطور کے لکھتے ہین زیارۃ القبور تعظیم و تعظیمہ صلی اللہ
علیہ و علی آلہ وسلم واجب انتہی اور ابن حجر مکی ہیتمی در منظم فی زیارۃ النبی المکرم مین کہتے ہین انما الخلاف
بینہم فی ان زیارۃ رسول اللہ واجبۃ او مندوبۃ فقیل واجبۃ وقد یستدل لہ بظاہرہ بخبر ابن عدی وہو قولہ
علیہ السلام من حج ولم یزرنی فقد جفانی بجعل من حج البیت قید البیان الاولی والاہم حتی لا یکون لہ مفہوم
ویوید ذلک سقوطہ من روایات اخر وان کانت ضعیفۃ وجفاہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم حرام فعدم زیارتہ
المتضمن لجفائہ کذلک ویوید ذلک ان جماعۃ من المذاہب الاربعۃ اخذوا وجوب الصلوۃ علیہ صلی اللہ
علیہ و علی آلہ وسلم کلما ذکر مما صح عن قتادۃ مرسلا قال قال رسول اللہ من الجفا ان اذکر عند رجل فلا یصلی
علی وفی روایۃ البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی وفی روایۃ البخیل کل البخیل وفی روایۃ رجالہا رجال الصحیح
الا ان فیہ مبہما ان من لم یصل علی عند ذکری ابخل الناس وہذہ کلہا توید القول بوجوب الزیارۃ قیاسا
علی وجوب الصلوۃ علیہ عند سماع ذکرہ بجامع انہ عد کلا منہما جفاء انتہی اور بعد چند سطور کے لکھتے ہین
قال الحنفیۃ انہا تقرب من درجۃ الواجبات وقال بعض ائمۃ المالکیۃ انہا واجبۃ وقال غیرہ منہم یعنی
من السنن الواجبۃ ویدل لذلک احادیث صحیحۃ صریحۃ لا یشک الا من انطمس نور بصیرتہ انتہی
مخفی نرہے کہ قول صاحب مواہب کا حدیث من حج ولم یزرنی فقد جفانی کے حق مین لفظ لا یصح
اوسکے موضوع ہونے پر دلالت نہین کرتا ہو بلکہ اس امر پر کہ سند اوسکی مرتبہ صحت مصطلحہ اہل حدیث
تک نہین پہونچی ہی بلکہ ضعیف ہو نہ یہ کہ مطلقا ثابت نہین محمد طاہر فتنی تذکرۃ الموضوعات مین
لکھتے ہین قال السیوطی فی اللآلی قال الزرکشی بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کثیر فان الموضوع
اثبات الکذب وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم وانما ہو اخبار بعدم الثبوت وقال ایضا
لا یلزم منہ ان یکون موضوعا فان الثابت یشمل الصحیح والضعیف دونہ انتہی خلاصہ مرام اس مقام مین
یہ ہو کہ باب زیارت مین علما کے تین قول ہین بعض علماے خلف وسلف تو مندوبیت پر کفایت

کرتے ہین اور بعض مالکیہ اور بعض شافعیہ حکم وجوب کا دیتے ہین اور یہی مختار محققین متاخرین شافعیہ
مثل ابن حجر وقسطلانی کا ہی اور جمہور حنفیہ اس قول کو نقل کرکے احادیث سے مؤید کرتے ہین اور چون
وچرا نہین کرتے ہین اور مختار بعض مالکیہ یہ ہی کہ زیارت سنت موکدہ ہو اور قابل اخذ واعتماد قول
اوسط ہی فان خیر الامور اوساطہا کیونکہ چند احادیث کہ بعض اُنکے حسن ہین اور بعضے ضعیف ہین
کما ستطلع علیہ عنقریب وجوب پر دلالت کرتے ہین بلکہ اگر فرض کرو کہ کوئی حنفی یا شافعی تصریح
وجوب کی نہ کرتا تو ہمکو بعد معاینہ کرنے احادیث کے یہ حکم لازم تھا کہ واجب ہی چہ جاے آنکہ خود
علماے حنفیہ وشافعیہ اسکے مصرح اور مؤید ہین پس اختیار کرنا قول مندوبیت کو اور نسبت
اُسکے اختیار کے اور ضعف قول وجوب کی طرف جمہور حنفیہ کے کرنا جیسا کہ مؤلف قول محکم نے
کیا ہی باطل اور افترا ہی ثم قال درمختار مین مرقوم ہی وزیارۃ قبرہ مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ
طحطاوی لکھتا ہی قولہ بل قیل واجبۃ الذی فی المنح تقرب من درجۃ الواجبات وفی مناسک الطرابلسی
انہا قریبۃ الی الواجب فی حق من کان لہ سعۃ انتہی شامی کہتا ہی قولہ بل قیل واجبۃ ذکرہ فی شرح اللباب
وقال کما بینتہ فی الدرۃ المضیۃ فی زیارۃ المصطفویۃ وذکرہ ایضا الخیر الرملی فی حاشیۃ المنح وقال
وانتصر لہ نعم عبارۃ اللباب والفتح وشرح المختار انہا قریبۃ من الوجوب لمن لہ سعۃ انتہے اور فتاوی
عالمگیری مین مسطور ہی قال مشائخنا انہا افضل المندوبات وفی مناسک الفارسی وشرح المختار
انہا قریبۃ من الوجوب لمن لہ سعۃ اور ردالمحتار مین لکھا ہی وہل تستحب زیارۃ قبرہ علیہ السلام للنساء
الصحیح نعم بلا کراہۃ بشروطہا علی ما صرح بہ بعض العلماء اما علی الاصح من مذہبنا وہو قول الکرخی وغیرہ
من ان الرخصۃ فی زیارۃ القبور ثابتۃ للرجال والنساء جمیعا فلا اشکال واما علی غیرہ فکذلک نقول بالاستحباب
لاطلاق الاصحاب انتہی ان عبارات سے صاف ظاہر ہی کہ نزدیک جمہور مشائخ
حنفیہ کے زیارت قبر آنحضرت کی مستحب ہی اور واجب کہنا ضعیف ہی جیسا کہ لفظ قیل سے جو
درمختار مین ہی سمجھا جاتا ہی اور ایسا ہی قریب بواجب کہنا کیونکہ یہ دونون قول متقارب ہین
اقول یہ قول متضمن دو افترا پر ہی ایک نسبت کرنا ندب کی طرف جمہور حنفیہ کے حال آنکہ
نہ عبارت درمختار مین یہ لفظ ہی اور نہ عبارت عالمگیری مین دوسری نسبت کرنا تضعیف
قول وجوب کی طرف صاحب درمختار کے حال آنکہ اُوسکے کلام مین کہین نشان تضعیف کا نہین کہ

اور لفظ قیل موضوع واسطے تضعیف کے نہین ہی کہ خواہ مخواہ اوس سے تضعیف سمجھی جاوے بلکہ اکثر جب قائل کو بیان کرنا منظور نہین ہوتا ہی یا قائل مشہور ہوتا ہی اوس وقت لفظ قیل سے اوسکا قول نقل کر دیتے ہین کما لایخفی علی من طالع المختصرات فضلا عن المطولات اور دلیل اسپر یہ ہی کہ محشین در مختار مثل طحطاوی و شامی و دسیاطی نے تحت لفظ قیل کے مجرد قائل کے تعیین کر دی اور تضعیف کی طرف باگ نہین پھیری بلکہ شامی نے قوت اس قول کی نقل کی پس معلوم ہوا کہ غرض صاحب در مختار کی قیل سے مجرد نقل قول بغیر تعیین قائل ہی نہ تضعیف اوسکی اور اگر تسلیم کرین کہ غرض اوسکی تضعیف ہی تو ہم کہین گے کہ صاحب در مختار یا رد المحتار یا صاحب عالمگیری ارباب ترجیح سے نہین ہین کہ اونکی تضعیف معتبر کی جاوے اگر کوئی حنفی کہ اصحاب ترجیح مین اوسکا شمار ہو اس قول کو ضعیف کرے البتہ اوسپر اعتماد کر سکتے ہین ملاحظہ کیجیے کہ ابن ہمام نے کہ اصحاب ترجیح اور فقہاء نفس مین اونکا شمار ہی قول وجوب کو نقل کر کے سکوت کیا اور اوسکو ضعیف نہ کیا پس اونکا سکوت اس قول کی صحت وجوت کے واسطے کافی ہی آب بیان ایک امر مولف سے استفسار ہی وہ یہ کہ جمہور فقہاء حنفیہ بلکہ تمام حنفیہ تراویح کو بیس رکعت سنت موکدہ لکھتے ہین اور آپ نے اونکے قول کو لغو جانا اور اقتصار آٹھ رکعت پر بعد افطار صیام کے غنیمت جانا پھر اپنے فعل پر ہی کفایت نہ کی بلکہ تمام اپنے معتقدون کو اس امر کی ہدایت کی طرح اوسپر یہ کیا کہ رسائل چھپوا کے سنیت بیس رکعت کو اوڑا دیا اور آٹھ پر رکعات زائدہ کو مثل قول روافض کے سنت عمری ٹھہرا دیا اس سے عوام کالانعام گمراہ ہو گئے اعتقادات اونکے مثل اہل بدعات کے ہو گئے جب یہ امر جناب استاذنا مولانا محمد عبد الحی ادام فیضہ العلی نے دیکھا ایک رسالہ بہ بسط بسیط اس مسئلہ مین لکھ کے طبع کرا دیا نام اوسکا تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار رکھا اور اوس مین خوب طرح سے بیس کی سنیت کو موکد کیا اور آٹھ پر اقتصار کرنے والے کو بسبب ترک سنت خلفاء راشدین کے ملزم کیا یقین ہے کہ ملاحظہ سے گذرا ہوا اور مقبول خاطر عاطر ہوا ہو پس ہم آپ سے سوال کرتے ہین کہ تراویح کے باب مین قول جمہور کہان گیا اور زیارت کے باب مین قول جمہور کہان سے پیدا ہوا مگر ہان نفس امارہ کی متابعت سے تراویح مین آٹھ پر کفایت کی اور باب زیارت مین سند و بیت ثابت کی گویا دین تابع ہوائے نفسانی ہو گیا

اور مسائل شرعیہ مین راے نے دخل دیا فانا للہ وانا الیہ راجعون اور اگر کہیے کہ باب زیارت مین
احادیث موضوع ہین تو ہم کہین گے کہ یہ قول آپ کا غلط ہی کیونکہ ذہبی وغیرہ نے بعض کی
تحسین کی ہی جلدی نہ کیجیے بزودی اوسپر اطلاع ہو گی ثم قال اور ظاہر اً معلوم ہوتا ہی کہ ان
دونون کی دلیل بھی ایک ہی ہو گی یعنی وہ حدیث کہ جسمین بہ نسبت تارکین زیارت کی لفظ
جفائی کا آیا ہی اور محدثین اوسکو موضوع لکھتے ہین جیسا کہ بیان اوسکا انشاء اللہ تعالی عنقریب
آتا ہی پس تضعیف ایک کی گویا کہ تضعیف دوسرے کی ہی اقول نسبت وضع کے اس حدیث
کی طرف غیر مقبول ہی البتہ حدیث ضعیف وغریب ہی تفصیل اسکی عنقریب انشاء اللہ تعالی آویگی
ثم قال پوشیدہ نہ رہے کہ قبیل واجبۃ کی تحت مین جو طحطاوی وشامی نے اقوال اون لوگون کے
جو کہ قائل بوجوب یا قریب بوجوب کے ہین نقل کیے ہین اس سے مقصود صرف بیان قول مرجوح
ہی نہ ترجیح اس قول کی اور ایسا ہی فتاوی عالمگیری مین جو بعد بیان قول جمہور کے قریب بوجوب
ہونے کو مناسک فارسی اور شرح مختار سے نقل کیا ہی اوس سے بھی مقصود ترجیح اس قول کی
نہین ہی کما ہو الظاہر ومن یدعی خلاف الظاہر فعلیہ البیان اقول یہ امر آپ ہی کے نزدیک
ظاہر ہی ورنہ ہر متبحر وغیر متبحر اس امر کو سمجھتا ہی کہ غرض طحطاوی اور شامی اور مولفان عالمگیری کے
مجرد نقل قائلین وجوب ہی نہ اوسکی تضعیف ارشاد کیجیے کہ کون لفظ ان تینون کی دلالت
کرتی ہی تضعیف کے قصد پر اور مجرد دعوی ظاہر ہونے کا داب مناظرہ سے خارج ہی ثم قال
یہ جو کچھ کہ لکھا گیا موافق اقوال حنفیہ کے ہی اب جاننا چاہیے کہ موافق حدیث
رسول اللہ کے بھی زیارت قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مستحب ہی عن بریدۃ قال
قال رسول اللہ نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروہا رواہ مسلم وعن ابی ہریرۃ قال زار النبی صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ وسلم قبر امہ فبکی وابکی من حولہ فقال استاذنت ربی فی ان استغفر لہا فلم یوذن لی واستاذنتہ
ان ازور قبرہا فاذن لی فزوروا القبور رواہ مسلم ان دونون حدیثون سے مطلق زیارت کا
استحباب ثابت ہوتا ہی پس آنحضرت کی قبر کی زیارت کا استحباب بدرجہ اولی ثابت ہوا اور ایسا
ہی باقی احادیث صحیحہ کہ استحباب مطلق زیارت قبور پر دلالت کرتے ہین وہ سب واسطے استحباب
زیارت قبر آنحضرت کے دلیل ہو سکتے ہین اقول سبحان اللہ یہ عجیب قیاس ہی زیارت قبر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بدرجہا زیارت باقی قبور سے موجب رفع درجات وباعث وصول
جنات ہی پس قیاس کرنا کہ جب مطلق زیارت قبور مستحب ہوئی تو زیارت قبر نبوی بھی مستحب
ہوگی کب درست ہی ہان اگر اول کسی دلیل سے استحباب قبر زیارت نبوی ثابت ہو جاوے اور
زیارت باقی قبور اوسپر قیاس کرکے کہا جاوے کہ جب زیارت قبر نبوی کی مستحب ہوئے تو زیارت
مطلق قبرون کی بدرجۂ ادنی مستحب ہوگی تو البتہ درست ہوگا کیونکہ ادنی پر اعلی کا قیاس درست
نہین ہی مطلق قبور کی زیارت کے مستحب ہونے سے یہ ضرور نہین کہ زیارت قبر نبوی بھی مثل
اوسکے مستحب ہو بلکہ زیارت قبر نبوی کی واجب ہی اور مطلق زیارت مستحب ہی اب چند ادلہ وجوب زیارت
قبر نبوی کی گوش گذار کرنا چاہیے اور بنظر انصاف غور فرمانا چاہیے پہلی دلیل کتاب اللہ سے
کہ اعلی ترین ادلہ ہی حق جلشانہ سورہ نساء مین فرماتا ہی ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا
اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما یعنی اگر وہ لوگ جب کہ ظلم کیا اپنے نفسون پر
اور کبائر وصغائر مین مبتلا ہوئے آوین تمہارے پاس ای ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم
اور طلب مغفرت کرین حق تعالی سے اور طلب مغفرت کرے اونکے واسطے رسول اللہ البتہ
پاوین گے وہ لوگ حق تعالی کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان اور حق تعالی اونکے گناہون کو بخشیگا
اس آیہ مین حق تعالی نے گناہون کے بخشنے کو اور حق تعالی کے مہربان ہونے کو مشروط کیا
ساتھ اس امر کے کہ وہ لوگ حضور نبوی مین حاضر ہووین اور طلب مغفرت کرین پس معلوم ہوا
کہ اگر وہ لوگ حضور نبوی مین حاضر نہون گے اور عذر خواہی نہ کرینگے حق تعالی کو مہربان
نہ پاوینگے اور مستحق مغفور ہونیکے نہون گے اگر کوئی مشکک کہے کہ یہ آیہ خاص ہی زمانہ حیات
نبوی کے ساتھ اور بعد ممات آنحضرت کے آنحضرت کہان ہین کہ ہم اونکے پاس جاوین تو اوسکو یون
دفع کرنا چاہیے کہ تمام کتب عقائد مین مصرح ہی کہ آنحضرت جس طرح سے اس عالم مین تشریف
رکھتے تھے اوسیطرح قبر مین تشریف رکھتے ہین اور عبادات الٰہی مین مصروف ہین اور یہی مذہب
تمام اہلسنت کا ہی اور بہت احادیث صحیحہ اس امر پر دال ہین جسکو منظور ہو بیہقی کے رسالے کو
کہ حیاۃ الانبیا مین تصنیف ہوا دیکھ لے پس موت آنحضرت کی فی الحقیقت انتقال مکانی ہی
نہ موت حقیقی آپ کی خدمت مین قبل وفات کے اور بعد وفات کے حاضر ہونا دونون برابر ہین

اور حق تعالی نے کلمہ جاؤک کا مطلق فرمایا بزمانہ حیات نبوی مقید نہین کیا پس معلوم ہوا
کہ مدار مغفور ہونے کا آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہونا ہی خواہ عالم حیات نبوی مین ہو یا بعد
وفات کے پس ثابت ہوا کہ زیارت قبر احمدی وحضور مجلس محمدی واجب ہی وذلک ہو المراد
دوسری دلیل قیاسی یہ ہی کہ زیارت کسی کے قبر کی اور اوسپر سلام کرنا ادا کرنا ہی اوسکے حق
اسلامی کا جیسا کہ نماز جنازہ پڑھنا ادا ے حق مسلم ہی اور ادا ے حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ وسلم تمام عالم پر واجب ہی پس زیارت قبر نبوی واجب ہی تیسری دلیل یہ ہی کہ اگر کوئی شخص
کسی بلدے مین یا قریب اوس بلدے کے وارد ہوا اور اوس بلدے مین اوسکا آقا یا مولی یا باپ
موجود ہو اور اوسکی ملاقات کو وہ شخص نہ جاوے باوجود قدرت ووسعت کے وہ شخص
نالائقون مین گنا جاویگا اور احسان فراموشون مین نام اوسکا لکھا جاویگا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ وسلم کا احسان تمام عالم پر ہی اور بطفیل اونکے تمام اہل اسلام جہنم سے ناجی ہوے
اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آپ نے ارشاد کیا انما انا لکم بمنزلۃ الوالد رواہ ابوداؤد وغیرہ
یعنی مین واسطے تم لوگون کے بمنزلہ باپ کے ہون جسطرح پدر اپنے پسر کو صورتین نجات کی سکھاتا ہی
اوسی طرح مین تمکو تعلیم کرتا ہون پس جس بلدے مین کہ آنحضرت تشریف رکھتے ہین اوسمین باوجود
قدرت کے نہ جانا بڑے احسان فراموشی ہی اور قریب اوس بلدے کے پہونچ کے وہان حاضر نہونا
گویا عقوق پدری ہی ثم قال لیکن استدلال اس مدعا پر ساتھ اون احادیث کے کہ جس مین
خاص حضرت کے قبر کی زیارت کا ذکر ہی درست نہین ہی کیونکہ بعض اونمین ضعیف ہین اور بعض
اس درجے کہ لائق احتجاج نہین اور بعض موضوع ہین اونمین سے چند کا حال بطور نمونہ کے
بیان کیا جاتا ہی اقول مؤلف نے خوب نمونہ دکھانے مین حق پوشی کی احادیث حسنہ کو ضعیف اور
قابل احتجاج کو غیر قابل احتجاج لکھ دیا باگ قلم کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا جو عبارتین تضعیف کی تہین
اونکو نقل کر دیا اور عبارات تصحیح سے کنارہ کیا اسماء رجال مین جو عبارات جرح کی تہین اونکو
تحریر کیا اور عبارات توثیق کو چھوڑ دیا واہ واہ خوب سرقہ وقطع برید ہی شاید یہ امر مؤلف کے
زعم مین موجب اجر مزید ہی شاید مولف کے گمان مین یہ آیا کہ سواے اپنے کوئی عالم دنیا مین باقی
نہین رہا اور عوام کالانعام جو مین لکھونگا اوسپر ایمان لاوینگے قول حق جلشانہ کو بھول گئے کہ وتود

کل ذی علم علیم آب بچشم غور مؤلف کی چشم پوشی وتقطیع عبارات کا حال سنیے قال پہلی حدیث
من زار قبری وجبت لہ شفاعتی شوکانی فوائد مجموعہ مین لکھتا ہی قال فی المقاصد ان ابن خزیمۃ
اشار الی تضعیفہ اور مقاصد حسنہ مین مرقوم ہی حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی رواہ ابو الشیخ
وابن ابی الدنیا وغیرہما عن ابن عمر وہو فی صحیح ابن خزیمۃ واشار الی تضعیفہ انتہی اقول یہ تحریر اُنکی
مثل سکیٰ ہی کہ لا تقربوا الصلوۃ کو لکھہ کے وانتم سکاری کو چھوڑ دیجیے مقاصد کی عبارت
پوری کیون نہ نقل کی خوف یہ ہوا کہ اوسمین اس حدیث کی تقویت بہی لکھی ہی اگر وہ بہی لکھینگے
اپنے مطلب کے خلاف ہو جائیگا دیکھو عبارت مقاصد کی یہ ہی حدیث من زار قبری وجبت لہ
شفاعتی ابو الشیخ وابن ابی الدنیا وغیرہما عن ابن عمر وہو فی صحیح ابن خزیمۃ واشار الی تضعیفہ وہو
عند ابن عدی والدار قطنی والبیہقی بلفظ کان کمن زارنی فی حیاتی ضعفہ البیہقی وکذا قال الذہبی طرقہ
کلہا لینۃ لکن یتقوی بعضہا ببعض لان ما فی رواتہا متہم بالکذب انتہت اس عبارت مین ذہبی سے
تقویت منقول ہی اور اسقدر مستدلین کو کافی ہی اگر زیادہ تصریح اس حدیث کی قوت مین منظور ہو
تو دیکھیے علامہ نور الدین علی سمہودی وفاء الوفا باخبار دار المصطفے مین لکھتے ہین قال السبکی
اقل درجات ہذا الحدیث الحسن وان تورع فی صحتہ لما سیاتی من شواہدہ وقال الذہبی طرقہ لینۃ یقوی
بعضہا بعضا انتہی اور ابن حجر مکی درمنظم مین لکھتے ہین حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی
وفی روایۃ حلت لہ شفاعتی صححہ جماعۃ من ائمۃ الحدیث والطعن فی رواتہ مردود کما بینہ السبکی
واطال فیہ وقول البیہقی انہ منکر معناہ انہ تفرد بہ راویہ والفرد قد یطلق علیہ ذلک کما قالہ احمد فی
حدیث دعاء الاستخارۃ مع انہ فی الصحیحین وقول الذہبی طرقہ کلہا لینۃ یقوی بعضہا بعضا لا ینافیہ
لان غایتہ انہ بتسلیم ذلک حسن وہو تطلق علیہ الصحۃ کما بین فی محلہ انتہی اور اگر زیادہ تفصیل منظور ہو
تو رسالہ سبکی مسمی بہ شفاء الاسقام فی زیارۃ سید الانام ملاحظہ کیجیے بغیر تامل وغور وکتب بینی
کی حدیث حسن کو ضعیف وغیر قابل احتجاج کہہ دینا اہل علم کی شان سے نہین ہی ثم قال اس
حدیث کی کوئی اسناد موسی بن ہلال عبدی اور عبد اللہ بن العمری سے خالی نہین ہی اور موسی
ابن ہلال عبدی کی نسبت کتب رجال مین مرقوم ہی قال ابو حاتم مجہول وقال العقیلی لا یتابع علی
حدیثہ وقال البیہقی انہ سود اور عبد اللہ بن عمر العمری کی نسبت تہذیب الکمال وغیرہ مین لکھا ہی

انہ لیس بقوی عند اہل الحدیث وقال احمد کان یزید فی الاسانید ویخالف وکان یحیی بن سعید یضعفہ وقال عبد اللہ
ابن علی بن المدینی عن ابیہ ضعیف وقال یعقوب بن شیبہ فی حدیثہ اضطراب وقال النسائی ضعیف الحدیث
اقول کتب رجال میں ان دونوں راویوں کی توثیق بھی منقول ہے اور جرح کی رد موجود ہے جرح مبہم کو
نقل کرنی اور توثیق سے چشم پوشی کرنیکی کیا وجہ ہے حافظ ابن حجر لسان المیزان میں بعد نقل کلام ابو حاتم
اور عقیلی کے لکھتے ہیں قلت ہو صالح الحدیث روی عنہ احمد والفضل بن سہل الاعرج واحمد بن ابی عروبہ وآخرون
انتہی اور وفاء الوفا باخبار دار المصطفے میں ہے قال الدارقطنی حدثنا المحاملی حدثنا عبید بن محمد الوراق حدثنا موسی
ابن ہلال العبدی عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم
من زار قبری وجبت لہ شفاعتی قال السبکی کذا فی عدۃ نسخ معتمدہ من سنن الدارقطنی عبید اللہ
مصغرا وکذا للدارقطنی فی غیر السنن وکذا رواہ غیر الدارقطنی عن غیر المحاملی کما رواہ البیہقی من
طریق محمد بن زنجویہ القشیری قال حدثنا عبید بن محمد بن القاسم بن ابی مریم الوراق حدثنا موسی
ابن ہلال العبدی عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر الحدیث وقد رواہ جماعۃ غیر موسی بن ہلال
منہم جعفر بن محمد حدثنا محمد بن ہلال البصری عن عبید اللہ مصغرا رواہ العقیلی ومنہم محمد بن اسمعیل
ابن سمرۃ واختلف علیہ فروی عنہ مصغرا کغیرہ وروی عنہ مکبرا او مرض ذلک الحافظ یحیی بن علی
وصوب التصغیر وفی کامل ابن عدی عبد اللہ اصح قال السبکی فیہ نظر والذی یترجح عندی عبید اللہ
لفظا فروایات عبید بن محمد کلہا وبعض روایات ابن سمرۃ ویحتمل ان موسی سمع من عبید اللہ
تارۃ وعبد اللہ جمیعا وحدث بہ عن ہذا تارۃ واخری عن ہذا وممن رواہ عن موسی عن عبد اللہ
مکبرا الفضل بن سہل فان صح حمل علی انہ عنہما والمکبر قال احمد صالح وقال ابو حاتم رأیت احمد بن حنبل
یحسن الثناء علیہ وقال ابن معین لیس بہ باس یکتب حدیثہ قال السبکی وہذا الحدیث لیس فی مظنۃ
الالتباس علیہ لاسندا ولا متنا والرواۃ الی موسی بن ہلال ثقات وموسی قال ابن عدی ارجو
انہ لا باس بہ وقد روی عنہ ستۃ منہم الامام احمد ولم یکن یروی الا عن ثقۃ فلا یضر قول ابی حاتم انہ
مجہول وقول البیہقی انہ سواء قال عبید اللہ ام عبد اللہ فہو منکر عن نافع لم یات بہ غیرہ فہذا وشبہہ
یدلک علی انہ لا علۃ لہذا الحدیث الا تفرد موسی بہ وانہم لم یحتملوہ لخفاء حالہ والا فکم من ثقۃ یتفرد باشیاء
واما بعد قول ابن عدی فی موسی ووجود متابع فانہ یتعین قبولہ ولذلک ذکرہ عبد الحق فی الاحکام

اوسط والصغری وسکت علیہ انتہی اور یہی وفاء الوفا رمین ہو روی البزار من طریق عبد اللہ بن ابراہیم
الغفاری حدثنا عبد الرحمن عن ابیہ عن ابن عمر عن النبی علیہ الصلاۃ والسلام قال من زار قبری
حلت لہ شفاعتی قال البزار عبد اللہ بن ابراہیم حدث باحادیث لم یتابع علیہا وقال ابو داؤد
منکر الحدیث قال السبکی ہذا الحدیث ہو الاول ولذلک عزاہ عبد الحق للدار قطنی والبزار الا ان
فی الاول وجبت وفی الثانی حلت فلذلک فردتہ والقصد الی تقویۃ الاول بہ فلا یضرہ ما قیل
فی الغفاری وکذا ما قیل فی عبد الرحمن بن زید اذ لیس راجعا الی تہمۃ کذب بل لافسق ومثلہ یحتمل فی
المتابعات والشواہد انتہی اور ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں عبد اللہ بن عمر بن حفص
ابن عاصم بن عمر بن الخطاب العمری المدنی اخو عبید اللہ صدوق فی حفظہ شئی روی عن نافع وجماعۃ
روی احمد بن ابی مریم عن ابن معین لیس بہ باس یکتب حدیثہ وقال الدارمی قلت لابن معین کیف
حالہ فی نافع قال صالح ثقۃ وقال احمد بن حنبل صالح لا باس بہ وقال ابن عدی ہو فی نفسہ صدوق انتہی
ملخصا اور ذہبی کاشف مختصر تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم العمری
عن اخیہ عبید اللہ وعن نافع والمقبری وعنہ ابنہ عبد الرحمن والقعنبی وابو مصعب قال ابن معین
صویلح وقال ابن عدی لا باس بہ صدوق انتہی اور وفاء الوفا میں ہی روی النسائی والبزار
والحاکم واللفظ لہ یوشک الناس ان یضربوا اکباد الابل فلا یجدوا عالما اعلم من عالم بالمدینۃ
قال الحاکم قد کان ابن عیینۃ یقول نری ہذا العالم مالک بن انس قال الزرکشی وفی ما حکاہ عن سفیان
نظر لما فی صحیح ابن حبان ان اسحق بن موسی قال سمعت عن ابن جریج انہ کان یقول انہ مالک بن انس
فذکرت ذلک لسفیان بن عیینۃ فقال انما العالم من یخشی اللہ ولا نعلم احدا کان اخشی من العمری
قال التورپشتی فی شرح المصابیح یعنی عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب کان من
عباد اللہ الصالحین والمشائین فی بلاد اللہ وعبادہ بالنصیحۃ انتہی ان عبارات سے حدیث
مذکور کی تقویت اور جودت اور روات کے وثاقت معلوم ہو گئی اور جو جرح مولف نے نقل کی
ہو مردود ہو گئی قال دوسری حدیث من جاء فی زائرا لا تعملہ الا زیارتی کان حقا علی ان
اکون لہ شفیعا یوم القیامۃ اسکی اسناد میں مسلمہ بن سالم جہنی اور عبد اللہ بن عمر العمری ہی اور عبد اللہ
ابن عمر العمری کا حال تو معلوم ہو چکا اور مسلمہ بن سالم جہنی کے نسبت کتب اسماء رجال میں لکھا ہی

فاما مسلمۃ بن سالم الجہنی فقال ابو داود السجستانی انہ لیس بثقۃ نص علیہ الحافظ فی اللسان اقول
عبد اللہ بن عمر العمری کی توثیق سابقا لسان المیزان اور میزان اور کاشف اور وفاء الوفاء سے
منقول ہو چکی اور جرح اوسکی مجروح ہو چکی اور اس حدیث کی حسن مین کسیطرح شبہ نہین ہی
بلکہ بعض محققین محدثین کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ حدیث صحیح بالاجماع ہی چنانچہ ابن حجر
درمنظم مین لکھتے ہین قضیۃ کلام ابن السکن انہ مجمع علی صحتہ بلفظ من جاء فی زائرا لا تعملہ حاجۃ الا
زیارتی کان حقا علی ان اکون لہ شفیعا یوم القیامۃ وفی روایۃ من جاء فی زائرا کان لہ حقا
علی اللہ ان اکون لہ شفیعا یوم القیامۃ قال السبکی وتبویب ابن السکن یدل علی انہ فہم منہ ان المراد
بعد الموت او ان ما بعد الموت داخل فی العموم وہو صحیح انتہی اور وفاء الوفا مین ہی روی الطبرانی
فی الکبیر والاوسط والدارقطنی فی امالیہ وابو بکر بن المقری فی معجمہ من روایۃ مسلمۃ بن سالم الجہنی قال
حدثنی عبید اللہ بن عمر عن نافع عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من جاء فی زائرا لا تعملہ حاجۃ الا زیارتی
کان حقا علی ان اکون لہ شفیعا یوم القیامۃ وفی معجم ابن المقری بلفظ کان لہ حقا علی اللہ وقد تابع مسلمۃ
الجہنی موسی بن ہلال فی شیخہ عبید اللہ العمری والطرق کلہا فی روایۃ متفقۃ علی عبید اللہ بالتصغیر الثقۃ
الا ان مسلم بن حاتم الانصاری رواہ عن مسلمۃ عن عبد اللہ مکبرا اور اورد الحافظ ابن السکن ہذا الحدیث
فی باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم من کتابہ المسمی بالسنن الصحاح المأثورۃ عن رسول اللہ
وہو حافظ ثقۃ مات بمصر سنۃ ثلاث وخمسین وثلث مائۃ وکتابہ ہذا محذوف الاسانید ومقتضی
ما شرط فی خطبتہ ان یکون ہذا الحدیث قد اجمع علی صحتہ ولذلک نقل جماعۃ منہم الحافظ زین الدین
العراقی انہ صححہ فاما ان یکون ثبت عندہ من غیر طریق مسلمۃ او ارتقی الی ذلک بکثرۃ الطرق انتہی
قال تیسری حدیث من حج وزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیوتی اس حدیث کی
اسناد مین حسن بن الطیب وحفص بن سلیمان ہی فاما حسن بن الطیب فقال البرقانی انہ ذاہب
الحدیث وقال الدارقطنی لا یساوی شیئا یحدث بما لا یسمع وعن مطین انہ کذاب اما حفص بن سلیمان
فکان واہیا فی الحدیث وقال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ انہ متروک الحدیث وقال ابن معین لیس بثقۃ
وقال البخاری ترکوہ وقال ابو ہیثم متروک لا یحتج بہ وقال ابن خراش کذاب یضع الحدیث کذا فی
میزان الاعتدال للذہبی اقول عبارت میزان مین یہ ہی قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ انہ

متروک الحدیث فہذہ روایۃ ابن ابی حاتم عن عبداللہ واما روایۃ ابی علی الصواف عن عبداللہ
عن ابیہ انہ قال صالح مؤلف نے روایت توثیق کو بالکل حذف کرکے کلام کو منتظم کر دیا اور
علامہ برہان الدین ابو الوفا الحلبی تلمیذ حافظ زین الدین العراقی اپنے رسالہ الکشف الحثیث
عمن رمی بوضع الحدیث میں لکھتے ہیں حفص بن سلیمان ہو حفص بن ابی داؤد ابو عمر والاسدی
صاحب القراءۃ قال ابو خراش کذاب قال وکیع ثقۃ انتہی اور سبکی نے رسالہ شفاء الاسقام
فی زیارۃ سید الانام میں حفص بن سلیمان کی توثیق کو جرح پر مرجح کیا اور حدیث مذکور کو مقبول
لکھا وفاء الوفا میں ہے روی الدارقطنی والطبرانی فی الکبیر والاوسط وغیرہما من طریق حفص
ابن ابی داؤد سلیمان القاری عن لیث عن مجاہد عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من حج فزار
قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی ورواہ ابن الجوزی فی مثیر العزام وابن السکن من طریق
الحسن بن الطیب حدثنا علی بن حجر حدثنا حفص بن سلیمان عن لیث عن مجاہد عن ابن عمر قال قال
رسول اللہ من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی وصحبنی قال ابن عساکر تفرد بقولہ
وصحبنی الحسن بن الطیب عن علی بن حجر وفیہ نظر وہی زیادۃ منکرۃ قال السبکی لم ینفرد بہا ابن الطیب
فقد رواہ کذلک ابن عدی فی کاملہ من طریق الحسن بن سفیان عن علی بن حجر بالسند المتقدم
ورواہ ابو یعلی من طریق حفص بن سلیمان عن کثیر عن لیث بن ابی سلیم عن مجاہد عن ابن عمر
بدون قولہ وصحبنی والتشبیہ بمن صحبہ لا یقتضی التشبیہ بہ من کل وجہ وروی بعض الحفاظ المعاصرین
لابن مندۃ ہذا الحدیث من طریق حفص بن سلیمان عن لیث بلفظ من حج فزارنی فی مسجدی
بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی قال السبکی وحفص بن ابی داؤد وثقہ احمد ثم روی ذلک
عنہ بطریقین قال وذلک مقدم علی من روی عنہ تضعیفہ وضعفہ جماعۃ وہو لم ینفرد بہذا الحدیث
ودعوی البیہقی انفرادہ بحسب اطلاعہ فقد جاء فی الکبیر والاوسط للطبرانی متابعہ فانہ رواہ من
طریق عائشۃ بنت یونس امراۃ اللیث عن لیث عن مجاہد عن ابن عمر انتہی قال جو تھی حدیث
من حج حجۃ الاسلام وزار قبری وغزی غزوۃ وصلی فی بیت المقدس لم یسألہ اللہ عما افترض
علیہ فوائد مجموعہ میں لکھا ہے قال فی الذیل باطل اقول اس حدیث کو ابو الفتح ازدی نے
روایت کیا ہے طریق عمار سے قال حدثنی خالی سفیان عن منصور عن ابراہیم بن علقمۃ عن

عبد اللہ قال قال رسول اللہ من حج حجۃ الاسلام الحدیث جسکی شفاء الاسقام مین لکھتے ہین
عمار بن محمد ابن اخت سفیان روی لہ مسلم والحسن بن عثمان الزیادی موثق والراوی عنہ ما علمت
حالہ ابو الفتح من اہل العلم والفضل کان حافظا ذکرہ الخطیب وابن السمعانی واثنی علیہ محمد بن جعفر
ابن علان انتہی قال پانچوین حدیث من وجد سعۃ فلم یزرنی فقد جفانی شوکانی فوائد مجموعہ
مین لکھتا ہی رواہ ابن عدی والدارقطنی فی غرائب مالک وابن حبان فی الضعفاء وابن الجوزی
فی الموضوعات اقول توثیق اس حدیث کی کہ معنی متحد ہی ساتھہ حدیث من حج ولم یزرنی فقد
جفانی کی عنقریب مذکور ہوتی ہی قال چھٹی حدیث من زارنی وزار ابراہیم فی عام واحد دخل
الجنۃ فوائد مجموعہ مین مسطور ہی قال ابن تیمیۃ والنووی انہ موضوع لا اصل لہ قالہ السیوطی فی
الذیل اقول مقاصد مین بہی اس حدیث کو موضوع لکھا ہی عبارت اوسکی یہ ہی حدیث من زارنی
وزار ابراہیم فی عام واحد دخل الجنۃ قال ابن تیمیۃ انہ موضوع ولم یروہ احد من اہل العلم بالحدیث
وکذا قال النووی فی آخر الحج من شرح المہذب ہو موضوع لا اصل لہ اور اسیطرح ملا علی قاری نے تذکرۃ الموضوعات
مین لکھا ہی واللہ عند اللہ قال ساتوین حدیث من حج ولم یزرنی فقد جفانی فوائد مجموعہ مین مذکور ہی قال
الصغانی موضوع وکذا بلفظ من حج فلم یزرنی فقد جفانی فانہ قال الصغانی ایضا موضوع وکذا قال الزرکشی
وابن الجوزی ذہبی نے میزان مین لکھا ہی قال ابن عدی حدثنا علی بن اسحق حدثنا محمد بن محمد بن النعمان
ابن شبل حدثنی ابی حدثنی مالک عن نافع عن ابن عمر مرفوعا من حج فلم یزرنی فقد جفانی ہذا موضوع
خلاصہ مین لکھا ہی لابن عدی وجماعۃ بلفظ من حج ولم یزرنی فقد جفانی ولا یصح ابن طاہر فتنی نے
تذکرہ مین لکھا ہی قال الصغانی ہو موضوع وفی اللآلی قال الزرکشی ہو ضعیف وبالغ ابن الجوزی
فذکرہ فی الموضوعات محمد بن عبد الہادی معروف بابن قدامہ نے صارم مین لکھا ہی ہذا حدیث
منکر جدا لا اصل لہ بل ہو من المکذوبات والموضوعات وہو کذب موضوع مختلق علیہ لم یحدث
بہ قط ولم یروہ الا من جمع الغرائب المناکیر آسکی سند مین محمد بن محمد بن نعمان واقع ہی اوسکی
نسبت تقریب التہذیب مین مرقوم ہی محمد بن محمد بن النعمان بن شبل الباہلی البصری متروک
انتہی اور حافظ ابو الحسن دارقطنی نے حواشی کتاب ابن حبان مین کہا ہذا حدیث غیر محفوظ عن النعمان
ابن شبل الا من روایۃ ابن ابنہ والطعن فیہ علیہ لا علی النعمان انتہی اور حافظ موسی بن ابراہیم نے

کہ ائمہ جرح وتعدیل سے ہی اوسکو متہم بالکذب والوضع جانا **اقول** مخفی نہ رہے کہ محدثین چند فرقہ پر متفرق ہین ایک فرقہ وہ محدثین کہ احادیث کے لکھنے مین نہایت تساہل کرتے ہین اور احادیث موضوعہ کو بھی درج تصانیف کرتے ہین اور غیر صحیحہ کو صحیح بناتے ہین دوسرا فرقہ وہ لوگ کہ مسلک تحقیق پر چلتے ہین نہ موضوع کو صحیح لکھتے ہین اور نہ ضعیف کو موضوع بناتے ہین اور حکم موضوعیت وعدم موضوعیت سے بغیر تحقیق رجال کے خوف رکھتے ہین اور تیسرا فرقہ وہ لوگ ہین کہ تشدد مزاج مین رکھتے ہین احادیث صحیحہ کو ادنی قدح راوی سے موضوع لکھدیتے ہین اور احادیث ضعیفہ ومنکرہ پر بغیر خوف وخطر حکم وضع کا دیتے ہین اور رب النوع اس فرقہ کے محدث ابن جوزی ہین کہ اونہون نے صدہا احادیث ضعیفہ کو بادنی قدح راوی موضوع لکھدیا بلکہ احادیث حسان وصحاح کو مثل حدیث صلاۃ التسبیح کہ جامع ترمذی وغیرہ مین مروی ہی وحدیث رد شمس وغیرہ موضوع کہدیا اور اسقدر نہ سمجھے کہ جس طرح حدیث کاذب روایت کرنا منع ہی اوسیطرح بیباک ہوکر حدیث ضعیف کو یا صحیح کو موضوع کہدینا گناہ ہی اور اسیوجہ سے محققین محدثین باب وضع مین ابن جوزی کے قول کا اعتبار نہین رکھتے ہین اور جابجا اونپر تشنیع بلیغ کرتے ہین حافظ ابن الصلاح مقدمہ اصول حدیث مین لکھتے ہین ولقد اکثر الذی جمع فی ہذا العصر الموضوعات فی نحو مجلدین فاودع فیہما کثیرا مما لادلیل علی وضعہ وانما حقہ ان یذکر فی مطلق الاحادیث الضعیفۃ انتہی حافظ عراقی شرح الفیہ مین لکھتے ہین اراد ابن الصلاح بالجامع المذکور ابا الفرج ابن الجوزی انتہی اور سخاوی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث مین کہتے ہین ربما ادرج ابن الجوزی فی الموضوعات الحسن والصحیح مما ہو فی احد الصحیحین فضلا عن غیرہما وہو توسع منکر ینشا عنہ غایۃ الضرر من ظن مالیس بموضوع موضوعا عما قد یقلدہ فیہ تحسینا للظن بہ وکذا انتقد العلماء صنیعہ اجمالا والموقع لہ استنادہ فی غالبہ بضعف راویہ الذی رمی بالکذب مثلا غافلا عن مجیئہ من وجہ آخر وربما یکون اعتمادہ فی التفرد قول غیرہ ممن یکون کلامہ فیہ محمولا علی النبی ہذا مع ان تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلک ولذلک کان الحکم من المتاخرین عسیر احدا بخلاف الائمۃ المتقدمین الذین منحہم اللہ التبحر فی علم الحدیث والتوسع

فی حفظہ کشعبۃ وابن القطان وابن مہدی ونحوہم مثل احمد وابن المدینی وابن معین وابن راہویہ
ثم اصحابہم مثل البخاری ومسلم وابو داود والترمذی والنسائی وہکذا الی زمن الدارقطنی والبیہقی کذا افاد
العلائی ثم من العجب ایراد ابن الجوزی فی کتابہ العلل المتناہیۃ کثیرا مما اوردہ فی الموضوعات لما
اورد فی الموضوعات کثیرا من الاحادیث الواہیۃ بل قد اکثر فی اکثر تصانیفہ الوعظیۃ وما اشبہہا
من ایراد الموضوع وشبہہ انتہی اور اسیطرح علامہ زکریا انصاری فتح الباقی شرح الفیۃ العراقی
مین لکھتے ہین اور خاتمۃ الحفاظ جلال الدین السیوطی نے موضوعات ابن جوزی کو ملخص
کیا ہی اور اوسمین جا بجا ابن جوزی پر تعقب کیا ہی اور اسیطرح مرقاۃ الصعود شرح سنن
ابی داؤد مین بہی ابن جوزی پر چند جا تشنیع کی ہی اور حافظ ابن حجر بہی اپنی تصانیف
مین جا بجا ابن جوزی پر طعن کرتے ہین اور اوسکے حکم وضع کو غیر مقبول سمجہتے ہین اور منجملہ
مقلدین ابن جوزی کے صاحب سفر السعادۃ ہین کہ احادیث صحیحہ کو ثابت نشدہ لکھتے ہین
اور ہرگز خوف وخطر نہین کرتے ہین چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادۃ مین
تحریر کرتے ہین بدانکہ شیخ مصنف درین خاتمہ بسیار توغل نمودہ ومبالغہ کار فرمودہ است
وتقلید بعضے ازین قوم کہ متوغل اند درین باب کردہ بر جملہ احادیث جرح طعن کردہ است
بر بعض حکم بعدم صحت کردہ وبر بعض بعدم ثبوت وبر بعض حکم بوضع وافترا نمودہ حال آنکہ دران
میان احادیث ست کہ در کتب معتبرہ مذکور است ونزد کبرای علمای دین از فقہا ومحدثین مقبول
انتہی اور بعد ایک ورق کے لکھتے ہین باید دانست کہ ازارباب انتقاد احادیث جماعہ اند کہ درین
باب غلو وافراط دارند وبراہ تعصب وتعجیل روند بادنک توہمی وشائبہ وہمی نسبت بوضع کنند
وبدان مبادرت نمایند مثل ابن جوزی وامثال وی بمجرد آنکہ بعض مردم در بعض روات حدیث
تکلم کردہ مثل آنکہ گفتہ فلان ضعیف یا لیس بقوی یا متروک یا مطعون وامثال آن حکم بوضع کردہ
انتہی اور بعد چند سطور کے لکھتے ہین مصنف خود در رسالہ نقد الصحیح لما اعترض علیہ من احادیث
المصابیح گفتہ است کہ حکم بر حدیث بوضع بغایت عسیر ست زیرا کہ صورت نہ بندد مگر بعد از جمع
طرق وکثرت تفتیش وتحقیق آن کہ این متن را جز این طریق واحد کہ بروی طعن کردہ شدہ است
طریقی دیگر نبود ووجود قرائن کثیرہ کہ باعث شود حافظ متبحر را بر جزم بکذب این ودرغایت تعسر

واشکال ست انتہی اور منجملہ مبالغین کے محدث وقت حسن بن محمد الصغانی ہیں کہ دو رسالہ موضوعات
میں تصنیف کرکے بہت احادیث ضعیفہ کو موضوع لکھدیا سخاوی شرح الفیہ میں لکھتے ہیں
وممن افرد بعد ابن الجوزی کراسۃ الرضی الصغانی اللغوی ذکر فیہا احادیث من الشہاب للقضاعی
والنجم للاقلیشی وغیرہما کالاربعین لابی ودعان وفضائل العلماء لمحمد بن سرور البلخی والوصیۃ لعلی بن ابی طالب
وخطبۃ الوداع وآداب النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم واحادیث ابی الدنیا الاشج ونسطور ونعیم
ابن سالم ونسخۃ سمعان عن انس وفیہا الکثیر ایضا من الصحیح والحسن والضعیف بما فیہ ضعف یسیر انتہی
اور منجملہ مبالغین کے جوزقانی ہیں سخاوی لکھتے ہیں وللجوزقانی ایضا کتاب الاباطیل اکثر فیہ
من الحکم بالوضع لمجرد مخالفۃ السنۃ قال شیخنا وہو خطاء الا ان تعذر الجمع انتہی اور منجملہ مبالغین کے
علامہ عصر خود احمد بن عبد الحلیم بن تیمیہ ہیں منہاج السنۃ فی رد منہاج الکرامۃ للحلی میں کتنی احادیث
غیر موضوعہ کو موضوع بنادیا اور احادیث حسان کو باطل لکھدیا ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں
طالعت رد ابن تیمیۃ علی الحلی فوجدتہ کثیر التحامل فی رد الاحادیث التی یوردہا ابن المطہر الحلی ورد فی ردہ
کثیرا من الاحادیث الجیاد انتہی اور منجملہ مبالغین کے جلال الدین سمہودی ہیں ایک رسالہ انکا
موضوعات میں مسمی بہ غماز علی اللماز تصنیف ہے اوسمیں ضعیف اور حسن پر بھی موضوع کا حکم سخیف
ہے چنانچہ اوسکے مطالعہ سے ظاہر ہوگا اور منجملہ مبالغین کے قاضی محمد شوکانی ہیں کہ فوائد مجموعہ
میں ابن جوزی اور جوزقانی وغیرہ کی متابعت سے جابجا حکم وضع کا دیتے ہیں اور احادیث
حسان کو موضوعات میں شمار کرتے ہیں ہرگاہ ان مبالغین کا حال ظاہر ہوگیا پس حکم وضع حدیث
من حج ولم یزرنی فقد جفانی کا جو مولف نے انسے نقل کیا ہے پایہ اعتماد سے ساقط ہوگیا اور ذہبی
کی میزان سے جو حکم وضع نقل کیا ہے شاید لسان المیزان کو ملاحظہ نہیں کیا کہ اوسمیں اسکی یہ موجود
ہے عبارت اوسکی یہ ہے النعمان بن شبل الباہلی البصری عن ابی عوانۃ ومالک قال موسی بن ہارون
کان متہما وقال ابن حبان یاتی بالطامات وقال ابن عدی حدثنا علی بن اسحق حدثنا محمد بن النعمان
ابن شبل حدثنی ابی حدثنی مالک عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من حج فلم یزرنی فقد جفانی
ہذا موضوع وحدثنا احمد بن الحسن حدثنا محمد بن محمد بن النعمان بن شبل بسندہ عن ابن عمر قال قال
رسول اللہ صلوۃ القاعد علی النصف قلت حدیث ابن عمر لم یقل ابن عدی انہ موضوع وانما ہو

کلام المصنف وتبع فی ذلک ابن الجوزی فانہ اوردہ فی الموضوعات وقد قال ابن عدی فی آخر
ترجمۃ النعمان لم ار فی حدیثہ حدیثا قد جاوز الحد وقال فی اول ترجمتہ حدثنا صالح بن احمد بن ابی مقاتل
حدثنا عمران بن موسی حدثنا النعمان بن شبل وکان ثقۃ انتہی اور سبکی نے اس حدیث کو مقبول لکھا
اور طعن کو مطعون کیا چنانچہ شفاء الاسقام مین لکھتے ہین عن موسی بن ہارون ان النعمان متہم
وہذہ التہمۃ غیر معتبرۃ فالحکم بالتوثیق مقدم علیہا والحدیث ذکرہ الدارقطنی فی غرائب مالک قال تفرد
بہ ہذا الشیخ وذکرہ ابن الجوزی لہ فی الموضوعات سود کذا فی وفاء الوفا اور درمنظم مین ہے حدیث
من حج ولم یزرنی فقد جفانی رواہ ابن عدی بسند یحتج بہ وقول الدارقطنی انہ منکر انما ہو من حیث
تفرد واحد رواتہ کما اشار الیہ ابن عدی وغیرہ لا من حیث المتن وقول ابن حبان انہ یاتی عن الثقات
بالطامات مبالغۃ فی الانکار وذکر ابن الجوزی فی الموضوعات اسارۃ منہ وغایۃ امرہ انہ غریب
قال السبکی ومما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا
یلزم من ذلک رد متن الحدیث فلا جرم قبلنا کلام الدارقطنی ورددنا کلام ابن الجوزی انتہی اور مؤلف
نے جو جرح محمد بن محمد بن النعمان کی تقریب سے نقل کی ہے اوس سے موضوع ہونا حدیث کا لازم نہین آتا ہے
غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ ضعیف ہو الحاصل حکم کرنا اسکی وضع کا جیسا کہ مؤلف نے نقل کیا ہے ہر طرح بیجا کی
ہے قال اب جاننا چاہیے کہ واجب یا قریب بواجب کہنا غلط ہے کیونکہ وجوب یا قریب بوجوب
کے دلیل نہین ہو سکتی ہے مگر وہی حدیث جسمین جفانی کا لفظ آیا ہے اور اوسکے ضعف وموضوعیت
کا حال ابھی واضح ہوا پس یہ حدیث لائق احتجاج کے ہرگز نہین ہو سکتی اقول حکم غلط کا غلط ہے
کیونکہ وجوب کا ثبوت بدلائل عقلیہ ونقلیہ بخوبی ہو سکتا ہے اور حدیث جفانی کی قوت وثاقت کا
حال ابھی معلوم ہو چکا حکم موضوع ہونیکا اوسکے مردود ہو چکا اور تعجب ہے مؤلف سے کہ سابقا
درمختار کی عبارت سے تضعیف قول وجوب کے قائل ہوئے اور یہان حد سے تجاوز کرکے
غلط لکھنے لگے اور حصر ثبوت وجوب کا حدیث جفانی پر کرنے لگے تراویح کے باب مین ابن ہمام
کے قول پر کہ اونکے قلم کی لغزش سے حکم ندب رکعات زائدہ کا آٹھ پر نکل گیا اعتماد کیا اور یہان
سکوت ابن ہمام سے قول وجوب پر اعتراض کیا اسکی کیا وجہ ہے دو حال سے خالی نہین یا مؤلف
مقلد جمہور حنفیہ کے ہین یا نہین اگر ہین تو حکم غلط کا کسی حنفی نے نہین دیا اور اگر نہین ہے تو مفت

جمہور کو کیون بدنام کیا **قال** اور جو کوئی مدعی وجوب یا قریب بوجوب کا ہو اوسکو چاہیے کہ اس
حدیث کی رجال کی توثیق کرے اور اوسکی صحت یا حسن کا ثبوت پہونچا دے و دونہ خرط القتاد
اقول جو امر مطلوب ہی وہ ہو چکا اب کہان مفر ہی نظر انصاف سے دیکھیے اور اپنے قول سے رجوع
کیجیے **قال** پس استحباب زیارت قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ثابت ہوا اور ظاہر
ہوا کہ دعوی وجوب یا قریب بوجوب محض بلا دلیل ہی **اقول** نہ نہ بلکہ وجوب ثابت ہوا اور دعوی
وجوب کا مدلل ہو گیا اب کیا منظور ہی **قال** اور مستحب کا حکم یہ ہی کہ اوسکے کرنیوالے کو
ثواب ملتا ہو اور اوسکے تارک پر ملامت نہین ہوتی بلکہ اوسکے ترک مین کسیطرح کی کراہت
تک بھی نہین ہی رد المحتار مین مرقوم ہی قال فی الامداد وحکمہ الثواب علی الفعل وعدم اللوم علی الترک
ولا یکرہ تنزیہا فی البحر انتہی اور بھی اوسیمین مرقوم ہی قال فی البحر ہناک ولا یلزم من ترک المستحب
ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہا من دلیل خاص **اقول** وہذا ہو الظاہر اذ لا شبہۃ ان النوافل من الطاعات
کالصلوۃ والصوم ونحوہما فعلہا اولی من ترکہا بلا عارض ولا یقال ان ترکہا مکروہ تنزیہا **اقول**
اولا مستحب ہونا جب ثابت نہو سکا تو حکم اوسکا بیان کرنا بے فائدہ واقع ہوا **قال** افسوس
ہی اون لوگون کے حال پر جو حدیث موضوع سے سند لا کر اونپر جو حج بیت اللہ سے مشرف
ہوئے اور بسبب عذر معقول کے زیارت قبر آنحضرت سے بہرہ اندوز نہونے پائے اور داغ
حسرت حرمان نصیبی اپنے ساتھہ لائے اور بشرط استطاعت اوسکو حکم زیارت حرمین شریفین کا
رکھتے ہین طعن وتشنیع کرتے ہین اور اونکو ظالم ٹھہراتے ہین اور کلمات نا ملائم اونکے حق مین
زبان پر لاتے ہین اور یہ نہین سمجھتے ہین کہ تارک مستحب اگرچہ بلا عذر ہو شرعا ہرگز لائق ملامت
نہین چہ جائیکہ عذر معقول موجود ہو اور اگر حدیث موضوع اس بات کے ثبوت کے لیے کافی
سمجھی جاوے تو یہ حدیث اون تمام اہل استطاعت کے ظالم ہونے پر دلالت کرتی ہی جو زیارت
کو نہین گئے چاہے حج کو گئے ہون یا نہین **اقول** افسوس ہی اون لوگون کے حال پر جو مکہ معظمہ
جاتے ہین اور باوجود قرب کے اور متکفل ہونے بعض عمائد کے اور سمجھانے رفقا وفضلا کے
مدینہ منورہ نہین جاتے ہین اور عند التقریر بے باک ہو کے کہتے ہین کہ زیارت کچھ لازم ضرور نہین ہی جسکا جی
چاہے جائے اور چاہے نجائے اور بظاہر کوئی عذر اونکو نہین ہوتا ہی نہ شرعا اور نہ عرفا یہ عجب

مراجعت کرتے ہین اور ہر صغیر وکبیر ملامت کرنا شروع کرتا ہی تو متوجہ استحباب کے اثبات کیطرف ہوتے ہین
اور جمہور حنفیہ پر افترا کرتے ہین اور احادیث صحیحہ اور حسنہ کو موضوع و باطل ٹھہراتے ہین اگر نہین تو انکو
کاش ندامت ہوتی اور سکوت کرتے تو بہتر ہوتا عوام کو استحباب ثابت کرکے اور احادیث کو انکو ٹھہرا کے
خراب کرنے مین کیا فائدہ ہی نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا ہذا آخر الکلام فی ہذا المقام
ومن اللہ التوفیق وبہ الاعتصام وکان ذلک لیلۃ الجمعۃ الثامنۃ عشر من شہر جمادی الثانیۃ سنۃ
تسع وثمانین بعد الالف والمائتین من ہجرۃ سید الثقلین علیہ وعلی آلہ الصلوۃ رب المشرقین ۵

تمت

خاتمۃ الطبع الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین اما بعد مخفی نرہے کہ
اس زمانے مین عجب طرح کے عقائد فاسدہ شائع ہوتے ہین کہ دیکھنے والے اوسکے حیرت زدہ ہوتے ہین
اور وہ لوگ جو اہل علم سے معدود ہین ایسے امور شائع کرتے ہین کہ عوام اونسے گمراہ ہوتے ہین
منجملہ اونکے ایک یہ امر ہوا کہ مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کہ مدرسۂ اکبر آباد مین مدرس ہین
حرم محترم کو واسطے تحصیل سعادت کے تشریف لیگئے اور بعد فراغ حج کے رجعت قہقری کرکے چلے
آئے اور باوجود تفہیم عوام وخواص کے مدینہ منورہ کی طرف قصد نہ کیا خدا جانے اسمین انہون نے کیا فائدہ
سوچا جب اکبر آباد مین تشریف لائے اور یہ امر شہرت پذیر ہوا ہر طرف سے اسکا شور ہوا مولوی صاحب
موصوف نے ایک رسالہ مسمی بالقول المحقق المحکم لکھا اور اوسمین زیارت نبوی کو مستحب ٹھہرایا
اور احادیث نبویہ کو جو باب زیارت مین وارد ہین از راہ افراط باطل وعاطل بنایا جب وہ رسالہ
شائع ہوا دیکھنے والون کو سخت تعجب ہوا مولوی صاحب نے ایسی چشم پوشی اظہار حق مین فرمائی اور ایسی
نقل عبارات مین قطع وبرید کی کہ کسیکو پسند نہ آئی بنظر اسکے کہ عوام گمراہ نہووین اور اونکے رسالہ کے معانی سے
پریشان نہووین فاضل لوذعی عالم المعی مولوی عبد الجبار صاحب ملکاپوری نے ایک رسالہ مسمی بالکلام المبرم
فی نقض القول المحقق المحکم تالیف کیا بظاہر اس رسالہ مین شرح ہی اور فی الحقیقت جرح ہی امیدوار ارباب انصاف سے
یہ ہی کہ بچشم غور ملاحظہ فرمائین اور تشہیر امور غیر معتمدہ سی باز آئین نظر بران حسب فرمایش مصنف ممدوح بطرز خوب تقطیع کاغذ
مرغوب خوشوضع وخوش قطع مرتبہ اول مطبع علوی مین چھپا بعدہ مرۃ بعد اخری حسب فرمایش محمد یوسف صاحب عفی عنہ
بسعی شیخ محمود علی مہتمم مطبع شوکت الاسلام نے چھپا کر پیشکش اہل اسلام کیا فالحمد للہ اولا وآخرا وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کیا فرماتے ہین علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین

ایک شخص دعوی کرتا ہی اس بات کا کہ چھہ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے موجود و متحقق ہین اور مثل سے یہ غرض رکھتا ہی کہ شریک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کے آپ کے جمیع صفات اور ماہیت مین اور پیش کرتا ہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کتاب درمنثور وغیرہ سے ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراہیم کابراہیمکم و موسیٰ کموسکم و عیسیٰ کعیسیٰکم و نبی کنبیکم آیا یہ قول اوسکا یعنی موجود و متحقق ہونا امثال حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کا عالم مین بمعنی مذکور کے حق ہی یا باطل اور یہ عقیدہ صحیح ہی یا خلاف اہلسنت والجماعت کے اور دلیل مین جو حدیث پیش کرتا ہی اوسکا کیا حال ہی اوس سے یہ عقیدہ ثابت ہی یا نہین بینوا توجروا فقط

ہو المصوب

اولاً جاننا چاہیے کہ حدیث مذکور صحیح السند اور معتبر ہی ارباب تحقیق نے اوسکی توثیق کی ہی حافظ جلال الدین سیوطی تخریج احادیث شرح مواقف مین لکھتے ہین روی الحاکم فی مستدرکہ عن ابن عباس فی قولہ تعالی اللہ الذی خلق سبع سموات و من الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم و آدم کآدمکم و نوح کنوح و ابراہیم کابراہیم و عیسیٰ کعیسیٰ و قال صحیح انتہی اور علامہ بدر الدین شبلی حنفی آکام المرجان فی احکام الجان مین لکھتے ہین قال الحاکم حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عبید حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک عن عطاء عن ابی الضحی عن ابن عباس قال و من الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم و آدم کآدمکم و نوح کنوح و ابراہیم کابراہیم و عیسیٰ کعیسیٰ قال شیخنا الذہبی اسنادہ حسن قلت و لہ شاہد قال الحاکم حدثنا عبد اللہ بن الحسن حدثنا ابراہیم بن الحسین حدثنا آدم حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس فی قولہ تعالی خلق سبع سموات و من الارض مثلہن قال فی کل ارض نحو ابراہیم قال شیخنا الذہبی ہذا حدیث علی شرط البخاری و مسلم انتہی و ثانیاً سمجھنا چاہیے کہ زمین کے سات طبقات جداگانہ ہونا اور اون مین مخلوق الہی کا موجود ہونا چند احادیث سے ثابت ہی اور مذہب محققین کا بھی یہی ہی حافظ ابن حجر فتح الباری

شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں قال الداودی فی قولہ تعالی ومن الارض مثلهن دلالة علی ان الارضین
بعضها فوق بعض ونقل عن بعض المتکلمین ان المثلیة فی العدد خاصة وان السبع متجاورة وحکی ابن التین
عن بعضهم ان الارض واحدة قال ہو مردود بالقرآن والسنة قلت لعله القول بالتجاور والا فیصیر صریحا
فی المخالفة ویدل للقول الظاهر ما رواه ابن جریر من طریق شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی الضحی عن ابن
عباس فی قولہ تعالی ومن الارض مثلهن قال فی کل ارض مثل ابراهیم ونحو ما علی الارض من الخلق هکذا اخرجه
مختصرا واسناده صحیح واخرجه الحاکم والبیهقی من طریق عطاء عن ابی الضحی مطولا واوله سبع ارضین فی کل
ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراهیم کابراهیمکم وعیسی کعیسی ونبی کنبیکم قال البیهقی اسناده صحیح الا انه
شاذ وظاهر قوله تعالی ومن الارض مثلهن یرد علی اهل الهیئة فی قولهم ان لا مسافة بین کل ارض وارض
وقد روی احمد والترمذی من حدیث ابی ہریرة مرفوعا ان بین کل سماء وسماء خمسمائة عام وان بین
کل ارض وارض خمسمائة عام واخرجه اسحق بن راهویه والبزار من حدیث ابی ذر نحوه انتهی ملخصا اور علامہ
شہاب الدین خفاجی حنفی حاشیہ تفسیر بیضاوی میں لکھتے ہیں الذی نعتقده ان الارض سبع کالسموات
ولها سکان من خلقه یعلمهم الله انتهی اور سلیمان جمل حاشیہ جلالین میں لکھتے ہیں ذکر اللہ تعالی ان
السموات سبع طبقات ولم یات للارض فی التنزیل عدد صریح لا یحتمل التاویل الا قوله تعالی ومن الارض
مثلهن وقد اختلف فیه فقیل ای فی العدد لان الکیفیة والصفة مختلفة بالمشاهدة والاخبار فتعین العدد
وقیل مثلهن ای فی الغلظ وما بینهن وقیل هی سبع الا انه لم یفتق بعضها عن بعض قال الماوردی والصحیح
الاول وانها سبع کالسموات انتهی اور ثعلبی عرائس میں تحریر کرتے ہیں روی عن عبد اللہ بن عمر
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم انه قال بین کل ارض الی التی تلیها مسیرة خمس مائة عام وہی سبع
طبقات الارض الثانیة مسجن الریح ومنها تخرج الریاح المختلفة وفی الارض الثالثة خلق وجوههم کوجوه بنی آدم
وافواههم کافواه الکلاب ایدیهم کایدی الانس وارجلهم کارجل البقر وآذانهم کآذان البقر واشعارهم
کصوف الضان لا یعصون اللہ طرفة عین نهارهم لیلنا ونهارنا لیلهم والارض الرابعة فیها حجارة
الکبریت التی اعدها اللہ لاهل النار یسجر بها جهنم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم والذی نفسی بیده
ان فیها اودیة من کبریت لو ارسل اللہ فیها الجبال الرواسی لذاعت والارض الخامسة فیها عقارب
اهل النار والسادسة فیها دواوین اهل النار واعمالهم واسمها سجین والسابعة مسکن ابلیس وجنوده انتهی ملخصا

اور فاضل محمد بن احمد بن ایاس حنفی بدائع الدہور فی وقائع الدہور مین لکھتے ہین قال وہب
ابن منبہ لما خلق اللہ الارض کانت طبقۃ واحدۃ ففتقہا فصیرہا سبعا کما فعل فی السموات
وجعل بین الطبقۃ والطبقۃ مسیرۃ خمسمائۃ عام وہو قولہ تعالی ففتقناہما وجعلہا سبعا فکان اسم
الطبقۃ العلیا ادیما والثانیۃ بسیطا والثالثۃ ثقیلا والرابعۃ بطیحا والخامسۃ جبنا والسادسۃ
ماسکۃ والسابعۃ الثری وسکان الارض الثانیۃ امم یقال لہم الطمس وطعامہم من لحومہم وشرابہم
من دمہم والطبقۃ الثالثۃ سکانہا امم وجوہہم کوجوہ بنی آدم وافواہہم کافواہ الکلاب وایدیہم کایدی
بنی آدم وارجلہم کارجل البقر وعلی بدانہم شعر کصوف الغنم وہو لہم ثیاب والطبقۃ الرابعۃ سکانہا امم
یقال لہم الکلہام لیس لہم اعین ولا اقدام بل لہم اجنحۃ کاجنحۃ القطا والخامسۃ بہا امم یقال
لہم الخشن وہم کامثال البغال ولہم اذناب کل ذنب نحو ثلث مائۃ ذراع والسادسۃ بہا امم یقال
لہم الحشوم وہم سود الابدان ولہم مخالیب کمخالیب السباع ویقال ان اللہ تعالی یسلطہم علی یاجوج
وماجوج حین یخرجون فیہلکہم والطبقۃ السابعۃ فیہا مسکن ابلیس وجنودہ من المردۃ والشیاطین
انتہی ملخصا و ثالثا معلوم کرنا چاہیے کہ جملہ طبقات باقیہ مین انبیا کا ہونا بھی ثابت ہی چنانچہ حدیث
مذکور کہ صحیح ہی دلالت کرتی ہی اور قرآن پاک مین ہی ولکل قوم ہاد یعنی ہر قوم کے واسطے ہادی
مبعوث ہوا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر قوم کے واسطے ایک راہ نما مقرر ہوا ہی پس ہرگاہ طبقات
باقیہ مین وجود مخلوقات الٰہی کا ثابت ہی اور کوئی مخلوق حق تعالی کی مہمل نہین چھوڑی گئی لابد ہی
کہ وہان بھی راہ نما ہون گے اور علامہ جلال الدین محلی کی تفسیر سے بھی یہ بات ثابت ہی کہ حضرت
جبریل طبقات باقیہ مین بھی وحی لے جاتے تھے چنانچہ تفسیر جلالین مین لکھتے ہین اللہ الذی خلق سبع
سموات ومن الارض مثلہن یعنی سبع ارضین یتنزل الامر الوحی بینہن بین السموات والارض ینزل
بہ جبرئیل من السماء السابعۃ الی الارض السابعۃ انتہی ہرگاہ یہ تین امر ذہن نشین ہو گئے اب سمجھنا چاہیے
کہ لفظ نبی کنبیکم سے اگرچہ یک یک نبی خاتم النبیین ہونا طبقات باقیہ مین ثابت لیکن اوسکا مثل
ہونا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے ثابت نہین ہو سکتا اسواسطے کہ کلام
عرب مین کاف تشبیہ کے واسطے مستعمل ہی اور تشبیہ مین لازم نہین ہی کہ مشبہ بہ مثل یا اقوی
مشبہ سے بلکہ کبھی تشبیہ ناقص کے ساتھ مجرد تفہیم کے واسطے ہوتی ہی قرآن پاک مین حق تعالی فرماتا

اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح اس آیت مین حق تعالی نے اپنے نور کو تشبیہ
دی ہی ساتھہ نور مشکوٰۃ کے اور ظاہر ہی کہ نور الٰہی بدرجہا اس نور سے اعلی واحسن ہی چہ نسبت
خاک را با عالم پاک پس لفظ بنی کنبیکم سے یہ امر ہرگز نہین ثابت ہی کہ خاتم الانبیا طبقات باقیہ کا
مثل خاتم الانبیا اس طبقہ کے ہی بلکہ یہ تشبیہ فقط تعلیم وتفہیم کے واسطے ہی اس غرض سے کہ
جس طرح سے یہ خاتم الرسل اس طبقہ مین ہی اسیطرح سے ایک ایک خاتم ہر طبقہ مین ہی نہ یہ کہ وہ
خاتم مثل اس خاتم کے ہی بلکہ اگر غور کیا جاوے تو اسی حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ خاتم مثل
ہمارے خاتم الانبیار کے نہین ہی کیونکہ اسی حدیث مین لفظ آدم کا وکم بہی وارد ہی اس سے معلوم
ہوتا ہی کہ مخلوقات طبقات باقیہ کے اولاد ہمارے آدم کی نہین ہین بلکہ دوسرے آدم کے
اور تمام کتب عقائد مین یہ امر مصرح ہی کہ اولاد آدم این عالم تمام مخلوقات سے حتی کہ ملائکہ سے بہی
افضل ہی اور یہ آیہ ولقد کرمنا بنی آدم سے یہ امر مفہوم ہوتا ہی کیونکہ تمام مفسرین اور علما کا اتفاق ہی
اس امر پر کہ مراد آدم سے اس آیت مین ہمارے آدم ہین نہ آدم طبقات باقیہ بلکہ تمام انبیا کہ قرآن
پاک مین اونکا ذکر ہی اونسے مراد انبیار اسی طبقہ کے ہین نہ انبیاء طبقات باقیہ کے اور حدیث
صحیح مین وارد ہی انا سید ولد آدم ولا فخر اور دوسری حدیث مین وارد ہی انا اکرم الاولین والآخرین
اب یہان سے دو مقدمے ممہد ہوئے اول یہ کہ ہمارے خاتم الانبیار تمام اولاد آدم سے
افضل ہین دوسرے یہ کہ اولاد آدم اس عالم کے تمام مخلوقات سے افضل ہی بعد ترکیب ان دونون
مقدمون کے نتیجہ نکلا ہمارے خاتم الانبیار افضل ہین تمام مخلوقات سے پس مماثلت خاتم الانبیا
طبقات باقیہ کے ساتھہ ہمارے خاتم الانبیاء کے کیسی ثابت ہوگی علاوہ یہ ہی کہ مماثلت
مین اتحاد ماہیت واتحاد قسم ضرور ہی اسی واسطے انسان انسان کے مماثل کہلاتا ہی اور انسان جن
یا فرشتہ کے مماثل نہین کہلاتا ہی اور عبارت بدائع الدہور وغیرہ سے جو سابقا منقول ہوئی
معلوم ہوتا ہی کہ مخلوقات طبقات باقیہ اس مخلوقات کی صنف سے نہین ہی اور یہ امر نصوص قطعیہ
سے ثابت ہی کہ نبی ہر قوم کا اوسی قوم کی صنف سے ہوتا ہی تا امت اوسکے ساتھہ ارتباط پیدا
کرے اور اوسکی متابعت کرے اسی واسطے بنی آدم پر کوئی نبی قسم جن یا از قسم ملائکہ مبعوث
نہین ہوا پس ضرور ہی کہ انبیار مخلوقات طبقات باقیہ کے اونہین کی صنف سے اور اونہین کی

جنس سے ہون گے اور ہمارے خاتم الانبیا ہماری جنس سے ہین پس دونون خاتم مین مماثلت
کہ عبارت ہی اتحاد صنف وصفات سے کیونکر ہوگی آرے اسقدر مین دونون شریک ہین کہ ہمارے
نبی خاتم انبیا اس طبقہ کے ہوئے اور طبقات باقیہ کے خاتم اپنے اپنے طبقات کے خاتم ہوئے
لیکن مجرد اس شرکت سے مماثلت کا اطلاق درست نہین ہی الحاصل حدیث مذکور صحیح ہی اور عقیدہ
موجود ہونے امثال خاتم الانبیا افضل مخلوق اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا باطل ہی اور اس
حدیث سے ہرگز ثابت نہین ہوتا ہی بلکہ عدم مماثلت اس سے ثابت ہی مقام افسوس وتعجب
ہی کہ از زمان وجود نبوی تا این جز زمان مدت قریب تیرہ سو کے گذرے اور اس مدت
مین صدہا فقہا اور محدثین اور ہزارہا علما اور صحابہ اور تابعین کی نظر سے حدیث مذکور گذری
مگر کسیکے خیال مبارک مین موجود ہونا امثال نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا نہ آیا آیا تو اس صاحب
عقیدہ کی خاطر عاطر مین آیا انا للہ وانا الیہ راجعون لقد صدق رسولنا صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ وسلم بدء الدین غریبا وسیعود غریبا ناز م برین عقل و دانش اگر شیوع جہل کی یہی
کیفیت رہی دیکھا چاہیے کہ کیسے کیسے عقائد فاسدہ احادیث صحیحہ سے افہام ناقصہ مستنبط
کرینگے اور کیا کیا فساد اس عالم مین برپا کرینگے والی اللہ المشتکی ومنہ البدء والیہ الرجعی
ہذا ما خطر بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال حررہ الراجی عفو ربہ القوی المتعوذ من شرور
اصحاب الطغیان والغی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی ۵

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

واقعی موجود ہونا امثال حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا عالم مین بمعنی
مذکور کے باطل ہے اور یہ عقیدہ خلاف اہل سنت وجماعت کے ہے اور دلیل مین جو
حدیث پیش کرتا ہی بحسب قول حاکم کے صحیح ہی لیکن اوس سے یہ عقیدہ ثابت نہین
واللہ علیم حررہ ابو الاحیاد محمد نعیم عفی عنہ

حدیث مذکورہ صحیح و معتبر ہی اوس سے جو عقیدہ مدعی نے استنباط کیا ہی وہ باعث کم علمی و نافہمی کا ہی اور محض خلاف عقائد اہلسنت وجماعت کے ہی اوسکا جواب جو اخی معظم برادر مکرم مولوی محمد عبد الحی صاحب نے تحریر فرمایا ہی کافی ووافی ہے اوسیکے موافق عقیدہ رکھنا چاہیے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفرلہ اللہ الرحیم ابن مولانا مولوی علی محمد مرحوم ومغفور فقط

محمد ابراہیم

ہو الموفق للحق

للہ در المجیب حیث اتے بجواب رائق عجیب فے الواقع در تشبیہ مشارکت مشبہ ومشبہ بہ در نفس وجہ می باشد نہ در امور دیگر مثلاً در زید کالاسد مشارکت در شجاعت است بس وازان مماثلت زید واسد در ذات وصفات دیگر لازم نمی آید فہکذا فیما نحن فیہ واللہ اعلم کتبہ العبد الاثم الاواہ محمد سعد اللہ عفی اللہ عنہ

الجواب صحیح والرای صائب نجیح ۵

شریعت رسول اللہ جا خادم قاضی و مفتی محمد سعد اللہ سنہ ۱۲۷۸ ہجری

سمیع اللہ ابن مفتی ۱۲۸۱ لطف اللہ
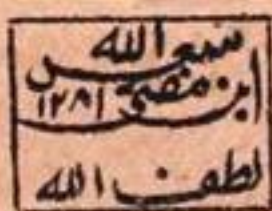
ہو الموفق

یہ جواب مشتمل ہی اوپر غایت تحقیق اور توضیح اور تفصیل مفید کے فسلمہ اللہ تعالی وابقاہ اور فی الواقع غرض کاف سے بیچ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بی تشبیکم فقط توضیح اور تبیین ہی نہ مماثلت بیچ جمیع صفات کمالیہ مختصہ بذات شریف کے کیونکر ہو اور حال آنکہ یہ مخالف ہی اکثر

احادیث صحیحہ کے کہ دلالت کرتے ہین اوپر اختصاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ
ان صفات کے اور بھی اگر خاتم الانبیا ہر ہر طبقہ کا ساتھ جمیع صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے متصف ہو تو منجملہ ان صفات کے آپ کے ایک صفت یہ ہو کہ آپ طبقۂ فوقانی کے
خاتم الانبیا ہین پس چاہیے کہ وہ بھی اسی طبقہ فوقانی کا خاتم الانبیا رہو ہذا باطل قطعاً اور
تفسیر نیشاپوری سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ بعضون کے نزدیک طبقات سبع زمین کے ثابت
نہین تو خواہ مخواہ حدیث مذکور نزدیک ان لوگون کے ماوّل ہوگی وہذہ عبارتہ ظاہر
الآیۃ تدل علی ان الارض متعددۃ وانہا سبع کالسموات وذہب بعضہم الی ان قولہ سبحانہ
مثلہن فی الخلق لا فی العدد وقیل ہن الاقالیم السبعۃ والدعوۃ شاملۃ لجمیعہا وقیل انہا سبع
ارضین بین کل واحد مسیرۃ خمس مائۃ عام کما جاء فی کل ارض منہا خلق وفی کل منہا آدم
وحوا ونوح وابراہیم وہم یشاہدون السماء من جانب ارضہم ویستمدون الضیاء منہا وجعل اللہ لہم
نوراً یستضیئون بہ وذکر الثعلبی فی تفسیرہ فصلاً فی خلائق السموات والارضین واشکالہم
واسمائہم اضربنا عن ایرادہا لعدم الوثوق بسبیل تلک الروایات انتہی مگر قول بوجود طبقات
ہفتگانہ زمین کے اور موجود ہونے خلائق کے بیچ ہر طبقہ اور آدم اور نوح اور ابراہیم
وغیرہم کے سوق آیت اور حدیث صحیح سے اظہر ہو اور جواب مجیب سلمہ اللہ تعالی
واسطے اوسکے شافی اور کافی ہو واللہ اعلم کتبہ العبد العاصی الآسی انور علی عفی عنہ

تمت

خاتمۃ الطبع للہ الحمد والمنہ کہ بفقد منہ حدیث چھ مثل آنحضرت کے ایک استفتا ہی دستخطی علمائے
متبحرین وفقہاء محدثین ومجتہدین محققین حاکمان شرع مبین مفتیان احکام دین کا واسطے ہدایت مومنین کے بمطبع
شوکت اسلام مقام لکھنؤ مین شیخ وزیر علی مالک مطبع موصوف کے اہتمام سے چھپکر مطبوع طبایع خاص عام ہوا فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد المن علمنا مالم نعلم وصلوۃ علی رسولہ المکرم وعلی آلہ وصحبہ ذوی الہمم اما بعد کہتا ہی بندہ گنہگار امیدوار رحمت پروردگار محمد عبد العزیز ابن عبد القادر القنوجی کان اللہ لہما تلمیذ مولانا الحاج الحافظ ابو الحسنات محمد عبد الحی ادام فیضہ العلی کہ اس زمانے مین شیوع جہل اسقدر ہو گیا کہ تمام اکناف دیار واطراف امصار اصناف جہل سے پر ہو گئے اور فقدان علم اس مرتبہ پونہچا کہ ارباب اذہان واصحاب معان مفقود الخبر ہو گئے علی الخصوص فن حدیث کہ عوام وخواص اسکو نہایت آسان سمجھنے لگے اور باطن نظر کو چھوڑ کے ظاہر نظر پر چلنے لگے اور بعضے اس فن کو بیفائدہ جاننے لگے بلکہ اسکی تحصیل کو تضییع عمر سمجھنے لگے کسی کے گمان مین یہ ہی کہ ہمکو درمختار وعالمگیری کافی ہی وجامع الرموز ورد المحتار وافی ہی جو مسئلہ ان کتب مین اور امثال اسکے مین ہی وہی صحیح ہی اگرچہ حدیث صحیح اوسکے خلاف وارد ہی کسی کے اعتقاد مین یہ ہی کہ جو حدیث صحاح ستہ مین ہو وہ مقبول ہی اور جو انمین نہین ہی بلکہ اور جوامع ومسانید مین ہی وہ غیر مقبول ہی کسی کا بوقت مذاکرہ حدیث یہ کلام ہی کہ ہمکو کتب فقہ سے غرض ہی حدیث سے کیا کام ہی کوئی مدار صحت حدیث صحاح مشہورہ کو سمجھتا ہی اور ماورا کو غیر صحیح جانتا ہی یہ سب آرا جادۂ اعتدال سے متجاوز ہین اور محل توسط وخیریت سے منحرف ہین اللہم تجنبا منہا ولا تزغ قلوبنا بعد ما صرفتنا عنہا اور اعلی ترین قبائح وشنائع جو اس زمانے مین پراگندہ ہین یہ ہی

کہ علماے زمان اپنی تصانیف مین طریق مناظرہ کو چھوڑ کے مسلک جدال و عناد اختیار کرتے ہین
اور طریقہ التوسط سے کنارہ کشی کر کے سبیل فساد پر چلتے ہین ایک دوسرے کو اپنے رسائل مین
شیطان و دجال بناتا ہی جو چاہتا ہی وہ کہہ سناتا ہی ہر گاہ علما کی یہ کیفیت ہی جاہلون پر کیا تشنیع
کرین اور جب ارباب فضل کی یہ شان ہو ارباب جہل کو کیا کہین قبل ازین مولوی محمد بشیر صاحب
سہسوانی نے ایک رسالہ مسمی بالقول المحقق المحکم فی زیارۃ قبر الحبیب الاکرم تصنیف کر کے شائع
فرمایا اور اوسمین استحباب زیارت قبر نبوی کو طرف جمہور حنفیہ کے منسوب کیا اور احادیث زیارت
پر حکم غیر معتبر ہونیکا دیا چونکہ یہ تحریر اونکی حیز توسط سے خارج ہو گئی بنظر احقاق حق و ابطال باطل
کی ایک تحریر اونکے جواب مین کی گئی نام اوسکا الکلام المبرم فی نقض القول المحقق المحکم رکہا گیا اور
اوسمین طریقہ مناظرہ اختیار کیا گیا اب بعد عرصہ دراز کے مولوی صاحب موصوف متوجہ اوسکی
رد کی طرف ہوئے اور ایک رسالہ مسمی بالقول المنصور فی زیارۃ سید القبور تالیف کر کے مطبوع کرایا
اور اوسمین طریقہ مجادلہ و مکابرہ کو اختیار فرمایا صاحب کلام مبرم کی شان مین کلمات ناملائمہ جو شان
علما سے بعید ہین تحریر کیے اور فقہاء کبار اولی الایدی والابصار پر الفاظ طعن کے ثبت کیے
سابقا مسموع ہوتا تہا کہ مولوی صاحب موصوف داب مناظرہ سے خوب واقف ہین اور فن حدیث
واسماء رجال وغیرہ مین متبحر ہین لیکن اس رسالہ نے اوسکے خلاف ظاہر کیا بچند وجوہ اول اینکہ
سابقا اس امر کے قائل ہوئے تہے کہ بعض فقہاء وجوب کی طرف بہی گئے ہین اور اس رسالہ مین اوس سے
اعراض کر کے استحباب پر اجماع نقل کیا اور اپنے زعم مین اوسکو نہایت صحیح و درست سمجہا اور یہ
خیال نہ فرمایا کہ مراد مذہب سے جن کتب مین اوس پر اجماع منقول ہی مطلق طاعت ہی نہ استحباب جو مقابل
وجوب و سنت ہی دوم اینکہ قول سنیت سے انکار بحت فرمایا اور یہ تحریر کیا کہ سنت موکدہ ہونے
زیارت کی کسی نے تصریح نہین کی اور شرح مواہب کو بہی جو متداول بین الناس ہی معاینہ نہ کیا
سوم اینکہ باب تاویل کو ایسا مفتوح کیا کہ قول وجوب و سنیت کو بہی راجع طرف استحباب کے کیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اگر
ایسا ہی باب تاویل مفتوح ہو جاویگا تمام نظام شریعت تہ و بالا ہو جاویگا چہارم اینکہ متعدی لازم کے معنی مین فرق نہ کیا
اور جفانی کو جو حدیث من حج ولم یزرنی فقد جفانی مین وارد ہی مثل جفا کا جو حدیث من اذن [illegible] جفا مین ہی تصور کیا پنجم
اینکہ عبارات کی نقل مین ایسا باب تصرف کو گردانا کہ کسی ذی علم نے اوسکو بہتر جانا جو عبارتین اونکے مدعی کے موافق تہین اونکو نقل کیا

اور جو عبارتین احقاق حق کی تهین اونکو چهوڑ دیا ششم اینکه قول قریب واجب کو جو باب زیارت
مین بعض فقہاء کے کلام مین وارد ہی سابقا مثل وجوب سمجها اور اس رسالہ مین جا بجا اوسکو استحباب
پر محمول کیا ہفتم اینکه جرح رواة حدیث مین سعی بلیغ فرمائی اور عدم مقبولیت جرح مبہم جو تمام کتب مین
منقول ہی نظر مین نہ آئی ہشتم اینکه جرح کے مقدم ہونیکو تعدیل پر اختیار کیا اور جو مذہب جمہور
محدثین کا ہی اور کتب اصول حدیث مین مسطور ہی اوسکو چهوڑ دیا نہم اینکه جہان کلام مبرم مین
نقل عبارات مین بقدر ضرورت اختصار ہوا تها اوسکو عین تحریف تصور کیا اور تحریف کو صاحب کلام
مبرم کی طرف بیباک ہوکر منسوب کر دیا وکم من فرق بینہما دہم اینکه فقہاء معروفین کو مجہولین اور محدثین
متشددین کو غیر متشددین اور غیر متساہلین کو متساہلین بنایا اور وعید سوء ظن و افترا سے کچه خطر
نہ فرمایا ان امور سے اور امثال انکے جو ناظر رسالہ پر مخفی نہ رہینگے حال کمال استعداد و فطانت و مبلغ
علم و ذکاوت مولوی صاحب موصوف کا واضح ہو گیا اور چونکہ ایسے امور کے سبب سے عوام فتنہ مین
پڑ گئی اور خواص متردد و متحیر ہو گئے اس سبب سے جواب اوس رسالہ کا تحریر کرنا ضرور ہوا بنا بر علیہ
ایک رسالہ مسمی بالکلام المبرور فی رد القول المنصور ایک مہینے سے کم مین باوجود
اشغال کثیرہ و عوائق عدیدہ کے تحریر کیا گیا اور اوس مین قول مولوی صاحب ممدوح بلفظ قال
اور جواب اوسکا بلفظ اقول لکھ کے احقاق حق کیا گیا اور ترتیب اوسکی ایک مقدمہ اور دو باب پر ہوئی
امید ناظرین بانصاف سے یہ ہی کہ اس رسالہ کو بنظر غائر ملاحظہ کرین اور باطل کو حق سے اور حق کو باطل سے
متمیز کرین وہذا اوان الشروع فی المقصود متوکلا علی واہب الکرم و بوجود مقدمہ مخفی نرہے کہ باب زیارت
قبر نبوی مین تین اقوال ہین ایک یہ کہ مستحب ہی اور اس قول کو فتاوی عالمگیری وغیرہ مین بلفظ
قال مشایخنا نقل کیا لیکن اوس سے یہ نہین مفہوم ہوتا ہی کہ یہ قول جمہور حنفیہ کا ہی کیونکہ جمع معرف بالاضافت
نص عموم مین نہین کما یفہم من المطول وغیرہ دوسرے یہ کہ سنت ہی اور اس قول کو شرح مواہب مین
جمال الدین مالکی سے اور شفاء الاسقام مین نجم الدین حنبلی سے نقل کیا ہی تیسرے یہ کہ واجب ہی اور جو لوگ
قریب واجب لکھتے ہین اوسکا مرجع وجوب کیطرف ہی اور اس قول کو ائمہ مالکیہ سے ابو عمران نے
اور ائمہ شافعیہ سے ابن حجر مکی و قسطلانی نے اور ائمہ حنفیہ سے شارح مختار و صاحب مجمع الانہر
و طرابلسی و شرنبلالی و صاحب خزانۃ المفتین و کرمانی و صاحب لباب المناسک وغیرہ نے اختیار کیا

اور ابن ہمام اور صاحب منح الغفار اور صاحب سنن الہدی وغیرہ نے اس قول کو نقل کر کے سکوت کیا چنانچہ
عبارات ان سبکی کلام مبرم مین منقول ہین اور ایک عبارت ابن حجر مکی کی اس مقام پر جو کلام مبرم مین
منقول نہین ہی لکھی جاتی ہی کہ جس سے صاف ترجیح قول وجوب مفہوم ہوتی ہی و علم مما ذکر ان ترک الصلوۃ
علیہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وترک زیارتہ مع القدرۃ علیہما متساویان فی ان کلا منہما جفاء لہ صلی اللہ علیہ وسلم
وان جمیع ہذہ الاوصاف القبیحۃ الشنیعۃ التی ثبتت لتارک الصلوۃ علیہ عند سماع ذکرہ یخشی ان یثبت نظیرہا
لتارک الزیارۃ فیخشی علیہ ان یکون خفی رغم الانف مستحقا دخول النار بعیدا من اللہ ورسولہ مدعوا علیہ من
جبرئیل ومن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بذلک باخسا بخیلا ملعونا لا دین لہ لا یری وجہ نبیہ فیتحتم ذلک علی من حفظ دینہ
من تہاون فی ترک الزیارۃ مع قدرتہ علیہا لعلہ یکون حاملا لہ علی التنصل من ہذہ القبائح والرجوع الی اللہ
بترک جفاء نبیہ الذی ہو وسیلتہ ووسیلۃ سائر الخلق ولقد شاہدنا کثیرین ترکوا الزیارۃ مع القدرۃ علیہا فاذاقہم
اللہ بذلک ظلمۃ محسوسۃ علی وجوہہم وفترۃ عن الخیرات قطعتہم عن عبادۃ اللہ وشغلتہم بالدنیا الی ان ماتوا وکثیرین
غلبت علیہم مظالم الناس الی ان منعوا منہا قہرا ولقد اخبرت عن بعضہم من اہل مکۃ انہ کلما اراد ان یتجہز لہا منعہ عائق
فلا زال الناس یوبخونہ بترک الزیارۃ الی ان اخذ فی اسبابہا فتجہز واخذ جمیع اہلہ وقال لہم اخرجوا قبلی وانا الحقکم فلما جہز
مرکوبہ واراد ان یرکبہ سلط اللہ علیہ صب الدم بکثرۃ فاحشۃ فتخلف وذہب اہلہ للزیارۃ وعادوا وقد عوفی ثم تجہز
الی ان مات من غیر زیارۃ لما انہ حقت علیہ کلمۃ الخسران انتہی اور دلیل قول وجوب کی حدیث من حج ولم
یزرنی فقد جفانی ہی جو ایک طائفہ محدثین کی نزدیک قابل احتجاج ہی اور اسیکی طرف بحر العلوم ارکان اربعہ مین
اشارہ کر کے لکھتے ہین ینبغی لمن حج ان یتوجہ بعد الفراغ من الحج الی المدینۃ لیزور قبر المصطفی لئلا یکون ممن حج
وجفا انتہی اور اسیوجہ سے محدثین اون لوگون کو جو زیارت کو نہین گئے طعن کرتے ہین چنانچہ ذہبی کتاب العبر باخبار من
غبر من وقائع سنہ ۷۰۰ مین لکھتے ہین وماتت فیہا العارف الکبیر نجم الدین عبد اللہ بن محمد الاصبہانی الشافعی تلمیذ الشیخ ابی العباس المرسی
عن ثمان وسبعین سنۃ جاور بمکۃ وما زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی اور یہ قول اگرچہ نظر عوام و بعض خواص مین
نہایت مستبعد معلوم ہوتا ہی لیکن بعد قابلیت احتجاج ہونے اوسکے کے یہ استبعاد مرفوع ہو جاتا ہی اور نہ خیال کرنا
چاہیے کہ فتوی ساتھ اس قول کے مخالف ہی فقہاء کے کیونکہ ایک طائفہ فقہاء مذاہب اربعہ کا اس طرف بھی گیا ہی
اور دعوی اس امر کا کرنا کہ جمہور حنفیہ استحباب کیطرف گئے ہین مطالب بالدلیل ہی کسی لفظ صریح سے نسبت اس قول کی
طرف جمہور کے نہین معلوم ہوتی ہی اور دعوی اجماع کا کرنا استحباب پر محض غلطی ہی چنانچہ تحقیق ان سب امور کی اور امور ضروریہ

متعلقہ کی عنقریب ظاہر ہوتی ہو انشاء اللہ تعالے باب اول رد مین اون اقوال کے جو مولوی محمد بشیر صاحب نے دیباچہ
قول منصور مین اور اوسکے باب اول مین واقع ہوئے ہین اربابِ انصاف کو چاہیے کہ تامل وافی فرما کے
ملاحظہ کرین کہ مولوی صاحب موصوف نے اس باب مین کیا کیا استعداد ظاہر کی ہو اور بیہودہ استعداد
ایک آن مین کسطرح سے مثل غبار منتشر کے ہوگئی قال سلمہ اللہ تعالی اما بعد جاننا چاہیے کہ ایک سالہ
مولفہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی کہ محمد عبد الجبار کے نام سے لکھا گیا ہو اور موسوم بالکلام المبرم فی
نقض القول المحقق المحکم ہو نظر سے گذرا کمال تعجب پیدا ہوا کیونکہ پہلے یہ مسموع ہوا تھا کہ مولوی صاحب
موصوف کو نسبت سائر علماے فرنگی محل کے علوم دینیہ کے ساتھہ زیادہ مناسبت ہو اور حلیہ تقوی و دیانت
و تہذیب سے محلی ہین لیکن اس سالے نے اوسکے خلاف ظاہر کیا ایک نمونہ تقوی یہ ہو کہ رسالہ آپ تالیف
کر کے محمد عبد الجبار کی طرف منسوب کیا اور وعید کذب سے کچھ اندیشہ نہ فرمایا اور شمۂ دیانت یہ ہو کہ نقل عبارات
مین تحریف اختیار کی اور تہذیب کے یہ کیفیت کہ اس سالہ مین ایسے کلمات تحریر فرمائی کہ شرفاء اہل علم کی
شان سے از بس بعید ہین اگر بفحواے آیہ کریمہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل جواب ترکی بترکی
دیا جاتا تو مضائقہ نہ تہا لیکن بمقتضاے ولمن صبر وغفر فان ذلک من عزم الامور صفح جمیل مناسب معلوم ہوا
اقول علماے قدیم وجدید کا شرقاً وغرباً یہ دستور رہا کہ اپنے تلامذہ کا نام اپنی تصانیف مین درج کرتے ہین
اور بزبان حال تلامذہ خصوم سے گفتگو کرتے ہین اور سر اسمین یہ ہو کہ حال مثل مقال کے گویا سمجھا جاتا ہی اور حالی
مثل مقالی کے تصور کیا جاتا ہی اور ظاہر ہی کہ حال تلمیذ موافقت استاذ ہی پس مقال استاذ بعینہ مقال تلمیذ
ہی بنا بر علیہ ایسی نسبت داخل کذب نہین ہوسکتی اور شرعاً کوئی قباحت اسپر عائد نہین ہوتی نظیر اسکی بحث
نطقت الحال ہی جو کتب معانی و بیان مین مفصل ہو و دواوین شعراء متقدمین اور مقامات بلغاء متجرین مین ملاحظہ کیجیے
اور کذب لغوی کو صدق سے تمیز فرمائیے خود اپنے حال کو اور تقوی کو یاد کیجیے کہ مقابلہ مولوی امیر احمد صاحب سہسوانی کے اپنے بعض
تلامذہ کے نام سے آپ نے تحریر کی تھی اور مقابلہ بعض اخیار الہ آباد کے آپنے تلمیذ کے نام سے تقریر کی تھی فیا
ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون اور نسبت تحریف کے اور
کلمات واہیہ کے صاحب کلام مبرم کی طرف بہتان ہی کلام مبرم مین نہ کہین تحریف ہو اور نہ کوئی کلمہ خلاف
شان ہو کما سیتضح عنقریب علی کل لبیب واریب بلکہ یہ امر معکوس آپ ہی پر ہی کہ آپ نے اس سالہ کی صفحہ
مین ایک عالم کے تقوی پر اعتراض کیا اور وعید سوء ظن سے ہرگز خوف نہ کیا اگر بمقتضای کلمتین بہتان تعرض

بلیغ کیا جاتا تو مضائقہ نہ تھا لیکن باقتضاے حدیث لا تکونوا لعنا اعراض مناسب علوم ہوا قال مخفی
نرہی کہ زیارت قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم مین تین اقوال ہین ایک استحباب دوسرے سنت موکدہ
تیسرے وجوب اور جو لوگ کہ قریب بواجب لکھتے ہین تو مرجع اوسکا یا سنت موکدہ کیطرف ہی یا استحباب
کی طرف اقول رجوع قول قریب واجب طرف سنت یا استحباب کے مخدوش ہی اسوجہ سے کہ جو شی ایک شی
کے قریب ہو اوسکا حکم اوسی شی کا ہوتا ہی نہ اوسکی ماتحت کا اور کسی فقیہ نے قریب واجب کا اطلاق مستحب پر نہین کیا
بلکہ فقہا نے اطلاق اوسکا البتہ واجب پر کیا ہی کما ستیضح عنقریب پس قریب واجب کا مرجع واجب کیطرف
ہوگا نہ سنت اور مستحب کی طرف اور خود آپ قول محقق محکم مین تحریر فرما چکے ہین کہ واجب کہنا اور قریب واجب
کہنا دونون قول متقارب ہین اور یہی لکھ چکے ہین کہ ظاہر ان دونون قول کی دلیل بہی ایک ہی ہوگی
یعنی وہ حدیث جسمین بہ نسبت تارکین کے لفظ جفانی آیا ہی اور یہ بہی لکھ چکے ہین کہ ایک کی تضعیف گویا
کہ دوسرے کی تضعیف ہی اور یہ بہی لکھ چکے ہین کہ طحطاوی اور شامی نے جو اقوال اون لوگون کے نقل کیے ہین
کہ قائل بوجوب یا قریب بوجوب کے ہین اس سے مقصود صرف بیان قول مرجوح ہی ان سب تحریرات الا سے ہویدا ہی
کہ آپ کے نزدیک بہی قریب وجوب حکم وجوب مین ہی اب بعد عرصہ دراز کے اوسکو سنت اور مستحب کیطرف
راجع کرنے لگے وہل ہذا الا تعارض محکم وتناقض مستحکم قال بالجملہ اس باب مین تین قول ہین اور راجح اور
لائق فتوی ان مین سے استحباب ہی بچند وجوہ اول یہ کہ یہ مذہب جمہور حنفیہ کا ہی اور اس امر کا ثبوت کئی
طرح ہی پہلے یہ کہ فتاوی عالمگیری وفتح القدیر اور ارکان اربعہ مین اس قول کی نسبت لفظ مشائخنا کا لکھا ہی
جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالی ان کتب کی عبارات منقول ہونگی اور قاعدہ اصول کا ہی کہ جمع معرف بغیر لام
فائدہ استغراق کا دیتی ہی توضیح مین مرقوم ہی والجمع المعرف بغیر اللام نحو عبید احرار عام ایضا لصحۃ الاستثناء
پس مراد اوس سے سب مشائخ ہونگے سوا اون بعض کے جنکا استثناء کتب فقہ سے ثابت ہوا اقول جمع مضاف
فائدہ استغراق کا اوسوقت دیتی ہی جب غرض اضافت سے استغراق ہو نہ مطلقا بدلیل اسکے کہ علماے معانی
وبیان بحث مسند الیہ مین اضافت کی فوائد سوا استغراق کے بہی لکھتے ہین چنانچہ علامہ سعد الدین
تفتازانی مطول مین لکھتے ہین وقد یکون الاضافۃ لاغنائہا عن تفصیل متعذر نحو اتفق اہل الحق علی کذا
او متعسر نحو اہل البلد فعل کذا اولانہ یمنع عن التفصیل مانع کتقدیم بعض علی بعض من غیر مرجح نحو حضر الیوم
علماء البلد وکالتصریح بذمہم واہانتہم نحو علماء البلد فعلوا کذا وکسآمۃ السامع او المتکلم نحو حضر اہل السوق

او تضمن الاضافة تحریضا علی اکرام او اذلال ونحوہما نحو صدیقک وعدوک بالباب ولافادۃ الاضافۃ
جنسیۃ وتعمیما انتہی ملخصا اس سے صاف ظاہر ہی کہ جمع مضاف مطلقا مفید استغراق نہین ہی بلکہ
کبھی اضافت واسطے اختصار اور دفع ترجیح بلا مرجح کے ہوتی ہی جیسے حضر الیوم علماء البلد اور ظاہر یہ ہی کہ
مشائخنا اسی قبیل سے ہی اور اصولیین کی مراد بھی یہی ہی کہ جب جمع مضاف باضافت استغراقیہ ہو تو وہ الفاظ
عموم مین معدود ہی نہ مطلق جمع مضاف قال دوم یہ کہ رد المحتار مین اس قول کی نسبت لفظ لاطلاق
الاصحاب موجود ہی اور الاصحاب جمع محلی باللام ہی اور وہ فائدہ استغراق کا دیتی ہی توضیح مین لکھا ہی ومنہا الجمع المحلی
باللام اذا لم یکن معہودا **اقول** خود صاحب رد المحتار نے شرح لباب اور حواشی منح سے قول وجوب کو اور فتح القدیر
اور شرح مختار سے قول قرب وجوب کو نقل کیا ہی پس اوسکے قول لاطلاق الاصحاب مین استغراق کیونکر مراد ہو سکتا
ہی کیونکہ جمیع اصحاب قائل استحباب نہین ہین بلکہ بعض وجوب کیطرف بھی مائل ہین جیسا کہ خود اوسکی
عبارت سے مفہوم ہی اگر یہ اختلاج ہو کہ جب استغراق جمیع اصحاب مراد نہوا تو ہم اوسکو اکثر اصحاب پر محمول
کرینگے وہو مثبت للمرام تو اوسکو یون دفع کرنا چاہیے کہ جمع محلی باللام جب عہد مراد نہو موضوع ہی واسطے
استغراق جمیع افراد کے اور اکثر افراد اور اقل افراد اوسکے معنی مجازی ہین پس جب معنی حقیقی نہ بن سکے تو سب
مجازات متساویۃ الاقدام ہین بغیر قرینہ کے تعیین ممکن نہین اور ما نحن فیہ مین کوئی قرینہ اکثر پر حمل کرنیکا
موجود نہین علاوہ یہ ہی کہ محلی باللام مفید استغراق اوسوقت ہوتی ہی جب عہد نہ بن سکے جیسا کہ عبارت
توضیح کی مفید ہی اور عبارت رد المحتار مین عہد ممکن ہی اسطور سے کہ مراد اصحاب سے قائلین بالاستحباب
ہون قطع نظر اسکے کہ وہ اکثر ہون یا جمیع یا اقل پس عہد کو چھوڑ کے استغراق پر حمل کرنا خلاف اصول ہی
قال سوم جمہور مشائخ حنفیہ لکھتے ہین کہ اگر حج نفل ہو تو اختیار ہی چاہے ابتدا اوسکا حج کرے اور چاہے ساتھ زیارت
کے اور یہ بات متفرع ہی استحباب پر کیونکہ اگر زیارت واجب یا سنت موکدہ ہوتی تو تسویہ و تخییر کے کیا معنی بلکہ چاہیے
کہ ابتداء بالزیارت احسن ہوتی پس یہ مسئلہ صریح دلالت کرتا ہی اس امر پر کہ زیارت قبر نبوی کی نزدیک جمہور حنفیہ کے
مستحب ہی علی الخصوص اصحاب فتاوی عالمگیری اور صاحب فتح القدیر اور صاحب ارکان اربعہ اور صاحب در مختار بعد قول
استحباب کے قول وجوب یا قریب وجوب کو نقل کر کے یہ مسئلہ کہ متفرع ہی استحباب پر بیان کرتے ہین **اقول** متفرع ہونا
اس مسئلہ کا اوپر استحباب زیارت کے ممنوع ہی بلکہ قول وجوب پر یہ مسئلہ بھی مستقیم ہی اسوجہ سے کہ زیارت بر تقدیر وجوب
واجبات مطلقہ سے ہی نہ واجبات مقیدہ سے اور تخییر بین التطوع والواجب المطلق جائز ہی مثلا اگر کسی شخص پر حج [illegible]

واجب ہو بنذر مطلق غیر مقید بوقت معین اوسکو ہر وقت اختیار ہی کہ چاہے نفل ادا کرے یا نذر ادا کرے
اگر نذر مقید بوقت موسع ہو مثلا یون کہے للہ علی ان اصلی الیوم اربع رکعات اس صورت مین بہی اوسکو
اختیار ہی چاہے اوسدن اولا تطوعات ادا کرے اور چاہے نذر ادا کرے ہان اگر نذر مقید بوقت مضیق ہو
مثلا کہے للہ علی ان اصلی فی ہذا الوقت اربع رکعات اس صورت مین البتہ اوسکو تطوع کے مقدم کرنیکا
اختیار نہین ہی تا فوات واجب لازم نہ آوے و برین قیاس بہت مسائل ہین کما لا یخفی علی من فتح نظرہ اور
ظاہر ہی کہ زیارت قبر نبوی بر تقدیر وجوب واجب مقید بوقت مضیق نہین ہی بلکہ تمام عمر مین ایک بار جسمین چاہے
مین ہوا اوسکا ادا کرنا لازم ہی پس اس صورت مین حج تطوع اور زیارت مین تخییر درست ہی آپکی فہم عالی پر کمال
تعجب ہی کہ امر جلی بہی خیال نہ کیا آنحاصل یہ مسئلہ جمہور حنفیہ کا دونون قول پر مستقیم ہوسکتا ہی غایۃ ما فی الباب یہ ہی کہ
بعض حنفیہ نے مثل طحطاوی و شامی کے اسکو قول استحباب پر متفرع کیا ہی اس سے یہ نہین لازم ہی کہ زیارت قبر نبوی نزدیک
جمہور حنفیہ کے مستحب ہو جاوے قال اور صاحب رد المحتار نے جس مقام پر زیارت قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ و علی آلہ
وسلم کا نساء کے لیے ذکر کیا ہی وہان قول استحباب ہی کو اختیار کیا ہی اور قول وجوب اور سنت موکدہ کو غیر معتد بہ سمجھا
اس سے تعرض نہ کیا عبارت اوسکی یہ ہی بل تستحب زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم للنساء الصحیح نعم بلا کراہۃ بشروطہا
علی ما صرح بہ بعض العلماء اما علی الاصح من مذہبنا و ہو قول الکرخی و غیرہ من ان الرخصۃ فی زیارۃ القبور ثابتۃ للرجال
والنساء جمیعا فلا اشکال و اما علی غیرہ فکذلک نقول بالاستحباب لاطلاق الاصحاب انتہی اقول مستحب اور
مندوب کا اطلاق عرف فقہاء و اصولیین مین سنت موکدہ پر بہی آتا ہی چنانچہ تفتازانی نے تلویح مین اور
ملا خسرو اور چلپی نے حواشی تلویح مین اسکی تصریح کی ہی ان شئت فارجع الیہا پس شامی کا قول سنت موکدہ کو
غیر معتد بہ سمجھنا کہان سے ثابت ہوا کیونکہ جائز ہی کہ قول اوسکا تستحب اور قول اوسکا بالاستحباب محمول ہو اوپر
معنی عام کے کہ شامل ہو سنت موکدہ اور مندوب کو اور بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ استحباب عبارت رد المحتار مین
محمول ہی مقابل واجب و سنت موکدہ پر اختیار صاحب رد المحتار سے قول استحباب کو اختیار جمہور حنفیہ لازم
نہین قال اور جذب القلوب مین مرقوم ہی صحیح آنست کہ زیارت آن سرور و صاحبیہ مستحب است مر رجال
و نساء را عموما اقول حکم صحت اس عبارت مین متعلق ہی تعمیم کی ساتھہ نہ قول استحباب کے ساتھہ قال
وجہ دوم وجوہ ترجیح سے یہ ہی کہ امام ابو حنیفہ سے بہی درصورت نفل ہونے حج کے تخییر اور تسویہ منقول ہی رد المحتار
مین لکھا ہی قال فی شرح اللباب و قد روی الحسن عن ابی حنیفۃ انہ اذا کان فرضا فالاحسن ان یبدأ بالحج

ثم یثنی بالزیارة وان بدء بالزیارة جاز اذ یجوز تقدیم النفل علی الفرض اذا لم یخش الفوات بالاجماع اور اوپر معلوم ہو
کر تسویہ و تخییر متفرع ہی استحباب پر اقول یہ آپ ہی کو معلوم ہوا ہوگا ورنہ یہ مسئلہ منقولہ قول وجوب پر بہی
مستقیم ہی جیسا کہ سابقا مذکور ہوا پس انحصار اس مسئلہ کا استحباب پر باطل اور افترا ہی قال اور شیخ عبد الحق دہلوی
جذب القلوب مین لکھتے ہین زیارت آنحضرت نزد ابی حنیفہ از افضل مندوبات واوکد مستحبات است قریب بدرجہ واجبات
اگر کوئی شبہہ کرے کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ زیارت آنحضرت امام صاحب کے نزدیک قریب واجب ہی یعنی
سنت موکدہ ہوئی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ قریب بواجب نص سنت موکدہ ہونے مین نہین ہی پس امام کے نزدیک زیارت قبر
آنحضرت مستحب ٹہری اور ہرگاہ جس مسئلہ مین اختلاف صاحبین منقول ہوتا ہی تو فتوی امام صاحب کے قول پر دیا جاتا ہی جیسا
کہ در مختار مین لکھا ہی پس جسمین اختلاف صاحبین منقول نہین اوسمین بالاولی امام کے قول پر فتوی
دینا چاہیے اقول عبارت جذب القلوب کے موافق ہمارے مقصود کے ہی نہ مقصود مؤلف کی کیونکہ سابقا محقق
ہو چکا اور مؤلف بہی قول محقق محکم مین لکہہ چکے کہ واجب و قریب واجب دونون قول متقارب ہین اور
اول دلیل اسپر یہ ہی کہ فقہا بحث جماعت مین جماعت کو سنت موکدہ قریب واجب لکھتے ہین اور اوسپر احکام
واجب کے متفرع کرتے ہین مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین ہی الجماعة سنة موکدة ای قریبة من الواجب حتی لو ترکہا
اہل مصر یقوتلوا واذا ترکہ احد ضرب وحبس ولا یرخص لاحد ترکہا الا لعذر منہ المطر والطین والبرد الشدید انتہی
اور فصیح الدین شرح وقایہ مین لکھتے ہین الجماعة سنة موکدة ای قویة تشبہ الواجب لا یرخص ترکہا الا من عذر انتہی
اور شرنبلالی مراقی الفلاح مین تحریر کرتے ہین الصلوة بالجماعة سنة موکدة شبیہة بالواجب فی القوة انتہی
اور عمر حصری جواہر نفیسہ شرح درہ منیفہ مین تحریر کرتے ہین الجماعة سنة موکدة ای قویة تشبہ الواجب
فی القوة حتی استدل بملازمتہا علی وجود الایمان انتہی ان عبارات سے صاف ظاہر ہی کہ فقہا کے نزدیک قریب
واجب اور شبیہ واجب حکم واجب مین ہی اور ترک اوسکا بغیر عذر کے جائز نہین ہی جیسا کہ واجب کا ترک بغیر عذر
جائز نہین ہی اور وجود اوسکا علامات ایمان سے ہی جیسا کہ وجود واجب و فرض شعار ایمان سے ہی پس اسیطرح زیارت
قبر نبوی جب امام ابو حنیفہ کے نزدیک بمقتضا عبارت جذب القلوب کے قریب واجب کے ہوئی تو ترک اوسکا بغیر
عذر کے جائز نہوگا اور جو شخص بغیر عذر کے اوسکو ترک کریگا وہ مضروب و محبوس و مستحق تعزیر ہوگا اور یہی حکم واجب
کا ہی اور قریب واجب کو سنت موکدہ پر حمل کرنا یا مستحب اوس سے مراد لینا خلاف معقول و منقول ہی بلکہ خود مخالف
آپکے تحریر قول محقق کے ہی اور یہ دوسرا موضع ہی اون مواضع سے جنمین آپسے تناقض واقع ہوا اوسکو یاد رکہیے اور

[illegible]

اپنے قول سے رجوع کیجیے اب ہم معارضہ بالقلب کرتے ہین اور آپ کی تقریر کو معکوس کر کے کہتے ہین کہ جب وجوب
امام کے موافق عبارت جذب القلوب کے زیارت قبر نبوی واجب ٹھہری اور خلاف اس مسئلہ مین صاحبین کا
منقول نہین ہی تو امام کے قول پر فتوی دینا لازم ہوا کیونکہ جسمین امام و صاحبین کا خلاف ہوا و سمین بااقتضاے
عبارت درمختار فتوی قول امام پر دینا چاہیے پس جسمین اختلاف صاحبین منقول نہین بالاولی اوسمین
امام کے قول پر فتوی دینا چاہیے اور ہم آپ کے شکر گذار ہین کہ آپنے باب ترجیح قول وجوب مین ہماری مدد کی
کیونکہ سابقا کلام مبہم مین عبارات فقہا و درباب وجوب منقول ہوئی تہین مگر اونمین صاف امام اعظم سے تصریح
وجوب کی نہ تہی اور آپنے عبارت جذب القلوب کو پیش کر کے ہماری راے کو موثق فرما دیا فجزاکم اللہ جزاء خیرا
قال وجہ پنجم قول استحباب کی دلیل قوی ہی کیونکہ دلیل اوسکی احادیث صحیحہ ہین جو زیارت مطلق قبور پر دلالت
کرتی ہین اور دلیل وجوب حدیث جفانی وغیرہ جسکی موضوعیت کیطرف اکثر محدثین محققین گئے ہین اور
فتوی اوس قول پر چاہیے جو اقوی ہو از راہ دلیل کے درمختار مین مرقوم ہی وصحح فی الحاوی القدسی قوۃ المدرک
اقول جو احادیث کہ استحباب مطلق زیارت قبور پر دلالت کرتی ہین اونسے کہین نفی وجوب بعض افراد کی نہین
مفہوم ہوتی ہی اور حدیث جفانی کہ بنا بر تحقیق طائفہ محدثین قابل احتجاج ہی وجوب پر دلالت کرتی ہی پس اخذ
اوسکے ساتھ الیق ہی علی الخصوص جبکہ روایت وجوب کی امام اعظم سے بہی وارد ہو گئی غنیہ شرح منیہ مین ہی لاینبغی
ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ انتہی آپ دعوی کرنا اس امر کا کہ حدیث جفانی کو اکثر محدثین محققین
نے موضوع کہا ہی بلا دلیل ہی لازم ہی آپ پر کہ محققین محدثین کی فہرست مرتب فرمایئے اور ایک عدد معین پر ان کو
منحصر کیجیے بعد از ان اونمین سے اکثرون کی عبارات حکم موضوعیت کا معاینہ کرایئے اور بمجرد لیت و لعل قابل سماع
نہین ہان جبتک نفی الحقیقی یعمی یصم قال وجہ چہارم قول استحباب ارفق بالناس ہی بہ نسبت قول وجوب اور سنت
موکدہ کے اور ارفق بالناس لائق فتوی کے ہوتا ہی اقول اگر مراد یہ ہی کہ ہر ارفق بالناس لائق فتوی ہی تو غلط ہی
کیونکہ بعض ارفق کی دلیل مقدوح ہوتی ہی فتوی اوسپر کیونکر دے سکتے ہین اور خود آپ سابقا حاوی سے نقل کر چکے ہین
کہ فتوی قوی المدرک اور قوی الدلیل پر دینا چاہیے اور یہ تیسرا موضع ہی اون مواضع سے جہان آپ سے تعارض واقع ہوا
علاوہ ازین لازم آتا ہی کہ باب جماعت مین قول استحباب پر فتوی دیا جاوے کیونکہ وہی ارفق بالناس ہی بہ نسبت قول
سنت موکدہ اور وجوب کے لیس کذلک لما فی البحر الرائق الراجح عند اہل المذہب الوجوب نقلہ فی البدائع عن عامۃ
المشائخ انتہی اور امثال اسکے بہت ہین کہ اونمین ارفق بالناس ضعیف المدرک ہی فتوی دینا اوسپر کیونکر جائز ہی اور

موضع سوم از مواضع تعارض

اگر مراد یہ ہی کہ بعض مواضع مین رفق بالناس پر فتوی دینا چاہیے پس دلیل نادرست ہی کیونکہ شکل اول مین کلیت کبری
شرط ہی واذا فات الشرط فات المشروط قال وجہ پنجم یہ کہ جماہیر شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ کا یہی قول ہی جیسا کہ
ارکان اربعہ سے ظاہر ہوا اور سمہودی وفاء الوفا مین لکھتے ہین الحنفیۃ قالوا ان زیارۃ قبر رسول اللہ من
افضل المستحبات بل تقرب من درجۃ الواجبات وکذلک نص علیہ المالکیۃ والحنابلۃ اور ابن حجر نے کتاب الفوائد
مین لکھا ہی قال الرافعی فی اواخر باب الحج ویستحب ان یشرب من ماء زمزم وان یزور بعدہ قبر النبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم وقال فی الروضۃ استحبہ الغزالی ایضا وقال البغوی فی التہذیب فاذا حضر المدینۃ یصلی رکعتین ویعتکف
ساعۃ ویزور قبر النبی علیہ السلام وقال الشیخ محی الدین فی الاذکار اعلم انہ ینبغی لکل من حج ان یتوجہ لزیارۃ قبر النبی
علیہ الصلوۃ والسلام سواء کان ذلک طریقہ اولم یکن وقد صرح الشیخ موفق الدین باستحباب زیارۃ قبر النبی علیہ الصلوۃ
والسلام وصاحبیہ صرح بہ فی کتاب المغنی والکافی وصرح بہ ابو الخطاب فی کتاب الہدایۃ لہ فقال ویستحب للمجاور
بمکۃ واذا فرغ من الحج استحب لہ زیارۃ قبر النبی علیہ السلام وقبر صاحبیہ **اقول** یہ کلام مخدوش ہی بچند وجوہ
اول یہ کہ سابقا مولف نے عبارت ارکان کی یون نقل کی ہی اعلم ان زیارۃ قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
وسلم باتفاق مشایخنا الکرام وباتفاق الشافعیۃ والمالکیۃ وجماہیر الحنبلیۃ من اعظم المندوبات وانجح البرکات
وفی شرح المختار انہا قریبۃ عن الواجب لمن لہ سعۃ انتہی اس عبارت مین اتفاق شافعیہ ومالکیہ منقول ہی نہ قول
جماہیر شافعیہ ومالکیہ پس استناد مولف اس امر پر کہ قول استحباب قول جمہور مالکیہ وشافعیہ ہی ساتہ اس عبارت
درست نہین ہی کیونکہ مولف کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ بعض شافعیہ ومالکیہ قول وجوب کیطرف گئے ہین اور عبارت
ارکان سے اتفاق معلوم ہوتا ہی واین ہذا من ذاک دوسرے یہ کہ بحر العلوم قبل اس عبارت کے لکھتے ہین ینبغی لمن حج
ان یتوجہ بعد الفراغ من الحج الی المدینۃ لیزور قبر المصطفے لئلا یکون ممن حج وجفا انتہی اس سے ظاہر ہی کہ بحر العلوم قائل اسکے
ہین کہ جو حج کرے اور زیارت کو نہ جاوے وہ جافی ہی اور یہ خلاف مقصد مولف ہی اسوجہ سے مولف نے اس سے چشم پوشی کی
اور یہ اول موضع ہی ان مواضع سے جنمین مولف نے تقصیر کی تیسرے یہ کہ بحر العلوم بعد عبارت منقولہ مولف کے
لکھتے ہین ولا یحتاج فی ہذا الحکم الی دلیل الامر بعد التصدیق بانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الرسل ومن انکر ہذا کما نقل عن
ابن تیمیہ وتبعہ فقد سفہ نفسہ وانکر الواضحات الاسلامیۃ وجحد طریق الوصول الی البرکات العظیمۃ وبالجملۃ ان
انکار کون زیارۃ قبر الرسول من اعظم مہمات القربات والقول بانہ لا فائدۃ فیہا جہل عظیم وحرمان عن خیر عظیم وقول
من لا عقل لہ ولا ادب لہ وامثال ہذہ الاقاویل لا ینبغی ان یتفوہ بہا فضلا عن ان یظن بہا ومستند الالہام الحدیث الصحیح

لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام و مسجدی ہذا و المسجد الاقصی دلیل علی غایۃ جہل المستدل فان المعنی لا تشد الرحال للصلوۃ فی مسجد ما سوی ہذہ المساجد تھی اس سے معلوم ہوا کہ اعظم المندوبات سے مراد اعظم القربات ہی نہ مندوب جو مقابل سنت و واجب ہی کیونکہ انکار ابن تیمیہ کا جیسا کہ بعض کتب مین منقول ہی متعلق نفس قربت کے ساتھہ ہی نہ مندوب بمعنی اخص کے ساتھہ اور دلیل اول اسپر یہ ہی کہ بجز بعلوم اعظم المندوبات ہونے پر اتفاق شافعیہ و مالکیہ نقل کرتے ہین اور یہ ظاہر ہی کہ بعض شافعیہ و بعض مالکیہ وجوب کی طرف گئے ہین جیسا کہ مؤلف کو بھی اقرار ہی البتہ نفس قربت ہونے پر اتفاق شافعیہ و مالکیہ ہی پس لا بد ہی کہ اعظم المندوبات سے معنی عام لیے جاوین نہ معنی خاص اور یہ دوسرا موضع ہی اون مواضع سے جنمین مؤلف نے قطع و برید ہوئی فائدہ مخفی نہ رہے کہ مشہور یہ ہی کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منکر نفس قربت ہونے زیارت قبر نبوی کے ہین لیکن تلامذہ اونکی اسکا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ منکر نفس قربت ہونیکی نہین ہین بلکہ منکر قربت ہونے سفر کے واسطے زیارت کے بحدیث نہی شد رحال کے ہین اور اس مسئلہ مین اونکے بعض علماے شافعیہ بھی موافق ہو گئے ہین اگرچہ جمہور محققین اس مذہب کو رد کرتے ہین چوتھے یہ کہ استشہاد مؤلف کا عبارت سمہودی سے محض غلط ہی اسواسطے کہ سمہودی نے مالکیہ اور حنبلیہ و حنفیہ کے طرف قول قریب وجوب کو منسوب کیا ہی اور قریب وجوب حکم وجوب مین ہی جیسا کہ سابقا محقق ہو چکا پس جمہور مالکیہ و حنبلیہ اس عبارت سے کہان ثابت ہوا پانچوین یہ کہ عبارت رافعی اور نووی اور خطابی سے استحباب ہونے زیارت کا بعد حج کے ثابت ہوتا ہی اور یہ مسئلہ علیحدہ مختلف فیہا ہی نہ استحباب نفس زیارت پس استشہاد ان عبارات سے بھی درست نہین ہی چھٹے یہ کہ عبارت نووی مین جو لفظ ینبغی واقع ہی وہ نص استحباب مین نہین ہی کیونکہ عرف قدما مین ینبغی کا استعمال واجب مین آتا ہی جیسا کہ رد المحتار مین کتاب الجہاد مین ہی المشہور عند المتاخرین استعمال ینبغی بمعنی یندب ولا ینبغی بمعنی یکرہ تنزیہا وان کان فی عرف المتقدمین استعمالہ فی اعم من ذلک وہو فی القرآن کثیر کقولہ تعالی ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء وقال فی المصباح وینبغی ان یکون کذا معناہ یجب او یندب بحسب ما فیہ من الطلب انتہی

قال ششم یہ کہ کتب علما مین استحباب پر اجماع منقول ہی حاشیہ شامی مین مندوبی کی تحت مین مرقوم ہی ای بالاجماع المسلمین کما فی اللباب و جذب القلوب مین لکھا ہی زیارت حضرت سید المرسلین باجماع علماے دین قولا و فعلا از افضل سنن واکد مستحبات است و در سنن الہدی مین لکھا ہی اعلم ان زیارۃ النبی العربی القرشی المکی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سنۃ من سنن المسلمین مجمع علیہ مین علماء الدین اور شفاء قاضی عیاض مین ہی زیارۃ قبرہ علیہ السلام سنۃ من سنن المسلمین مجمع علیہا وفضیلۃ مرغب فیہا انتہی

اقول یہ مخدوش ہی چند وجوہ سے اول یہ نقل اجماع استحباب پر جس کتاب مین ہو مقبول نہین کیونکہ بعض مالکیہ و شافعیہ قائل وجوب کے ہین اور حنفیہ کے

مصرح ہین انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال دوسرے یہ کہ جس کتاب مین استحباب یعنی ندب پر اجماع
منقول ہی اوس سے مراد وہان ندب بالمعنی الاعم ہی یعنی بمعنی قربت مطلقہ نہ بمعنی ندب مقابل وجوب
وسنیت بدلیل اسکے کہ ناقلین اجماع خود ہی قول وجوب کو بھی نقل کرتے ہین چنانچہ صاحب جذب القلوب
نے اجماع اوپر افضل سنن اور اوکد مستحبات ہونے کی نقل کی اور پھر قول قریب واجب کو بھی نقل کیا ہی کما مر
سابقا تیسرے یہ کہ مراد سنت سے جو عبارت سنن الہدی اور شفا مین واقع ہی معنی لغوی ہی یعنی طریقہ
بقرینہ لفظ من سنن المسلمین کے نہ مستحب اور اطلاق سنت کا اس معنی پر شائع وذائع ہی چنانچہ ملا یعقوب بن
سید علی مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام مین لکھتے ہین اعلم ان المصنف یذکر السنۃ تارۃ حیث یقول ومن
السنۃ کذا وان الامر الفلانی سنۃ او نحو ذلک ویرید بہا سنۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وتارۃ اخری یذکر ویرید بہا
سنۃ اہل السنۃ والجماعۃ وتارۃ یذکرہا ویرید بہا سنۃ السلف الصالحین وتارۃ یذکرہا ویرید بہا سنۃ اہل الاسلام
ودین المسلمین وغیر ذلک فہذہ السنۃ بمعنی الطریقۃ انتہی چوتھے یہ کہ سنن الہدی مین بعد عبارت منقولہ کے لکھا
ہی وقال الکرمانی من اصحابنا الحنفیۃ انہا مندوبۃ وقریبۃ الی الواجب فی حق من کان لہ سعۃ علی ما یدل علیہ الاحادیث
انتہی بعد اسکے ابو عمرو سے اور ابن حجر سے بھی قول وجوب کو نقل کیا چنانچہ عبارت اونکی تمامہ کلام مبرور مین
مرقوم ہی اس عبارت مین جملہ علی ما یدل علیہ الاحادیث سے ظاہر ہی کہ صاحب سنن الہدی بھی مائل الی الوجوب کے
اور مراد سنت سے اونکے عبارت سابقہ مین طریقہ ہی نہ مندوب مصطلح اور چونکہ یہ عبارت مخالف مسلک مؤلف کے
تہی اسوجہ سے عبارت اولی پر اونہون نے اکتفاد کیا یہ تیسری جگہ ہی اون جگہون مین سے جہان مؤلف نے
قطع وبرید فرمائی قال جاننا چاہیے کہ سنت کا اطلاق جو ان عبارات مین زیارت پر کیا گیا وہ منافی
استحباب نہین ہی کیونکہ سنت کا اطلاق مستحب پر آتا ہی رد المحتار مین ابن عابدین مرقوم ہی قال فی الفتح
وحاصلہ تجویز اطلاق اسم المستحب علی السنۃ وعکسہ انتہی اقول سنت ان دونون عبارتون مین محمول ہی اوپر
طریقہ متعارفہ کے نہ اوپر مستحب کے کما مر علاوہ یہ ہی کہ سنت کا اطلاق واجب پر بھی آتا ہی زاہدی مجتبی شرح مختصر
قدوری مین تحت قول قدوری الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ کے لکھتے ہین اما اصحابنا فقد اختلفت الروایات عنہم فقیل انہا
واجبۃ وقیل سنۃ مؤکدۃ غایۃ التاکید قلت والظاہر انہم ارادوا بالتاکید الوجوب انتہی اور بحر الرائق مین ہی ذکر
صاحب البدائع وغیرہ ان القائل منہم ان الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ لیس مخالفا فی الحقیقۃ بل فی العبارۃ لان السنۃ المؤکدۃ
والواجب سواء خصوصا ما کان من شعار الاسلام انتہی اور صدر الشریعۃ شرح وقایہ مین اور ابن عابدین منحۃ الخالق مین

مصنف وشرط لہا شروط الجمعۃ وجوبا واداء کے لکھتے ہیں افاد ہذہ العبارۃ ان صلوۃ العید واجبۃ وہو روایۃ عن
ابی حنیفۃ وہو الاصح وقیل انہا سنۃ عند علمائنا فان محمدا قال عیدان اجتمعا فی یوم واحد فالاول سنۃ والثانی
فریضۃ فاجیب بان محمدا انما سماہا سنۃ لان وجوبہا بالسنۃ انتہی ہکذا فی الہدایۃ وحواشیہا اور اگر نظر وسیع کتب
فقہاء میں باب الاذان اور باب الجماعۃ کو ملاحظہ کیجیے گا صاف واضح ہوگا کہ اطلاق سنت کا وجوب پر عرف فقہاء
میں شائع ہے پس لفظ سنت کا جو عبارت سنن الہدی ورشفا میں واقع ہے اگر اس معنی پر محمول ہو کچھ نقصان نہیں
ہے اور حمل کرنا اوسکا مستحب پر خلاف سوق عبارات ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی تدبر قال اگر کہا جاوے
کہ جیسا اطلاق سنت کا مستحب پر آیا ہے ویسا ہی اطلاق مستحب کا سنت پر بھی آیا ہے پس جن عبارات میں لفظ
استحباب ہے اوسکو سنت موکدہ پر کیوں نہیں محمول کیا جاتا ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ قول بالسنۃ الموکدہ صراحۃ
کسی سے منقول نہیں ہے جیسا کہ ابھی اسکا حال منکشف ہوتا ہے بخلاف قول استحباب کے اقول انکار تصریح سنت
موکدہ کا کلیۃ غلط اسواسطے کہ بعض نے تصریح سنت موکدہ ہونیکی کی ہے منجملہ اونکے نجم الدین حنبلی ہیں کہ جنکا
ترجمہ سیوطی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں لکھتے ہیں نجم الدین ابو عبد اللہ احمد بن حمدان الحرانی الحنبلی
العلامۃ الکبیر شیخ الفقہاء مصنف الرعایۃ الکبری انتہت الیہ معرفۃ المذہب مات بالقاہرۃ فی صفر سنۃ خمس وتسعین
وستمایۃ انتہی چنانچہ تقی الدین سبکی شفاء الاسقام کے باب رابع میں لکھتے ہیں قال نجم الدین فی الرعایۃ الکبری ویسن لمن فرغ
من نسکہ زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وقبر صاحبیہ ولہ ذلک بعد فراغ حجہ وان شاء قبل فراغہ انتہی اور منجملہ اونکے شیخ ابو
الفقیہ جمال الدین بن عبد اللہ ہیں کہ جنکی وفات سیوطی نے سنۃ ثلاث وعشرین وثمانمایۃ لکھی ہے چنانچہ محمد بن عبد الباقی زرقانی
شرح مواہب لدنیہ میں تحریر کرتے ہیں وقد صرح الجمال الاقفہسی فی شرح الرسالۃ بانہا سنۃ موکدۃ انتہی قال اگر کوئی شبہ کرے کہ
اجماع کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ بعض واجب اور بعض سنت موکدہ کہتے ہیں تو دفع اسکا اسطور پر ہے کہ سنت موکدہ کہنا
تو صراحۃ کسی سے منقول نہیں ہے ہاں بعض مالکیہ سے جو قول بالوجوب منقول ہے اوسکی تاویل دیگر مالکیہ نے ساتھ سنت موکدہ
کے کی ہے جیسا کہ ابن حجر مکی ہیتمی منظوم میں لکھتے ہیں قال بعض المالکیۃ واجبۃ وقال غیرہ منہم یعنی من السنن
الواجبۃ انتہی اور قریب بواجب جن لوگوں نے لکھا ہے وہ بھی کچھ نص سنت موکدہ پر نہیں بلکہ قریب بواجب کا
حمل مستحب پر بھی ہو سکتا ہے البتہ وجوب بعض مالکیہ یعنی ابو عمران سے منقول ہے اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اور
لوگ جو وجوب کی طرف گئے ہیں وہ تقلید ابو عمران کی گئی ہیں لیکن یہ قول رافع اجماع نہیں ہو سکتا بچند
وجوہ اقول اس کلام میں چند مناقشات ہیں اول یہ کہ انکار تصریح سنیت قلت تتبع سے واقع ہے

کیونکہ سابق گذر چکا کہ نجم الدین اور جمال الدین نے تصریح سنت ہونے کی ہی دوسرے
یہ کہ ابن حجر کی تصنیف کا نام در منظم ہی نہ در منظوم تیسرے یہ کہ حمل کرنا قریب واجب کا
مستحب پر بعید عن الفہم ہی بلکہ قریب واجب حکم واجب مین ہی کما مر غیر مرۃ چوتھے یہ کہ ابو عمران
کے جو لوگ سابق مین وہ بہی قائل وجوب کے ہین مثلاً امام ابو حنیفہ جیسا کہ عبارت جذب القلوب سے ظاہر ہی
قال اول یہ کہ محتمل ہی کہ یہ قول مأول ہو جیسا کہ قاضی عیاض نے ابی عمرو کے قول مین تاویل کی ہی شفا قاضی
عیاض مین مرقوم ہی قال ابو عمرو انما کرہ مالک ان یقال طواف الزیارۃ وزرنا قبر النبی علیہ السلام لاستعمال
الناس ذلک بینہم بعضہم لبعض وکرہ تسویۃ النبی علیہ الصلوۃ والسلام مع الناس بہذا اللفظ وایضا قال
الزیارۃ مباحۃ بین الناس وواجب شد الرحال الی قبرہ صلی اللہ علیہ علی آلہ وسلم یرید بالوجوب ہہنا وجوب
ندب وترغیب وتاکید اور جیسا کہ صاحب لآلی فاخرہ نے عمر نسفی کے قول مین تاویل کی ہی عبارت اوسکی یہ ہی
ویستحب الزیارۃ فی کل سبوع وما فی رسالۃ عمر النسفی انہ یجب الزیارۃ علی المؤمنین فی کل اسبوع فالمراد بہ تحقق الثابت
لا الوجوب اقول بالفعل جو نسخہ پیش نظر ہی اوسمین لفظ وجوب السنن ہی نہ وجوب ندب اور اگر ایسی بہی
تاویل مفتوح کیا جاوے تو خصم کہے گا کہ جن عبارات مین اوکد المستحبات واقع ہی اوس سے مراد بہی واجب ہی کیونکہ
مستحب کا اطلاق مطلق قربت پر بہی وارد ہی اور اوکد القربات واجب اور فرض ہی پس زیارت قبر شریف کی بنا بر
رائے جمیع اصحاب مذاہب اربعہ واجب ہو جائیگی اور منکر وجوب کو نہایت دقت پڑ جائیگی قال دوم خلاف
جو مانع اجماع ہی وہ وہ ہی کہ جو عصر انعقاد اجماع مین ہوا اور یہ امر محل نزاع مین ممنوع ہی اقول یہ اجماع اصطلاحی
مین شرط ہی اور اس مسئلہ مین جو رد المحتار اور جذب القلوب و رسنن الہدی سے اجماع نقل کیا گیا ہی وہ
اجماع جملہ اہل اسلام واہل علم ہی نہ اجماع اصطلاحی جو کتب اصول مین مذکور ہی اور اس اجماع مین ایک شخص
مسلم اور عالم کا انکار بہی مبطل اجماع ہوگا علاوہ یہ ہی کہ اس مسئلہ مین بعض مجتہدین نے مثل امام ابو حنیفہ کے
باقتضائے عبارت جذب القلوب قریب واجب کا جو مثل واجب ہی حکم دیا پس اجماع استحباب پر کہان سے منعقد ہوا
اور اگر کہیے کہ اجماع استحباب پر قبل عصر امام اعظم کے منعقد ہو گیا تو اسکو ثابت کیجیے قال سوم خلاف ان
لوگون کا مانع ہی کہ جنکی خلاف یا وفاق کا اجماع مین اعتبار ہی اور مخالفین استحباب کا اون مین سے ہونا غیر مسلم
ہی اقول یہ بہی شرائط اجماع اصطلاحی سے ہی نہ اجماع متنازع کی شرائط سے کیونکہ اجماع لغۃ بمعنی عزم اور اتفاق
کے ہی اور اصطلاحاً عبارت ہی اتفاق جملہ مجتہدین ایک زمانہ سے اوپر ایک حکم شرعی کے اور یہی اجماع بحث عنہ

علم اصول مین ہی اور شروط البشرائط ہی اور شرط مذکور اسی اجماع کی ہی چنانچہ کتب اصول مین مصرح ہی
اور ما نحن فیہ مین صاحب در المختار نے اجماع مسلمین نقل کیا اور صاحب جذب اور سنن الہدی نے
اجماع علمای دین نقل کیا اور کسی نے اجماع مجتہدین کا اطلاق نہین کیا پس خلاف ایک عالم کا بہی اس
اجماع کو باطل کردیگا بلکہ خلاف ایک عامی جاہل کا بہی منافی اجماع مسلمین ہوگا مولانا ولی اللہ لکھنوی
شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین لا یخفی علی المتدبر ان الاجماع الذی ہو احد ادلۃ الاحکام لا یتحقق الا باتفاق
المجتہدین فان قول العامی لا مدخل لہ فی ثبوت حکم اصلا واما ان ارید ما یعم الکل کالاجماع علی امہات الشرائع
کالصوم والصلوۃ والزکوۃ والحج وغیر ذلک فلا شبہۃ انہ لا یختص بالمجتہدین انتہی اور عبد العزیز بخاری تحقیق
شرح منتخب حسامی مین لکھتے ہین من لیس من اہل الرای والاجتہاد من العلماء لہ حکم العوام حتی لا یعتد بخلافہ کالمتکلم
الذی لا یعرف الا علم الکلام والمفسر الذی لا علم لہ بطریق الاجتہاد والمحدث الذی لا بصیرۃ لہ فی وجوہ الرای
وطرق المقاییس والنحوی الذی لا معرفۃ لہ بالادلۃ الشرعیۃ فی الاحکام واما ما لا یحتاج فیہ الی الرای ویشترک
فی درکہ الخواص والعوام کالصلوات الخمس ووجوب الصوم والزکوۃ ونحوہا فیشترط فی انعقاد الاجماع فیہ اتفاق الکل
من الخواص والعوام حتی لو فرض خلاف بعض العوام فیہ لا ینعقد الاجماع انتہی قال اگر کہا جاوے کہ جس استحباب پر
اجماع منقول ہی مراد اوس سے عام ہی جو مستحب و سنت موکدہ و واجب کو شامل ہی تو اوسکا جواب بدو وجہ ہی
اول یہ کہ یہ تاویل محض لغو ہی کیونکہ مقصود اس مقام پر بیان حکم شرعی ہی اور حکم شرعی استحباب خاص ہی یعنی
مصطلح نہ عام دوم قول الوجوب مین جسکی دلیل ضعیف ہی اور علما نے اوسمین تاویل کی ہی تاویل کرنا اور
قول الاستحباب مین جسکی دلیل قوی ہی اور کسی نے اوسمین تاویل نہین کی تاویل کرنا محض ترجیح بلا مرجح ہی
اقول جو لوگ کہ استحباب پر اجماع نقل کرتے ہین وہی قول وجوب کو بہی نقل کرتے ہین اس سے صاف ظاہر ہی
کہ مراد استحباب سے اونہون نے عام مراد لیا کیونکہ درمیان ذکر اجماع جمیع مسلمین یا جمیع علماء دین کے اور استحباب خاص
کے اور درمیان ذکر قول وجوب کے تنافی واضح ہی و فہم یمکن لاولی الالباب اولی الایدی والابصار العلم بہذا التنافی
الواضح والتناقض اللائح اور آپنے جو دو وجہ جواب مین ذکر کین اونمین سے وجہ اول مثل ہبا منثور کے ہی
اسواسطے کہ جسطرح استحباب خاص حکم شرعی ہی اسیطرح اثبات قربت بہی حکم شرعی ہی حموی حاشیہ اشباہ مین لکھتے ہین
ذکر شیخ الاسلام زکریا ان الطاعۃ فعل ما یثاب علیہ توقف علی نیۃ او لا عرف من یفعل لاجلہ او لا والقربۃ فعل ما یثاب
علیہ بعد معرفۃ من یتقرب الیہ وان لم یتوقف علی نیۃ والعبادۃ ما یثاب علی فعلہ و توقف علی نیۃ نحو الصلوات الخمس

والصوم والحج من کل ما یتوقف علی النیۃ قربۃ وطاعۃ وعبادۃ وقرأۃ القرآن والوقف والعتق والصدقۃ ونحوها

مما لا یتوقف علی نیۃ قربۃ وطاعۃ ولیست بعبادۃ والنظر المؤدی الی معرفۃ اللہ تعالی طاعۃ لا قربۃ ولا عبادۃ

انتہی وقواعد مذہبنا لا تاباہ انتہی اگر یہ شک واقع ہو کہ مندوب ہونا زیارت نبوی کا بالمعنی الاعم اظہر ہی
اوسکو ذکر کرنے کی اور اوسپر اجماع نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ چونکہ بعض سے انکار
اسکی قربت ہونے کا منقول ہی اسوجہ سے فقہاء نے اسکے بیان کرنے کو متحتم سمجھا اور آپکے دوسری وجہ کا جواب
یہ ہی کہ باب تاویل بلا ضرورت کو مسدود کرنا ضرور ہی ورنہ جسکو جس مسئلہ کی دلیل نہ ملیگی یا ضعیف معلوم ہوگی وہ
اوسکی تاویل کر لیگا اور انتظام شریعت تہ و بالا ہو جائیگا قال اگر کسی کو خلجان ہووے کہ ثبوت اجماع موقوف سند
متصل پر ہی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ یہان اجماع لباب وغیرہ سے نقل کیا ہی اگر تمہارے نزدیک وہ معتبر ہین تو یہی کافی ہی
اور اگر نہین تو جتنی عبارات تایید وجوب کے لیے نقل کی گئی ہین اونکو قائل استحباب بہی تسلیم نہین کر سکتا
اقول یہ تقریر آداب مناظرہ سے خارج ہی بلکہ فروع مکابرہ ومجادلہ سے ہی کیونکہ مجیب کو معترض سے یہ کہنا کہ اگر تم
ہمارے قول یا نقل کو مسلم نہ کروگے ہم بہی تمہارے قول و نقل کو نہ مانینگے موافق علم مناظرہ کے جائز نہین
کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرمائیے بعد اوسکے میدان مناظرہ مین آئیے اور لباب وغیرہ اگرچہ خصم کے نزدیک مقبول ہین
لیکن نقل اجماع اوسکا محمول ہی اوپر مطلق ندب کے بالقرائن الجلیۃ کما مر غیر مرۃ علاوہ یہ ہی کہ کسی کتاب کے معتبر ہونے سے
یہ نہین لازم کہ جو کچہ اوسمین مرقوم ہو اگرچہ خلاف ثقات کے ہو مقبول ہو جاوے اور عبارات تایید وجوب کی
تسلیم آپکو لازم ہوگی اسوجہ سے کہ خود آپ اس امر کے قائل ہین کہ بعضون کے نزدیک زیارت واجب ہی قال اب سنیے
حال سنت موکدہ ہونیکا قطع نظر اسکے کہ کسی سے منقول نہین ہی فی نفسہ محض بے اصل ہی کیونکہ اکثر فقہاء کے
نزدیک سنت موکدہ مین مواظبت نبویہ شرط ہی اور اسکا فقدان محل نزاع مین بدیہی ہی اور موافق بعض کتب کے
مواظبت خلفاء راشدین کے سے بہی سنت موکدہ ہو جاتی ہی لیکن اوسکا تحقق اس مقام پر حیز منع مین ہی اقول
یہ کلام معاقب ہی ساتہہ چند وجوہ کے اول یہ کہ قول سنت موکدہ کا بہی منقول ہی کما مر غیر مرۃ پس سلب کلی اس
باب مین خطا ہی دوسرے یہ کہ بے اصل ہونا اس قول کا غلط ہی بلکہ اصل اوسکی اثر ابن عمرؓ سے ثابت ہی کما سیاتی
اور دلیل معقول مقابلہ منقول کا نہین کر سکتے تیسرے یہ کہ انتساب اس امر کا کہ سنت موکدہ مین مواظبت
نبویہ شرط ہی طرف اکثر فقہاء کے مطالب بنقل العبارات ہی یک جم غفیر فقہاء کا مثل عینی و ابن ہمام و عبدالعزیز
بخاری صاحب کشف الاسرار و ابن کمال پاشا و ملا خسرو و صاحب نہر و صاحب بحر وغیرہم سنت موکدہ کو عام

مواظبت نبویہ سے کرتے ہیں اور مواظبت خلفاء کو داخل سنت موکدہ کرتے ہیں چنانچہ عبارت ان سبکی
تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار میں منقول ہو جو تجھے یہ کہ اگرچہ مواظبت خلفاء صاف کسی نص
سے ثابت نہیں ہوتی ہو لیکن معاینہ چند احادیث سے معلوم ہوتا ہو کہ زیارت قبر نبوی مابین خلفاء راشدین
میں شائع تھی مواہب لدنیہ میں ہو عن نافع عن ابن عمر انہ کان اذا قدم من سفر دخل المسجد ثم اتی القبر
المقدس فقال السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابتاہ انتہی اور زرقانی
شرح مواہب میں لکھتے ہیں فی الشفاء عن نافع کان ابن عمر یسلم علی القبر ورایتہ مائۃ مرۃ واکثر یاتی فیقول
السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی وظاہرہ ان ہذا کان دابہ وان لم یسافر لانہ لم یسافر اکثر
من مائۃ مرۃ فحدث نافع تارۃ عن حالہ اذا قدم من سفر وتارۃ عن حالہ بدون سفر انتہی اور شفاء الاسقام فی
زیارۃ خیر الانام میں باب ثالث میں ہو ممن روی السفر الی زیارتہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم عنہ بلال بن رباح
موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سافر من الشام الی المدینۃ لزیارۃ قبرہ روینا ذلک باسناد جید
وممن ذکرہ الحافظ ابو القاسم بن عساکر وذکرہ الحافظ ابو محمد عبد الغنی المقدسی فی الکمال فی ترجمۃ بلال
فقال ولم یوذن لاحد بعد النبی علیہ السلام فی ما روی الا مرۃ واحدۃ فی قدمۃ قدمہا الی المدینۃ لزیارۃ قبرہ
وقیل انما اذن لابی بکر فی خلافتہ وممن ذکر ذلک الحافظ ابو الحجاج المزی ابقاہ اللہ تعالی وہا انا اذکر اسناد
ابن عساکر فی ذلک انبانا عبد المومن بن خلف وعلی بن محمد بن ہارون قالوا اخبرنا القاضی ابو نصر محمد بن ہبۃ اللہ
ابن محمد الشیرازی ح وانا اخبرنا ابو القاسم علی بن الحسین بن ہبۃ اللہ بن عساکر الدمشقی قراۃ علیہ وانا اسمع قال اخبرنا
ابو القاسم زاہر بن طاہر قال اخبرنا ابو سعد محمد بن عبد الرحمن قال اخبرنا ابو احمد محمد بن عبد الرحمن قال اخبرنا ابو احمد
اخبرنا ابو الحسن محمد بن الفیض قال اخبرنا ابو اسحق بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان بن بلال بن ابی الدرداء حدثنی محمد بن
سلیمان عن ابیہ سلیمان عن ام الدرداء عن ابی الدرداء قال لما فتح عمر بن الخطاب بیت المقدس سال بلال ان یقر
بالشام ففعل ذلک ثم ان بلالا رای فی منامہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام وہو یقول لہ ما ہذہ الجفوۃ یا بلال اما ان لک ان
تزورنی یا بلال فانتبہ حزینا وجلا خائفا فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ فاتی قبر النبی علیہ السلام فجعل یبکی عندہ ویمرغ
وجہہ علیہ فاقبل الحسن والحسین فجعل یضمہما ویقبلہما فقالا لہ یا بلال انا نشتہی ان نسمع اذانک ففعل فعلا سطح المسجد فوقف
موقفہ الذی کان یقف فیہ فلما ان قال اللہ اکبر اللہ اکبر ارتجت المدینۃ فلما ان قال اشہد ان لا الہ الا اللہ
ازدادت رجتہا فلما ان قال اشہد ان محمدا رسول اللہ خرجت العواتق من خدورہن وقالوا بعث رسول اللہ

علیہ الصلوۃ والسلام فما رئی یوما اکثر باکیا ولا باکیۃ بالمدینۃ بعد موت رسول اللہ من ذلک الیوم
کذا ذکرہ ابن عساکر فی ترجمۃ بلال انتہی اور بہی شفاء الاسقام مین ہے وقد استفاض عن عمر بن عبد العزیز
انہ کان یبرد البرید من الشام یقول سلم لی علی رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام وممن ذکر ذلک ابن الجوزی نقلہ
من خطہ فی کتاب مثیر العزم الساکن الی زیارۃ اشرف الاماکن وذکرہ ایضا الامام ابو بکر احمد بن عمرو بن ابی عاصم
و وفاتہ سنۃ سبع وثمانین ومائتین فی مناسک لہ لطیفۃ جردہا من الاسانید التزم فیہا الثبوت فسفر بلال فی
زمن صدر الصحابۃ ورسول عمر بن عبد العزیز فی زمن صدر التابعین من الشام الی المدینۃ لم یکن الا للزیارۃ
والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یکن الباعث علی السفر غیر ذلک لا من امر الدنیا ولا من امر الدین
لا من قصد المسجد ولا من غیرہ انتہی اور بہی شفاء الاسقام مین ہے وفی فتوح الشام انہ لما کان ابو عبیدۃ
نازلا ببیت المقدس ارسل کتابا الی عمر مع میسرۃ بن مسروق یستدعیہ الحضور فلما قدم میسرۃ مدینۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم دخلہا لیلا ودخل المسجد وسلم علی قبر رسول اللہ وعلی قبر ابی بکر الصدیق وفیہ
ایضا ان عمر لما صالح اہل بیت المقدس وقدم علیہ کعب الاحبار واسلم وفرح عمر باسلامہ قال لہ عمر ہل لک
ان تسیر معی الی المدینۃ وتزور قبر النبی علیہ السلام وتتمتع بزیارتہ فقال نعم یا امیر المؤمنین انا افعل ذلک لما
قدم عمر المدینۃ اول ما بدا بالمسجد وسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہی اور بہی شفاء الاسقام کے باب
سابع مین ہے قد روی ابو الحسن یحیی بن الحسن بن جعفر بن عبد اللہ الحسینی فی کتاب اخبار المدینۃ قال حدثنی عمر بن
خالد حدثنا یونس بن یحیی عن کثیر بن زید عن عبد المطلب بن عبد اللہ بن حنطب قال اقبل مروان
فاذا رجل ملتزم القبر فاخذ مروان برقبتہ وقال ہل تدری ما تصنع فاقبل علیہ فقال نعم انی لم آت الحجر ولم آت
اللبن وانما جئت رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اہلہ ولکن ابکوا علیہ اذا ولیہ
غیرہ وذلک الرجل ابو ایوب الانصاری قلت یونس ومن فوقہ ثقات وعمر بن خالد لم اعرفہ انتہی اور شمس الدین
سخاوی صاحب مقاصد حسنہ ارتیاح الاکباد بالارباح فقد الاولاد کے باب ثالث مین تحریر کرتے ہین قالت
فاطمۃ حین زارت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد اخذت قبضۃ من تراب قبرہ فوضعتہ علی عینیہا وبکت
وانشات تقول ؎ ماذا علی من شم تربۃ احمد ٭ ان لا یشم مدی الزمان غوالیا ٭ صبت علی مصائب لو انہا ٭
صبت علی الایام صرن لیالیا ٭ انتہی اور نور الدین علی بن احمد سمہودی وفاء الوفا باخبار دار المصطفی مین
لکہتے ہین روی عبد الرزاق باسناد صحیح ان ابن عمر کان اذا قدم من سفر اتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم

فقال السلام علیک یا رسول اللہ و فی الموطا من روایۃ یحیی ان ابن عمر کان یقف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ و علی
آلہ وسلم فیصلی علی النبی و علی ابی بکر و عمر و روی احمد بسند حسن کما رایتہ بخط الحافظ ابی الفتح المراغی
المدنی قال حدثنا عبد الملک قال حدثنا ابن عمرو قال حدثنا کثیر بن زید عن داؤد بن صالح قال اقبل
مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجہہ علی القبر فاخذ مروان برقبتہ ثم قال ہل تدری ما تصنع فاقبل علیہ
فقال نعم انی لم آت الحجر انما جئت رسول اللہ سمعت رسول اللہ یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ اہلہ ولکن ابکوا
علی الدین اذا ولیہ غیر اہلہ انتہی اور در منظم میں ہے ہذا الحدیث اخرجہ احمد والطبرانی والنسائی فیہ من ضعفہ
النسائی لکن وثقہ آخرون یہی مخفی نہ رہے کہ بعض قاصرین اس حدیث سے اور حدیث قصہ بلال اور قصہ زیارت
حضرت فاطمہ سے استناد کرکے کہتے ہیں کہ بوسہ دینا قبر کا اور چھونا واسطے برکت کے اور لپٹنا قبر کے ساتھ خصوصاً قبور
اولیاء اللہ کے ساتھ درست ہے اور یہ استناد اونکا غلط ہے کیونکہ ان حضرات سے یہ امور حالت وجد و بے اختیاری میں
صادر ہوئے ایسی صورت میں فاعل ان امور کا معذور ہے اس سے جواز ان امور کا حالت اختیار میں نہیں
ثابت ہوتا ہے اور سیواسطے اور صحابہ سے ایسے امور مروی نہیں ہیں بلکہ حضرت انس وغیرہ کا نفی مروی ہے اور محققین
حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ تصریح کرتے ہیں کہ اسطرح کے امور بدعت و مکروہ ہیں کسی قبر کے ساتھ خواہ
قبر رسول ہو یا قبر ولی ہو یا قبر مرشد ہو یا قبر والدین ہو ہرگز ہرگز نہ چاہیے تفصیل اسکی در منظم وغیرہ میں مبسوط
ہے اور بہی وفاء الوفا میں ہے قال الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن موسی بن النعمان فی کتابہ مصباح الظلام ان
الحافظ ابا سعید السمعانی ذکر فیما رویناعنہ عن علی بن ابیطالب قال قدم علینا اعرابی بعد ما دفنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثلثۃ ایام فرمی بنفسہ علی قبر رسول اللہ وحثی من ترابہ علی راسہ وقال یا رسول اللہ
قلت فسمعنا قولک و وعیت عن اللہ سبحانہ وکان فی ما انزل علیک ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ
الآیۃ وقد ظلمت نفسی و جئتک تستغفر لی فنودی من القبر انہ قد غفر لک انتہی اور بہی خلاصۃ الوفا میں ہے قال یحیی
فی کتاب اخبار المدینۃ لہ حدثنا ہارون بن موسی قال سمعت جدی علقمۃ یسئل کیف کان الناس یسلمون
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یدخل البیت فی المسجد قال کان یقف الناس علی باب البیت
یسلمون علیہ وکان الباب یجلس علیہ غلق حتی ہلکت عائشۃ انتہی ان اخبار و حکایات سے زیارت کرنا
حضرت ابن عمر کا بمرات کثیرہ اور عمر کا اور فاطمہ اور ابو ایوب انصاری کا اور بلال رضی اللہ عنہم کا اور صحابہ
عظام کا زمانہ خلفاء راشدین میں اور بعد اوسکے ثابت ہے اور اجماع ان سب اخبار سے اور اخبار دیگر

کہ وفاء الوفاء وغیرہ میں مبسوط ہیں یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ زیارت قبر نبوی زمانہ صحابہ خلفاء وغیر خلفاء میں
اور زمانہ تابعین میں متداول تھے اور اسکی فضیلت و اہمیت اون حضرات کی اذہان میں متمکن تھی بلکہ
بعض اخبار سے سنت ہونا زیارت قبر نبوی کا بقول ابن عمر ثابت ہے اور بظاہر ستنا قائلین بالسنۃ کا
اسی اثر کے ساتھ ہے چنانچہ علامہ صدر الدین موسی بن زکریا حصفکی مسند امام اعظم میں لکھتے ہیں
ابوحنیفۃ عن نافع عن ابن عمر قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلۃ تجعل ظہرک الی القبلۃ
وتستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی ملا علی قاری مکی سند الانام
فی شرح مسند الامام میں لکھتے ہیں ای سنۃ الصحابۃ ومن تبعہم من الائمۃ انتہی اور موافق قاعدہ اصول حدیث کے
لازم ہے کہ اس اثر کا حکم مرفوع کا ہو کیونکہ قول صحابی من السنۃ نزدیک محدثین کے حکم مرفوع میں ہے حافظ
عراقی شرح الفیہ میں لکھتے ہیں قول الصحابی من السنۃ کذا کقول علی من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ
تحت السرۃ رواہ ابوداؤد فی روایۃ ابن داسۃ وابن الاعرابی قال ابن الصلاح الاصح انہ مسند مرفوع لان
الظاہر انہ لا یرید بہ الا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وما یجب اتباعہ انتہی اور قاضی بدر الدین بن جماعۃ
اپنے مختصر میں لکھتے ہیں قول الصحابی امرنا بکذا او نہینا عن کذا او امر بلال بکذا او من السنۃ کذا مرفوع عند
اہل الحدیث واکثر اہل العلم لظہور ان النبی علیہ السلام ہو الآمر وانہا سنتہ وقال الاسماعیلی وقوم لیس بمرفوع
والاول الصحیح سواء قال الصحابی ذلک فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم او بعدہ انتہی اور حسن بن محمد طیبی
شارح مشکوۃ اپنے خلاصہ میں تحریر کرتے ہیں قول الصحابی امرنا او نہینا او من السنۃ کذا مرفوع عند اہل الحدیث
واکثر اہل العلم انتہی وہکذا فی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی وفی فتح الباقی بشرح الفیۃ العراقی للشیخ
زکریا الانصاری ومقدمۃ اصول الحدیث لابن الصلاح وغیر ذلک من کتب الفن پس باقتضای اس قاعدہ
کے قول ابن عمر کا من السنۃ حکم میں مرفوع کے ہوا اور اس سنت سے سنت نبویہ ارادہ کرنا ضرور ہوا اور سنت
نبویہ لازم الاتباع ہے بحدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین پس زیارت قبر نبوی لازم ٹھہری اور
سمہودی نے وفاء الوفاء میں بھی اس اثر ابن عمر کو حکم مرفوع میں شمار کیا ہے عبارت اوسکی یہ ہے وفی مسند
ابی حنیفۃ عن ابن عمر قال من السنۃ ان تاتی قبر النبی علیہ الصلوۃ والسلام من قبل القبلۃ وتجعل ظہرک
الی القبلۃ وتستقبل القبر بوجہک ثم تقول السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اخرجہ الحافظ طلحۃ بن
محمد فی مسندہ عن صالح بن احمد عن عثمان بن سعید بن ابی عبدالرحمن المقری عن ابی حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر

وقد تقرران قول الصحابی من السنة کذا محمول علی سنة صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فلہ حکم المرفوع انتہت باقی رہے
اس مقام پر دو شک کہ مشککین کے اذہان مین بوقت معائنہ تحریر ہذا کے خطور کرسکتے ہین بناءً علیہ ہم دونون
دونون کا جواب لکھ دیتے ہین تاپھر کسی شکک کو جاے چون وچرا کی باقی نرہے اور سنیت زیارت بمقتضاے اثر
ابن عمر تسلیم کرنا پڑی شک اول یہ ہو کہ رواۃ اس اثر مین امام ابو حنیفہ کوفی ہین اور وہ بتصریح دارقطنی اور ابن
عدی اور ابن القطان ضعیف ہین جواب اس شک کا یہ ہو کہ جرح مبہم امام ابو حنیفہ کی شان مین مقبول نہین
اور نقاد فن حدیث ائمہ کی توثیق کرتے ہین اور جرح جارحین کو مردود کرتے ہین بدر الدین قاضی القضاۃ
محمود العینی بنایہ شرح ہدایہ مین کتاب الکراہیۃ مین بعد ذکر حدیث ان اللہ حرم مکۃ فحرم بیع رباعہا وثمنہا کے
لکھتے ہین اما قول ابن القطان وعلتہ ضعف ابی حنیفۃ فاساءۃ ادب وقلۃ حیاء منہ فان مثل الامام الثوری وابن المبارک
واضرابہما وثقوہ واثنوا علیہ خیرا فما مقدار من یضعفہ عند ہؤلاء الاعلام وقد اشبعنا الکلام فیہ وفی مناقبہ
فی تاریخنا الکبیر انتہی اور کتاب الصلوۃ مین بعد ذکر حدیث من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ کے لکھتے ہین
سئل یحیی بن معین عن ابی حنیفۃ فقال ثقۃ ما سمعت احدا یضعفہ وکان رح ثقۃ من اہل الصدق ولم یتہم بالکذب
وکان مامونا علی دین اللہ صدوقا فی الحدیث واثنی علیہ جماعۃ من الائمۃ الکبار مثل ابن المبارک وسفیان
ابن عیینۃ والاعمش وسفیان الثوری وعبد الرزاق وحماد بن زید ووکیع فقد ظہر لنا من ہذا تحامل الدارقطنی
علیہ وتعصبہ الفاسد فمن این لہ تضعیف ابی حنیفۃ وہو مستحق التضعیف وقد روی فی مسندہ احادیث
سقیمۃ ومعلولۃ ومنکرۃ وغریبۃ وموضوعۃ انتہی اور ابو عبد اللہ ذہبی کاشف مین تحریر کرتے ہین النعمان بن
ثابت بن زوطا الامام ابو حنیفۃ فقیہ العراق مولی بنی تیم اللہ بن ثعلبۃ رای انسا رضی اللہ عنہ وسمع عطاء والاعرج
ونافعا وعکرمۃ وعنہ ابو یوسف ومحمد وابو نعیم افردت سیرتہ فی جزء انتہی شک دوم یہ ہو کہ حمل کرنا سنت کا اثر ابن
عمر مین سنت نبویہ پر نہین ممکن ہو اسوجہ سے کہ سنت نبویہ عبارت ہو اوس فعل سے جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ وسلم سے مواظبت ثابت ہوئی ہو اور زیارت قبر نبوی مین یہ امر مفقود ہو جواب اوسکا یہ ہو کہ یہ معنی سنت
کے اصطلاح فقہاء مین ہین اور یہ اصطلاح بعد قرن صحابہ کے حادث ہوئی اور ظاہر اقوال وافعال صحابہ سے یہ ہو کہ وہ
جس فعل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ترغیب بلیغ فرمائی اس طرح کی کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ اگر
کوئی مانع نہوتا تو خود آنحضرت اس امر پر مواظبت فرماتے اوسکو بھی سنن نبویہ مین شمار کرتے تھے اور منجملہ
لوازم الاتباع کے اوسکو جانتے تھے اور ظاہر ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قبر کی زیارت کیطرف ترغیب بلیغ

فرمائی ہی اور راوی حدیث من زار قبری وجبت له شفاعتی وحدیث من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی
فی حیاتی وحدیث من جاءنی زائرا لا تعمله حاجة الا زیارتی کے خود ابن عمر ہین پس اونہون نے بمقتضائے انہین
ترغیبات بلیغہ کے زیارت قبر نبوی پر حکم سنیت کا دیا اور اگر زیادہ تحقیق اس بحث کے منظور ہو تو سعایہ فی کشف
ما فی شرح الوقایہ کو دیکھیے کہ اوسمین تعریفات سنت موکدہ کی جو فقہاء سے منقول ہین مقدوح کی گئے ہین اور
بعد تحقیق وتفصیل بسیار کے یہ مرقوم ہی قول النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم المتضمن للامر بالشئ یثبت الوجوب
علی ما ہو حقیقة الامر ما لم یخالف کتابا او قولا اعلی سندا واجماعا او ما لم ینضم الیه قرینة تدل علی خلاف ذلک فان کان احد
من ہذه الامور کان دلیلا علی عدم الوجوب اما علی الاستحباب او علی الاباحة وان لم یکن الامر صریحا لکنه اشتمل علی الوعید
للتارک او الزجر علی الراغب عنه کان ذلک ایضا امارة للوجوب والترغیب الذی بلغ حد التاکید ولم ینضم معه
ما یدل علی الوعید امارة ثبوت السنة الموکدة ومثله التقریر علی فعل والاہتمام بفعله وزیادة الرضاء عن فاعلیه
وہو الذی سمیناه بالمواظبة التشریعیة فتدبر انتہی **قال** علاوه اسکے صرف مواظبت خلفاء راشدین کا مفید
سنت ہونا خلاف تحقیق ہی بدو وجہ اول یہ کہ اگر فرض کیجیے کہ ایک فعل ایسا ہی کہ اوسپر آنحضرت صلی الله علیه وعلی
آله وسلم نے مواظبت نہین کی لیکن اوسکی رغبت دلائی ہی پس وہ فعل لا محالہ مستحب ہوگا اور بعد آنحضرت کے
خلفاے راشدین نے اوس مستحب پر بمقتضائے حدیث احب الاعمال الی الله ادومها وان قل مواظبت کی پس اگر خلفا
کے مواظبت سے سنت موکدہ ہو جاوے تو ہم پوچھتے ہین کہ آیا استحباب باقی رہا یا منسوخ ہو جاویگا بر تقدیر
اول اجتماع متنافیین لازم آتا ہی اور بر تقدیر ثانی لازم آویگا نسخ اور حدوث دلیل شرعی بعد آنحضرت کے
اور یہ دونون غیر متصور ہین توضیح مین لکھا ہی واما الناسخ فہو اما الکتاب او السنة لا القیاس علی ما یاتی ولا الاجماع
اور تلویح مین مسطور ہی والجمہور علی ان الاجماع لا ینسخ ولا ینسخ به لانه لا یکون الا عن دلیل شرعی ولا یتصور حدوثه بعد النبی
علیه الصلوة والسلام اگر کوئی شبہہ کرے کہ صورت مفروضہ مین ناسخ فعل خلفاء راشدین نہین ہی بلکہ حدیث علیکم بسنتی و
سنة الخلفاء الراشدین جو موکدہ ہونے سنت خلفاء کی دلیل ہی پس جواب اوسکا یہ ہی کہ اس بنا پر لازم
آتا ہی کہ اجماع کا ناسخ ہونا بھی درست ہو کیونکہ ہم کہہ سکتے ہین کہ اوسوقت ناسخ اجماع نہوگا بلکہ وہ آیات و احادیث
جو حجیت اجماع کی دلیل ہین بلکہ چاہیے کہ قیاس کا ناسخ ہونا بھی درست ہو جاوے و اقول نسخ عبارت ہی
تبدیل حکم شرعی سے جو موقت اور موبد نہو بدلیل شرعی متراخی پس اگر حکم شرعی موبد ہو نسخ اوسکا جائز نہین ہی
اور اگر موقت ہو بعد آنے اوسوقت منتہی کے ارتفاع اوس حکم شرعی کا ہو جاویگا اور اس ارتفاع پر اطلاق نسخ کا

نہ آئیگا ملا خسرو صاحب مرآۃ ومرقاۃ الاصول میں لکھتے ہیں ہو ان یدل علی خلاف حکم شرعی دلیل شرعی متراخ
ومحل حکم شرعی لم یلحقہ توقیت ولا تابید انتہی اور توقیت حکم کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ توقیت صریح
بوقت معین ہو بایں طور کہ شارع کہدے کہ یہ حکم فلانے سال تک رہیگا اس صورت میں جب وہ سال آئیگا حکم
مرفوع ہو جاویگا نہ بوجود دلیل شرعی ناسخ بلکہ بلوغ وقت مقرر اور مثال اس صورت کی احکام شرعیہ میں نادر الوجود
ہے تحقیق شرح منتخب حسامی میں ہے اما الاول فمثل ان یقول الشارع اذنت لکم ان تفعلوا کذا الی سنۃ کذا
او قال احللت الشیٔ الی عشر سنین او مائۃ سنۃ قال القاضی ابو زید لیس لہذا القسم مثال فی المنصوصات
شرعا وذکر فی بعض الحواشی ان مثالہ قولہ تعالی تزرعون سبع سنین دابا وقولہ جل ذکرہ تمتعوا فی دارکم ثلثۃ ایام
ولیس بسدید لان ذلک لیس من الاحکام الشرعیۃ وکلامنا فیہا انتہی دوسری صورت یہ ہے کہ حکم شرعی
منوط بعلت ظاہرہ ہو اور توقیت حکم تا وجود علتش اوسی نص حکم سے مفہوم ہوتی ہو اس صورت میں جبتک
وہ علت موجود رہیگی حکم ثابت رہیگا اور جب وہ علت مرتفع ہو جاویگی حکم بہی مرتفع ہو جاویگا اور سکو
اصولیین ساتہ انتہاء الحکم بانتہاء سببہ کے تعبیر کرتے ہیں اور نسخ سے اسکو مفترق سمجھتے ہیں مولوی ولی اللہ
شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں فان قلت الفرق بین انتہاء الحکم بانقطاع موجبہ کانقطاع سہم المؤلفۃ
قلوبہم مثلا وبین النسخ عسیر جدا فان کل نسخ لابد لہ من انتہاء مصلحۃ منوطۃ بالمنسوخ اذ لا توجیہ فتسمیۃ
احدہما نسخا دون الآخر مجرد اصطلاح قلت لا شبہۃ فی کون الحکم منوطا بمصلحۃ موجبۃ لہ ولکن تلک المصلحۃ
قد تکون بحیث یفہم الفاحص ان الحکم منوط بہا من کلام الشارع فیفہم بقاءہ ببقائہا فاذا علم انتفاؤہا
یحکم بانقطاع الحکم فہذا من الشرع لا غیر کانقطاع رخصۃ الافطار بالاقامۃ وانقطاع التکالیف بتمامہا بالموت
وقد یکون بحیث لا یفہم من الخطاب لعدم ما یعلم بہ الفاحص وح اذا رفعہ کان نسخا انتہی تیسری صورت یہ ہے
کہ توقیت ایک حکم شرعی کے دوسرے نص سے صراحۃ یا دلالۃ معلوم ہو گئی کہ حکم سابق جو نص سابق سے ثابت ہے
وہ فلانے وقت تک باقی رہیگا اس صورت میں جب وہ وقت جو دوسرے نص سے مفہوم ہے آئیگا حکم نص سابق
کا ارتفاع بنص توقیت ہو جاویگا مثال اسکی حکم جزیہ ہے کہ احادیث سے تقرر اوسکا اہل کفر پر بلا توقیت ثابت
ہوا اور نص آخر نے اوسکو موقت بوقت نزول حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کیا چنانچہ
ابو داود وغیرہ حدیث نزول عیسی میں روایت کرتے ہیں فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ سیوطی
مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داود میں لکھتے ہیں قال النووی معنی وضع الجزیۃ مع انہا مشروعۃ فی ہذہ الشریعۃ

ان شرعیتہا مقیدۃ بنزول عیسی علیہ السلام لما دل علیہ ہذا الخبر فلیس عیسی بناسخ بحکم الجزیۃ بل نبینا صلی اللہ علیہ وعلی
آلہ وسلم ہو المبین لغایتہا بقولہ انتہی ہرگاہ یہ تفصیل ذہن نشین ہوگئی اب اگر ہم شق ثانی اختیار کرکے کہہ سکتے ہین کہ جب
صحابہ خلفاء راشدین ایک فعل مستحب پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اوسپر مواظبت نہ کی ہو مواظبت
کرین استحباب اوسکا مرفوع ہوجائیگا اور حکم سنیت کا دیا جاویگا تو ہم جب کہ مواظبت صحابہ ناسخ استحباب ہوئی تو لازم آیا
کہ نسخ حکم شرعی کا بعد رسول اللہ ہووے وہو باطل بلکہ ہم جب کہ حکم استحباب بضم حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
کے مقید تہا وقت مواظبت خلفاء تہا اور جب مواظبت خلفاء واقع ہوگئی وہ حکم شرعی بدلالت اسی حدیث توقیت کے مرفوع ہوگیا
ولا غایۃ فیہ اصلا اور اس سے اجماع وقیاس کا بہی ناسخ ہونا لازم نہین آتا کیونکہ اجماع اور قیاس قبیل آرای
امت سے ہی اور رأی موقت وموبد ومعرف توقیت حسن نہین ہوسکتی بخلاف حدیث کے کہ ایک حدیث دوسری
حدیث کے موقت ہوسکتی ہی الحاصل ما نحن فیہ مین رفع حکم موقت ببلوغ وقت انتہاء لازم آتا ہی نہ نسخ حکم شرعی
بعد وفات نبوی فاللازم لیس بمحال والمحال لیس بلازم قال دوم یہ کہ غیر نبی کا کوئی فعل یا قول یا تقریر دلیل
مستقل واسطے حکم شرعی کے نہین ہوسکتا بلکہ محتاج اس امر کا ہی کہ اوس فعل یا قول یا تقریر کے سند کتاب
وسنت آنحضرت سے ہو بیان اسکا یہ ہی کہ صحابہ عموما اور خلفاء خصوصا مسائل مین باہم مناظرہ کرتے تہے
اور ہر واقعہ مین تلاش دلیل شرعی کرتے تہے اور ایک دوسرے کے قول کو رد کرتے تہے اور اگر اوسکی سند ظاہر یا خفی
کتاب وسنت سے نہین پاتے تہے تو اوسکو بدعت مین داخل کرتے تہے پس اگر قول وفعل وتقریر خلفاء یا اہلبیت
یا دیگر صحابہ دلیل شرعی مستقل ہوتی تو امر مذکور کیون وقوع مین آتا علاوہ اسکے حدیث من احدث فی امرنا ہذا
ما لیس منہ فہو رد بخاری ومسلم مین موجود ہی حواشی مشکوۃ وغیرہ مین لکہا ہی والمعنی ان من احدث فی الاسلام
رأیا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاہر او خفی ملفوظ او مستنبط فہو مردود علیہ اس حدیث سے صاف معلوم
ہوتا ہی کہ احداث ایسے امر کا کہ جسکی سند کتاب وسنت سے نہو کسیکو جائز نہین نہ اہلبیت کو اور نہ خلفاء راشدین کو
اور نہ سائر صحابہ کو پس اگر فعل خلفای راشدین دلیل مستقل ہوتا تو چاہیے کہ اونکے لیے احداث فی الدین جائز ہوتا
اور حال آنکہ حدیث سے ہر شخص کے لیے ناجائز معلوم ہوتا ہی کیونکہ کلمہ من کا الفاظ عموم سے ہی اور صحابہ اور ائمہ
مجتہدین سے ایسے اقوال منقول ہین جو اس امر پر دلالت کرتے ہین روی البیہقی عن ابن مسعود انہ کان یقول
لا یقلدن رجل رجلا فی دینہ وکان عمر افقہ الناس یقول ہذا رأی عمر فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطأ
فمن عمر وروی البیہقی عن مجاہد وعطاء انہما کانا یقولان ما من احد الا ومأخوذ من کلامہ ومردود علیہ الا رسول اللہ

وکان ابو حنیفہ یقول لا ینبغی لاحد ان یقول قولا حتی یعلم ان شریعۃ رسول اللہ تقبلہ کذا فی المیزان للشعرانی
اور غیر نبی کے فعل و قول و تقریر کی حجت مستقل نہونے پر ایک دلیل یہ ہی کہ حاکم شرع مین نہین ہی مگر اللہ تعالی
اور اوسکے حکم کو دریافت کرنا غیر نبی کو متصور نہین مگر یا الہام سے یا رای محض سے یا کتاب و سنت یا قیاس سے جو
مستنبط ہو کتاب و سنت سے دو شقین اولین تو بدیہی البطلان ہین کیونکہ الہام غیر نبی کا اور رای غیر نبی تو حجت
شرعیہ نہین اور بر تقدیر اخیرین دلیل مستقل نہوئی بلکہ مستند ہوئی طرف کتاب و سنت کے پس اگر قول و فعل
و تقریر غیر نبی دلیل ٹھہرائی جاوے تو نہوگی مگر غیر مستقل پس مرجع اسکا ہو وقت مین کتاب و سنت کی طرف
ہوگا اور کتاب و سنت سے جو حکم صراحۃ یا استنباطا اوسکے لیے ثابت ہوگا اوسی کو اوسکا مصداق
ٹھہرایا جائیگا بعد تمہید اس امر کے جاننا چاہیے کہ مواظبت خلفاء فعل غیر نبی ہی اور کوئی
فعل غیر نبی دلیل مستقل نہین ہو سکتا اور دلیل غیر مستقل افادہ حکم مین تابع دلیل مستقل کے
ہوتی ہی پس حکم کا افادہ دلیل مستقل متبوع کریگی وہی حکم دلیل غیر مستقل سے بہی ثابت ہوگا
پس اگر دلیل متبوع افادہ وجوب کریگی دلیل تابع بہی افادہ وجوب کریگی ور اگر وہ افادہ سنت کریگی
تو یہ بہی افادہ سنت کریگی اور اگر وہ افادہ استحباب کرے گی تو یہ بہی افادہ استحباب کریگی
نہ یہ کہ خواہ نخواہ افادہ سنت موکدہ کرے اور قطع نظر متبوع سے کسی حکم کا افادہ نہین کر سکتی اقول
اس کلام مین چند طرح سے خدشات ہین اول یہ کہ دلیل مستقل سے کہ جسکو مولف منحصر کتاب و سنت مین
ٹھہراتے ہین اور اقوال و افعال صحابہ کو اوس سے خارج سمجھتے ہین معلوم نہین کہ کیا مراد لیا ہی اگر مراد یہ ہی
کہ دلیل مستقل وہ دلیل ہی کہ جو غیر کی طرف محتاج نہو اور فی ذاتہ مثبت احکام ہو تو اس معنی سے سنت نبویہ بہی
دلیل مستقل نہین بلکہ فرد اوسکا فقط کتاب اللہ ہی اسواسطے کہ سنت نبویہ بہی محتاج طرف کتاب اللہ کے ہی
کیونکہ اگر کتاب اللہ مین حکم امتثال امر نبوی کا نہوتا کیونکر قول نبی یا فعل مثبت احکام ہوتا پس کتاب اللہ
اصل ہی مطلقا اور باقی سب فروع ہین اور کتاب اللہ تعالی کی طرف محتاج ہین عبد العزیز بخاری کشف الاسرار
شرح اصول بزدوی مین لکہتے ہین قدم المصنف الکتاب لانہ فی الشرع اصل مطلق من کل وجہ بکل اعتبار
واعقبہ بالسنۃ لان کونہا حجۃ ثابت بالکتاب واخر الاجماع عنہما لتوقف موجبہ علیہما انتہی اور علامہ
قاسم حنفی شرح مختصر منار مین لکہتے ہین قدم الکتاب لانہ اصل من کل وجہ واخر السنۃ عن الکتاب لتوقف
حجیتہا علیہ واخر اجماع الامۃ عنہما لتوقف حجیتہ علیہما واخر القیاس لانہ فرع بالنسبۃ الی الادلۃ انتہی اور

ملا خسرو حواشی تلویح مین تحریر کرتے ہین قال الآمدی الاصل فیہا الکتاب لانہ راجع الی قول اللہ المشرع للاحکام
والسنۃ مخبرۃ عن قول اللہ وحکمہ ومستند الاجماع راجع الیہما واما القیاس والاستدلال ففرع تابع لہما انتہی
وہکذا فی شرح المنار لابن ملک التحقیق وغیر ذلک دوسرا یہ ہے کہ حاکم نزدیک اہل سنت کے نہین
ہے مگر اللہ جل شانہ اور کوئی بشر خواہ نبی یا غیر نبی طاقت شرع احکام بغیر حکم حق کے نہین رکھتا ہے پس کلام الٰہی
مثبت احکام حقیقۃ وبالذات ہوگا اور کلام بشر خواہ نبی ہو یا مجتہد مثبت فی نفسہ نہین ہوسکتا بلکہ کاشف
حکم الٰہی سے ہوگا پس سنت اور اجماع اور قیاس یہ سب دلیل غیر مستقل ہوئی اور دلیل مستقل بالمعنی المذکور
منحصر فی فرد واحد ہوئی اور اگر مراد دلیل مستقل سے وہ دلیل ہے جو اثبات احکام مین اور استدلال مین ساتھ دوسری کے
محتاج طرف غیر کے نہو یا وہ دلیل جسمین اصل قطعیت ہو اگرچہ بسبب کسی عارض کے ظنی ہوگئی ہو تو یہ معنی کتاب
سنت واجماع پر صادق آتے ہین کیونکہ ہر ایک ان مین سے مستقل فی الاحتجاج ہے بخلاف قیاس کے پس اس
تقدیر پر اجماع صحابہ قولی ہو یا عملی یا تقریری ہی کہ قول وفعل وتقریر غیر نبی ہے دلیل مستقل ٹھہری بلکہ اجماع مطلق
مجتہدین ایک عصر صحابہ ہون یا غیر صحابہ بہی داخل ہوئے اور حصر کرنا مؤلف کا دلیل مستقل کو کتاب وسنت مین
اور اخراج کرنا فعل وقول وتقریر غیر نبی کو مطلقا غلط ہوا تحقیق شرح حسامی مین اور کشف الاسرار مین ہے لکن الثلثۃ
مع تفاوت درجاتہا حجج موجبۃ للاحکام قطعا ولا یتوقف فی اثبات الاحکام علی شئ فقدمت علی القیاس
الذی یتوقف فی اثبات الحکم علی المقیس علیہ انتہی اور تلویح مین ہے ثم الثلثۃ الاول اصول مطلقۃ لکونہا ادلۃ مستقلۃ
مثبتۃ للاحکام والقیاس اصل من وجہ لاستناد الحکم الیہ دون وجہ لکونہ فرعا للثلثۃ لابتنائہ علی علۃ مستنبطۃ
من موارد الکتاب والسنۃ والاجماع فالحکم بالتحقیق مسند الیہا واثر القیاس فی اظہار الحکم وتغییر وصفہ من الخصوص
الی العموم ومن ہہنا یقال الاصول ثلثۃ والاصل الرابع القیاس المستنبط من ہذہ الثلثۃ انتہی اور شرح منار
لابن الملک مین ہے ان قلت القیاس ان کان اصلا فلم لم یقل اعلم ان اصول الشرع اربعۃ وان لم یکن اصلا فلم قال
والاصل الرابع القیاس قلت للاشارۃ الی انحطاط رتبتہ لان القیاس اصل بالنسبۃ الی حکمہ فرع بالنسبۃ الی الثلثۃ اولانہ
لیس بقطعی بخلاف الثلثۃ فان قلت الآیۃ المأولۃ والعام المخصوص والاجماع المنقول الینا بالآحاد لیس بقطعی
والقیاس لعلۃ منصوصۃ قطعی قلت الاصل فی الثلثۃ الاول القطع وعدمہ بالعارض وفی القیاس بالعکس انتہی ملخصا
دوسرا خدشہ یہ ہے کہ صحابہ کے باہم مناظرہ کرنے سے اور مسائل کو طرف کتاب وسنت کے راجع کرنے سے یہ نہین لازم
کہ غیر صحابہ کے واسطے انحصار دلیل کا دو فرد مین ہوجاوے توضیح اسکی یہ ہے کہ دلیل حکم عبارت اوس چیز سے ہے جو مثبت حکم ہو

یعنی علم حکم اوس سے حاصل ہو خواہ محتاج طرف دوسرے کے ہو یا نہو جیسا کہ تلویح وغیرہ مین مصرح ہے اور
مصداق اسکا باختلاف مستدلین مختلف ہی پر نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے احکام کا ثبوت
دو دلیل سے ہوتا تھا ایک وحی الٰہی متلو ہو یا غیر متلو دوم اجتہاد غیر منصوص مین ابن حاجب مختصر الاصول مین
لکھتے ہین المختار انہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کان متعبدا بالاجتہاد لنا مثل عفا اللہ عنک لم اذنت لہم ولو استقبلت
من امری ما استدبرت لما سقت الہدی ولا یستقیم ذلک فی ما کان بالوحی قالوا وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی
یوحی واجیب بان الظاہر رد قولہم افتراہ ولو سلم فاذا تعبد بالاجتہاد بالوحی لم ینطق الا عن وحی انتہی ملخصا اس سے
معلوم ہوا کہ آنحضرت اون مسائل مین جنمین وحی نازل نہین ہوئی اجتہاد فرما کے حکم دیتے تھے اور جو
مسائل کہ اونمین وحی نازل ہوئی اونمین موافق اوسی وحی کے ارشاد انام فرماتے تھے آور بہ نسبت صحابہ کے
زمانہ حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم مین تین چیزین مدار اثبات احکام تھین ایک کتاب اللہ دوسرے
سنت نبویہ تیسرے قیاس چنانچہ ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم
اراد ان یبعث معاذا الی الیمن فقال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد
قال فبسنۃ رسول اللہ قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ ولا فی کتاب اللہ قال اجتہد برائی ولا آلو فضرب رسول اللہ صدرہ
فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ سیوطی تحت اس حدیث کے لکھتے ہین لہ شواہد موقوفۃ
عن عمر وابن مسعود وزید بن ثابت وابن عباس وقد اخرجہا البیہقی فی سننہ عقیب تخریج ہذا الحدیث تقویۃ لہ
انتہی آور بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے چوتھی دلیل کا بھی وجود ہوا اور زمانہ نبوی مین اجماع
صحابہ کی حاجت نہ تھی کما فی حواشی التلویح وغیرہا آب بہ نسبت تابعین وما بعدہم الی یوم الدین کے چار
دلائل احکام کے مقرر ہوئے ایک کتاب دوسرے سنت تیسرے اجماع چوتھے قیاس اور تین اونمین سے مستقل
ہین اور قیاس غیر مستقل کما مر تفصیلا آور چند احادیث سے مثل اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم
واقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر وعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین وغیرہ سے جو کہ تحفۃ الاخیار مین
مبسوط ہین یہ امر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اقوال وافعال وتقریرات صحابہ بھی دلائل احکام شرعیہ کے واقع ہو سکتے
ہین اور اثبات احکام شرعیہ مین ساتھ آثار صحابہ کے استناد کر سکتے ہین آور یہی امر ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین
سے بھی منقول ہے میزان شعرانی مین ہے روی ابو جعفر الشیزاماری بسندہ المتصل الی ابی حنیفۃ انہ کان یقول کذب
واللہ وافتری علینا من یقول عنا اننا نقدم القیاس علی النص وہل یحتاج بعد النص الی قیاس وکان یقول نحن لا نقیس

الا عند الضرورة الشديدة وذلك اننا نظرنا اولا في دليل تلك المسئلة من الكتاب والسنة او اقضية الصحابة
فان لم نجد دليلا قسنا وفي رواية اخرى عن الامام انا ناخذ اولا بالكتاب ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة
في رواية اخرى انا نعمل اولا بكتاب الله ثم بسنة رسول الله ثم باحاديث ابي بكر وعمر وعثمان وعلي وفي رواية
اخرى انه كان يقول ما جاء عن رسول الله فعلى الراس والعين بابي هو وامي وليس لنا مخالفته وما جاء عن
اصحابه تخيرنا وما جاء عن غيرهم فهم رجال ونحن رجال وكان ابو مطيع البلخي يقول كنت يوما عند الامام ابي حنيفة
في جامع الكوفة فدخل عليه سفيان الثوري ومقاتل بن حيان وحماد بن سلمة وجعفر الصادق وغيرهم
من الفقهاء فكلموه وقالوا قد بلغنا انك تكثر من القياس في الدين وانا نخاف عليك منه فان اول
من قاس ابليس فناظرهم الامام من بكرة نهار الجمعة الى الزوال وعرض عليهم مذهبه وقال اني اقدم العمل بالكتاب
ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة مقدما ما اتفقوا عليه على ما اختلفوا فيه وحينئذ اقيس فقاموا كلهم وقبلوا
ركبته ويده وقالوا له انت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضى عنا من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله
لنا ولكم اجمعين انتهى ملخصا اور ائمہ اصول اپنی تصانیف میں ایک باب واسطے احتجاج کے ساتھ آثار صحابہ کے
معقود کرتے ہیں اور اوسمیں اقوال و افعال و تقریرات صحابہ کو راجح طرف سنت اور قیاس اور اجماع کے کرکے
قابل احتجاج ٹھہراتے ہیں منار الاصول میں ہے تقليد الصحابة واجب لاحتمال السماع من النبي عليه السلام
وقال الكرخي لا يجب تقليده الا فيما لا يدرك بالقياس وقال الشافعي لا يقلد احد منهم وقد اتفق عمل اصحابنا
بالتقليد فيما لا يعقل بالقياس كما في اقل الحيض وشراء ما باع باقل مما باع قبل نقد الثمن واختلف عملهم في غيره وهذا
الاختلاف في كل ما ثبت عنهم من غير خلاف ومن غير ان يثبت ان ذلك بلغ غير قائله فسكت مسلما والا كان
اجماعا انتهى اور شرح مسلم الثبوت مولوی ولی اللہ میں ہے قال ابو بكر الرازي والبرذعي والبزدوي والسرخسي
وصدر الاسلام ابو اليسر واتباعهم ومالك والشافعي في القديم واحمد في رواية قول الصحابي المجتهد فيما يمكن
فيه الراي اي في حكم يمكن اثباته بالقياس ملحق بالسنة فيقدم على القياس ويكون حجة على غيره ولكن المشتهر
من الصحابة بل لمن بعدهم من التابعين وتبعهم ونفى اي نفى لحوق قول الصحابي بالسنة الشافعي في قوله الجديد
والكرخي من الحنفية وجماعة ومنهم القاضي ابو زيد ولكن الشافعي نفاه مطلقا سواء كان فيما يدرك
بالقياس او لا وقيل انما يلحق بالسنة قول ابي بكر وعمر فقط وقول الصحابي فيما لا يدرك بالراي فعند
اصحابنا يلحق بالسنة اتفاقا يجب اتباعه وبه قال الشافعي في الجديد على ما حكاه السبكي عن الده كذا في التقرير

انتہی ملخصاً و ہکذا فی شرح البزدوی للالہداد الجونفوری و عبد العزیز البخاری و شروح المنار و التوضیح
و حواشیہ وغیرہا ہر گاہ یہ تفصیل و تحقیق ذہن نشین ہو گئی پس اب سمجھنا چاہیے کہ چونکہ صحابہ کیواسطے
دلیل مستقل نہ تھی مگر کتاب و سنت اسواسطے وہ لوگ سندان دونون سے تلاش کرتے تھے بعد تلاش کے
اگر سند نہ ملتی تو اجتہاد فرماتے تھے اور جو لوگ کہ بعد صحابہ کے ہین اونکے واسطے چند دلیلین مثبت احکام
ہین کتاب و سنت و اجماع و قیاس و آثار صحابہ اور یہ سب سوای قیاس کے دلیلین مستقل ہین پس ان لوگون کا
منصب یہ ہی کہ اولا دلیل مسئلہ کتاب سے تلاش کرین اگر نہ ملے تو سنت سے اگر نہ ملے تو آثار و اقوال صحابہ
سے کہ یہ بھی راجع طرف سنت کے ہین خصوصاً فی مالا یدرک بالرای مین اگر نہ ملے تو اجماع سے اگر نہ ملے تو قیاس سے
پس آثار و اقوال و افعال صحابہ کے حجیت سے انکار کرنا جیسا کہ مؤلف سے صادر ہوا خلاف معقول و منقول ہی
تیسرا خدشہ یہ ہی کہ انحصار دریافت کرنے غیر نبی کا حکم کو الہام اور رای محض اور کتاب و سنت اور قیاس
مین باطل ہی کیونکہ منجملہ صورت دریافت کرنیکی اجماع ہی کہ وہ بھی دلیل قطعی مستقل ہی اور منجملہ اوسکے بہ نسبت
قرون متاخرہ کے آثار صحابہ ہین کہ وہ بھی کاشف عن السنۃ النبویہ ہین اگر کہیے کہ جب آثار صحابہ کاشف عن
قول النبی او فعلہ او تقریرہ ٹھہرے تو پھر دلیل مستقل کہان باقی رہی تو ہم کہین گے کہ بہ نسبت ہمارے آثار صحابہ
بھی دلیل مستقل ہین باین معنی کہ جب کسی مسئلہ مین ہم حدیث مرفوع بعد تلاش کے نپاوینگے اور اقوال
صحابہ یا افعال اونمین موجود ہونگے تو ہم انہین آثار سے استناد کرینگے خواہ سندان آثار کی ہم کتاب اللہ
یا سنت سے پاوین یا نہ پاوین کیونکہ آثار صحابہ کاشف عن آثار الرسول ہین پس انکے ساتھ استناد کرنا
بعینہ استناد ساتھ سنت کے ہی اور یہ گمان نہین کرسکتے کہ صحابہ بغیر سند اس امر کے قائل یا مرتکب ہوئے اور
اگر مجرد کاشف ہونا آثار صحابہ کا مضر استقلال ہی تو سنت نبویہ بھی دلیل مستقل نرہیگی کیونکہ وہ بھی کاشف
عن الحکم الالہی ہی بلکہ قرآن متلو بھی دلیل مستقل نہ ٹھہریگا کیونکہ وہ بھی کاشف عن الکلام النفسی ہی چوتھا
خدشہ یہ ہی کہ دلیل تابع کو یہ لازم نہین کہ افادہ حکم مثل حکم متبوع کرے ملاحظہ کیجیے اجماع تابع ہی سند کے
کہ مستنبط ہو کتاب یا سنت سے اور کبھی سند اجماع مستفاد خبر واحد سے ہوتی ہی اور مفید ظن ہو الا کہ حکم
اور اجماع موافق اوس سند کے مفید قطع ہوتی ہی کما ہو مصرح فی کتب الاصول اسیطرح جائز ہی کہ مواظبت
صحابہ کہ تابع ہی کسی سند کے مفید سنیت ہو اور وہ سند مفید استحباب ہو پانچوان خدشہ یہ ہی کہ اگر
تبعیت حکم تابع کے واسطے حکم متبوع کے جنس حکم مین تسلیم کرلیجاوی تو کہہ سکتے ہین کہ یہ اوسوقت ہی

جب کوئی نص دوسرے تابع کے حکم کے باب مین نہ آئی ہو اور اگر کسی نص سے تعیین افادہ حکم تابع
ہو گئی ہو تو اوس وقت تابع سے موافق اوسی نص کے افادہ حکم ہو گا اور ما نحن فیہ مین چند احادیث
وارد ہین کہ اوس سے فائدہ دیتا مواظبت صحابہ کا سنیت کو معلوم ہوتا ہی پس خواہ نخواہ افادہ سنیت
کریگی الحاصل جب کسی فعل پر خلفاء نے مواظبت کی تو یہ مواظبت مفید سنیت بوجہ دلالت احادیث عدیدہ
ہو سکتی ہی اگرچہ سند اوسکی مفید استحباب ہو تی حال جاننا چاہیے کہ صاحب کلام مبرم نے بزعم خود اپنے رسالہ
تحفۃ الاخیار مین اس مذہب کو قوی کیا کہ مواظبت خلفاء راشدین مفید سنت موکدہ ہوتی ہی اور چونکہ
یہ بات مخالف تحقیق مذکور کے ہی اسلیے اوسکا رد لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہی اور چونکہ رسالہ مذکورہ عربی زبان
مین ہی اسلیے اوسکا جواب بھی عربی ہی مین لکھا جاتا ہی حاصل اوسکا چند مواضع مین یہ ہی ان حدیث علیکم بسنتی
وسنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث یدل صریحا علی لزوم سنۃ الخلفاء کما ہو منطوق کلمۃ علیکم وحملہ علی المعنی المجازی مما
یاباہ الفہم السلیم مع انہ یلزم ح الجمع بین الحقیقۃ والمجاز فان السنۃ النبویۃ لازمۃ بلا ریب فی الحاصل ان کلمۃ علیکم
لا یخلو اما ان یکون محمولا علی الندب اما ان یکون محمولا علی اللزوم واما ان یکون محمولا علی کلیہما لا سبیل الی الاول
والا لزم ان تکون السنۃ النبویۃ ایضا مندوبۃ ولا سبیل الی الثالث ایضا للزوم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز فتعین
الاوسط وخیر الامور اوسطہا ومما یؤیدہ عطف سنۃ الخلفاء علی سنتی وجمعہما فی نسق واحد وایضا لو کان غرض
النبی من ہذا الکلام ندب سنۃ الخلفاء من غیر لزوم لما کان لتخصیص الخلفاء بالذکر وجہ یعتد بہ فان ہذا الارجاب
فی اقتداء جمیع الصحابۃ وحدیث اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر یدل علی خصوص لزوم الاتباع بالشیخین
ومواظبۃ النبی علیہ السلام التی ہی مدار السنیۃ تنقسم الی قسمین احدہما المواظبۃ الفعلیۃ وہی ان یواظب رسول اللہ
علی فعل بنفسہ کالسنن الرواتب وغیرہا وثانیہما ان یواظب علی تشریعہ والامر بہ والترغیب الیہ کالاذان
للصلوۃ فانہ سنۃ موکدۃ باتفاق من یعتد بہ من العلماء مع انہ لم یفعلہ النبی علیہ الصلوۃ والسلام بنفسہ مرۃ
ایضا فضلا عن ان یواظب علیہ فوجہ کونہ سنۃ موکدۃ لیس الا المواظبۃ التشریعیۃ وکذلک نقول فی
مواظبۃ الخلفاء وانہا علی قسمین مواظبۃ فعلیۃ ومواظبۃ تشریعیۃ وکل من ہذہ الاربعۃ موجب للسنیۃ یاثم علیہ
بترکہا کما یدل علیہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین وحدیث اقتدوا باللذین
من بعدی وغیرہ ذلک ہذا التفصیل فی ان لم یصرح بہ جمہور اصحابنا لکنہ مستفاد من کلماتہم فی مواضع وان
سنۃ الصحابۃ لازمۃ الاتباع وتارکہا آثم وان کان اثمہ دون اثم تارک السنۃ النبویۃ انتہی ملتقطا من مواضع

اقول فيه بحث من وجوه اما اولا فلانا لا نسلم انه على تقدير حمله على المعنى المجازى يلزم الجمع بين الحقيقة والمجاز
لم لا يجوز ان يكون من قبيل عموم المجاز اقول قد رد صاحب التحفة الحمل على المعنى المجازى اولا بانه مما
يأباه الفهم السليم وهذا شامل لعموم المجاز فانه ايضا معنى مجازى وهو بعيد عن الفهم المستقيم وثانيا بانه يلزم
الجمع بين الحقيقة والمجاز وهذا خاص بما اذا اريد الحقيقة والمجاز كل منهما على حدة في وقت واحد ولا
يجرى في عموم المجاز ولم يدع صاحب التحفة ان الجمع بين الحقيقة والمجاز يلزم على جميع تقادير المجاز حتى
يرد ما اورد ثم قال واما ثانيا فلانا نختار انه محمول على الندب المقابل للوجوب واللزوم وقوله لزم ان
يكون السنة النبوية ايضا مندوبة قلت لا ضير في كون السنة المؤكدة النبوية مندوبة بالمعنى المقابل
للوجوب اذ هو بهذا المعنى يشمل السنة المؤكدة ايضا في التلويح ما ياتى به المكلف ان تساوى تركه وفعله فهو
المباح والا فان كان فعله اولى فمع المنع عن الترك واجب وبدونه مندوب وقال بعيده المراد بالمندوب
ما يشمل السنة والنفل اقول كلمة عليكم وامثاله في كلام العرب موضوع لمعنى اللزوم وعليه جرى كلام المحدثين
وغيرهم فقال عبد الغني النابلسي في الحديقة الندية في شرح حديث فعليكم بسنتي اى الزموا يقال عليك زيدا
اى الزمه انتهى وقال على العزيزي في السراج المنير شرح الجامع الصغير في شرح حديث عليك السمع والطاعة في
عسرك ويسرك الحديث هو اسم فعل بمعنى الزم انتهى وقال في شرح حديث عليك بالصوم فانه لا مثل له اى الزمه وقال
في شرح حديث عليك بالسجود الحديث اى الزم كثرة الصلوة وقال في شرح حديث عليك بتقوى الله والتكبير
على كل شرف اى الزم فعل ما امر به والكف عما نهى عنه وقال في شرح حديث عليك بحسن الخلق اى الزمه فان احسن الناس
خلقا احسنهم دينا وقال في شرح حديث عليك بركعتى الفجر فان فيهما فضيلة اى الزم فعلهما وقال في شرح حديث
عليك بكثرة السجود اى الزم الاكثار من صلوة النافلة وقال في شرح حديث عليكم بالصف الاول
اى الزموا الصلوة فيه واذا تقرر هذا فاعلم ان حمل عليكم في الحديث المتنازع فيه على اللزوم متعين لا يصار
الى الندب لانه معنى مجازى والمجاز لا يصار اليه الا عند عدم صحة المعنى الحقيقى لما في حواشى التلويح لملا خسرو والمجاز
لا بد له من قرينة تمنع المعنى الحقيقى وترجح المجازى انتهى وفي التلويح ان الحقيقة اذا كانت مهجورة فالعمل بالمجاز
اتفاق والا فان لم يصر المجاز متعارفا فالعمل بالحقيقة اتفاقا وان صار متعارفا فعنده العبرة بالحقيقة
لان الاصل لا يترك الا لضرورة انتهى وفي التحقيق الواضع انما وضع اللفظ للمعنى ليكتفى به في الدلالة عليه
فصار كانه قال اذا معشر اني تكلمت بهذا اللفظ فاعلموا اني عنيت به هذا المعنى فمن تكلم بلغته وجب ان يريد به

ذلك المعنى فوجب حمله عند الاطلاق على حقيقته كيف وقد نجد بالضرورة مبادرة الذهن الى فهم الحقيقة

اقوى من مبادرته الى فهم المجاز انتهى فان قلت المانع عن ارادة المعنى الحقيقي ههنا هو ان سنة الصحابة ليست بلازمة ولو حمل عليكم على اللزوم لزم ذلك قلت هذا عين المتنازع فيه فانه لم يدل دليل آخر على عدم لزوم سنة الصحابة وهذا النص قد دل على ذلك بمعناه الحقيقي ولا قرينة تصرفه عن ذلك فلا ضرورة داعية الى حمله على الندب المقابل للزوم الذي هو معنى مجازي ولو جوز حمل الالفاظ على المعاني المجازية بغير قرينة مانعة عن ارادة المعاني الحقيقية لفسد انتظام الشرع اذ كل ما ورد فيه من الاوامر والنواهي يسري فيه احتمال المجاز قال واما ثالثاً فلانا نقول معارضة ان كلمة عليكم لا يخلو اما ان يكون محمولا على اللزوم والوجوب واما ان يكون محمولا على الندب واما ان يكون محمولا على كليهما لا سبيل الى الاول والا لزم ان تكون السنة النبوية وسنة الخلفاء واجبة ولا سبيل الى الثالث ايضا للزوم الجمع بين الحقيقة والمجاز فتعين الاوسط وخير الامور اوساطها اقول هذا مدفوع بما مر من ان الندب معنى مجازي والمجاز لا يحمل عليه اللفظ الا عند تعذر الحقيقة واذ ليس فليس ومعناه الحقيقي هو اللزوم فلزم الحمل عليه لا يقال يلزم منه كون سنة الصحابة واجبة ولا قائل به لانا نقول اللزوم عبارة عن كون الفعل بحيث يؤاخذ على تركه وهو شامل للفرض والواجب والسنة المؤكدة فان تارك كل منها مؤاخذ اما تارك الاولين فبالعقاب واما تارك الثالث فبالملامة والعتاب كما صرح به في البزازية وغاية البيان والعناية وجامع الرموز والتحقيق والتبيين ومرقاة الاصول وغير ذلك وقد نقلت عباراتهم في تحفة الاخيار ولما ثبت بالدلائل الاخر عدم فرضية سنة الصحابة وعدم وجوبها بل عدم افتراض سنة النبي عليه السلام وعدم وجوبها بقي اللزوم فيها بمعنى انه يعاتب تاركها وهو معنى السنة المؤكدة ومن ظن ان اللزوم عين الوجوب فارادة اللزوم تستلزم افتراض السنن او وجوبها فقد خالف المعقول والمنقول قال واما رابعاً فلانه لو كان غرض النبي عليه الصلوة والسلام من هذا الكلام لزوم سنة الخلفاء لما كان لتخصيص الشيخين بالذكر في حديث اقتدوا باللذين من بعدي ابي بكر وعمر وجه يعتد به فان هذا الامر جار في جميع الخلفاء الراشدين اقول تخصيصهما بالذكر في الحديث وان كان الامر في جميع الخلفاء لازما تنبيها على انهما اول من يقتدى به بعد النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم وان الخليفة بعده ابو بكر ثم عمر قال واما خامساً فلان قوله والاذان للصلوة سنة مؤكدة باتفاق من يعتد من العلماء غلط فانه عند الامام احمد فرض كفاية ولا شك في كونه من الذين يعتد بهم اقول هذا غير مخل بالمقصود فان الاكثرين

قالوا بكونه سنة مع عدم المواظبة الفعلية فيه والاتفاق قد يطلق على قول الاكثر كما ذكره العيني في
شرح الهداية قال عفي عنه واما سادسا فلان القول بتقسيم مواظبة الخلفاء الى المواظبة الفعلية والمواظبة
التشريعية قياسا على تقسيم المواظبة النبوية اليهما انما يصح لو كان المتمسك في تقسيم المواظبة النبوية
حديث عليكم بسنتي وسنة الخلفاء فيقال ح ان لفظ السنة كما وقع بالنسبة الى النبي وعمم فكذلك
بالنسبة الى الخلفاء فليعمم وهو ممنوع لجواز ان يكون المواظبة التشريعية عند قائلها ثابتة بدليل آخر كقوله
تعالى ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا ونحوه ودلالة حديث عليكم على ان كلا من هذه
الانواع الاربعة موجب للسنة يأثم تاركها غير مسلمة لم لا يجوز ان يكون كلمة عليكم محمولة على الندب كما عرفت
آنفا اقول لا يجوز حمله على الندب كما عرفت سابقا والتقسيم المذكور غير موقوف على كون المتمسك في
تقسيم المواظبة النبوية هذا الحديث بل الغرض ان السنة النبوية لما كانت منقسمة الى قسمين سواء كان بهذا
الحديث او بغير ذلك وقد وردت مساواة السنة النبوية وسنة الخلفاء في هذا الحديث فلابد ان تقسم سنة
الخلفاء ايضا الى قسمين ولما كان لفظ عليكم محمولا على اللزوم لعدم صارف يصرفه دل الحديث المذكور على
اثم تارك السنتين باقسامهما قال عفي عنه واما سابعا فلان سنة النبي وسنة الخلفاء مندرجة تحت لفظ عليكم فالتفرقة
بينهما مع كونهما مدخولتين للفظ عليكم هل يجوز عندكم ام لا على الثاني لا يصح قولك وان كان اثمه دون اثم
تارك السنة النبوية وعلى الاول لم لا تجوز التفرقة بينهما بان تكون السنة النبوية مؤكدة وسنة الخلفاء مستحبة
اقول هذه التفرقة غير جائزة لما مر غير مرة ان الحمل على عموم المجاز من غير ضرورة غير جائز بل يجب ان يحمل
عليكم على اللزوم ويكون كل من السنتين داخلا تحته وكون احدهما دون من الآخر في اللزوم لا يقدح في كو
نهما مشتركان في اللزوم بهذا الحديث بمعنى انه يؤاخذ تاركهما واما كون اثم تارك احدهما اقل من اثم تارك
الآخر فامر آخر يثبت بالدلائل الاخر ولا يضر ذلك في اشتراكهما في نفس اللزوم قال عفي عنه واما ثامنا فلانه لو
سلم دلالة حديث عليكم بسنتي وحديث اقتدوا باللذين من بعدي على اللزوم فلا تثبت منه السنة
المؤكدة بل الثابت انما هو الوجوب كما صرح به البدر العيني في حديث اقتدوا حيث قال فاذا كان الاقتداء
بهما مأمورا به يكون واجبا وتارك الواجب يستحق العقاب والتفصيل ان حديث عليكم بسنتي وحديث اقتدوا
لا يدل على كون سنة الخلفاء والشيخين سنة مؤكدة اصلا لان لفظ عليكم اما ان يكون محمولا على الوجوب
واما ان يكون محمولا على الندب واما ان يكون محمولا على كليهما ولا دلالة على تقدير على كونها سنة مؤكدة اما

علی الاول فلان فیہ احتمالین الاول ان یراد بہ وجوب اخذ السنۃ فحسب لا وجوب السنۃ الماخوذ بہا والثانی ان
یراد بہ وجوب السنۃ الماخوذ بہا علی الاول یبقی السنۃ الماخوذۃ اعم من ان یکون فرضا او واجبۃ او سنۃ
موکدۃ او غیر موکدۃ فلا یثبت کونہا سنۃ موکدۃ وعلی الثانی یلزم وجوب السنۃ لا کونہا سنۃ موکدۃ واما
علی الثانی فلان المندوب یشمل السنۃ الموکدۃ وغیرہا واما علی الشق الثالث فعدم ثبوت السنۃ الموکدۃ ظاہر
اقول علیکم موضوع فی اللغۃ للزوم وہو اعم من الوجوب کما مر لا انہ عین الوجوب المصطلح فان ہذا الوجوب
المصطلح قد حدث بعد استقرار اللغۃ بزمان کثیر بل بعد زمان النبی علیہ الصلوۃ والسلام ایضا ومن ثم تعقب
من استدل بحدیث غسل الجمعۃ واجب علی کل محتلم علی وجوب غسل الجمعۃ بان الوجوب المصطلح لم یکن فی الزمن
النبوی بل حدث بعدہ فلا یمکن ان یراد ذلک فی کلامہ فاذن یحمل علیکم علی اللزوم بمعنے ان یواخذ
تارکہ وادناہ السیئۃ فیحمل علیہ لثبوت ان السنن النبویۃ لیست بلازمۃ لزوم الوجوب فضلا عن سنن الخلفاء
وبہذا ظہر ما فی التفصیل المذکور فانہ قد ذکر شقوقا باطلۃ واعرض عن ذکر التقدیر الصحیح وہو مطلق اللزوم
قال البعلیم ان حمل لفظ علیکم علی الوجوب اقرب الی الصواب لانہ معنی حقیقی وما امکن المعنی الحقیقی لا یصار
الی المعنی المجازی ومقابلۃ ایاکم ومحدثات الامور ایضا یقتضی حمل علیکم علی المعنی الحقیقی کیف وایاکم محمول
علی المعنی الحقیقی اعنی التحریم الذی یشعر عنہ قولہ علیہ السلام وکل ضلالۃ فی النار وقولہ علیہ السلام تمسکوا
بہا وعضوا علیہا بالنواجذ ایضا یؤید المعنی الحقیقی لکن یجب ان یراد بہ وجوب الاخذ لا وجوب الماخوذ
بہ فان کان السنۃ ای الطریقۃ فرضا فالاخذ علی وجہ الفرضیۃ وان واجبۃ فعلی سبیل الوجوب وان سنۃ موکدۃ
فعلی طریق السنیۃ وان مستحبا فعلی طریق الاستحباب حتی لا یلزم کون السنۃ واجبۃ ولا یلزم من حملہ علی الوجوب
کونہا سنۃ موکدۃ کما عرفت اقول کون الوجوب المصطلح معنی علیکم الحقیقی ممنوع کما مر غیر مرۃ بل معناہ
مطلق اللزوم وما امکن المعنی الحقیقی لا یصار الی المجازی ومقابلتہ بایاکم الدال علی التحریم لا یدل علی حمل علیکم
علی الوجوب المصطلح کما لا یخفی علی من تدبر قال واما تاسعا فلان لفظ سنتی وسنۃ الخلفاء اعم من
ان یکون سنۃ موکدۃ او غیرہا فلو حمل علی اللزوم یلزم ان تکون السنۃ الغیر الموکدۃ ایضا موکدۃ اقول
قد خصصت الغیر الموکدۃ من السنۃ بدلائل اخر دالۃ علی ان افعال النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم التی فعلہا
احیانا غیر لازم اخذہا ولیس ہذا تخصیصا بغیر مخصص بل بمخصص قال واما عاشرا فلانہ یحتمل ان یکون
المراد بسنۃ الخلفاء ہو السنۃ النبویۃ لا غیر فالمعنی الزموا الطریقۃ التی انا علیہا وخلفائی وہذہ الطریقۃ واحدۃ

کما یشعر علیہ قولہ علیہ السلام ما انا علیہ و اصحابی فان قلت فای فائدۃ فی تکریر لفظ السنۃ قلت ہو من قبیل قولہ تعالی
نعبد الہک و الہ آبائک فان العطف علی الضمیر المجرور لایجوز بدون اعادۃ الخافض اقول الاصل فی العطف المغایرۃ کما
ہو مذکور فی المختصرات فلا یصار الی غیرہ بلا ضرورۃ ای ضرورۃ دعتکم الی ابداع الاحتمال وای امر اضطرکم الی ہذا الاعتلال
اثبت عندکم من دلیل آخر عدم لزوم سنۃ الخلفاء ام ہذا ہجر در الکم وقد حدث فی زماننا من ابدع الاحتمالات فی الآیات
القرآنیۃ والاحادیث النبویۃ فانکر الضروریات الدینیۃ والواجبات العینیۃ فیا لہ من فتنۃ الاحتمال الہی فتنۃ
عمیاء و صماء اعاذنا اللہ منہا و من امثالہا قال اور قول بالوجوب کا یہ حال ہی کہ یہ قول نہ تو مجتہدین فی الشرع سے مثل
ائمہ اربعہ کے منقول ہی اور نہ مجتہدین فی المذہب سے جیسے ابو یوسف و محمد و غیرہما اور نہ مجتہدین فی المسائل سے
جیسے خصاف و طحاوی و کرخی و شمس الائمہ حلوانی و سرخسی و بزدوی و قاضی خان و غیرہم اور نہ اصحاب تخریج سے جیسے
رازی اور نہ اصحاب ترجیح سے جیسے ابو الحسن قدوری و صاحب ہدایہ اور نہ اصحاب متون سے جیسے صاحب کنز و
صاحب مختار و صاحب وقایہ اگر منقول ہی تو اون فقہاء سے جو طبقہ سابعہ مین داخل ہین کہ غث اور سمین اور
رطب و یابس مین فرق نہین کر سکتے اور اکثر قائلین بالوجوب کا استدلال حدیث من حج ولم یزرنی فقد جفانی
سے ہی اور یہ حدیث قطع نظر اس سے کہ اکثر محدثین اسکو موضوع اور بعض محدثین ضعیف لکھتے ہین
وجوب پر دلالت نہین کرتی کیونکہ لفظ جفا تو حدیث من بدا جفا مین بہی آیا ہی اوسکی نسبت مجمع البحار
مین مرقوم ہی ای من خرج الی البادیۃ و سکن فیہا غلظ طبعہ لقلۃ مخالطۃ الناس انتہی پس اگر یہ لفظ وجوب
پر نص ہو تو چاہیے کہ شہر کا رہنا بہی واجب ہو جاوے اور بادیہ کا رہنا حرام اور حال آنکہ اسکا کوئی
قائل نہین اقول یہ کلام مخدوش ہی ساتھہ چند وجوہ کے اول یہ کہ سابقا آپ نے جذب القلوب سے
نقل کیا ہی کہ امام ابو حنیفہ قائل قرب وجوب کے ہین اور آپ خود قول محقق مین تسلیم کر چکے کہ قرب وجوب
اور وجوب دونون متقارب ہین پس انکار کرنا اسکا کہ یہ قول کسی مجتہد سے منقول نہین ختم پوشی ہی
دوسری یہ کہ قول وجوب کو ایک طائفہ فقہاء نے جو کہ معتمد علیہم و مستند الیہم تہے نقل کیا اور بعضون نے
بطور خود بغیر نقل تحریر کیا جیسا کہ عبارتین اونکی کلام مبرم مین مرقوم ہین منجملہ اونکے شرنبلالی ہین
مجبی اونکی شان مین خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر مین لکھتے ہین الشیخ العمدۃ حسن الشرنبلالی
مصباح الازہر و کوکبہ المنیر و صاحب السراج الوہاج لا تبس من نورہ و صاحب الظہیرۃ لا تخفی عنہ ظہورہ
او ابن الحسن لا حسن القنار و علیہ صاحب التحریرات والرسائل التی فاقت و کان من احسن الفقہاء فی زمانہ ما بہ سنۃ

تسع وستین والف انتہی ملخصا اور منجملہ اونکے کمال الدین بن الہمام ہین کہ جنکی عادت یہ ہے کہ جس مسئلہ کی دلیل ضعیف
یا غیر صحیح پاتے ہین اوسکو بلا تردد مجروح کر دیتے ہین اگرچہ جمہور حنفیہ اوسکے قائل ہون ونعمت العادۃ ہی
مگر قول وجوب کو نقل کرکے اونہون نے کچھ تعرض نہ فرمایا سیوطی حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ مین
لکھتے ہین کمال الدین محمد بن عبد الواحد السکندری المعروف بابن الہمام تفقہ علی السراج قاری الہدایۃ و
تقدم علی اقرانہ فی انواع العلوم من الفقہ والاصول والنحو وغیرہا وکان علامۃ جدلیا مات سنۃ احدی وستین
وثمانمائۃ انتہی ملخصا اور طبقات تمیمی مین ہے لہ تصانیف منہا کتاب التحریر الذی لم یؤلف فی الاصول مثلہ
والمسایرۃ فی العقائد وشرح الہدایۃ المسمی بفتح القدیر ولا نظیر لہا اور صاحب بحر رائق نے شرح کتاب القضاء مین
ابن ہمام کو ارباب ترجیح سے معدود کیا ہے عبارت اونکی یہ ہے قد وقع للمحقق ابن الہمام فی مواضع الرد علی المشائخ
فی الافتاء بقولہما بانہ لا یعدل عن قولہ الا بدلیل لکن ہو اہل للنظر ومن لیس باہل فعلیہ الاتباع بقول الامام
والمراد بالاہلیۃ ان یکون عارفا ممیزا بین الاقاویل لہ قدرۃ علی ترجیح بعضہا علی بعض انتہت اور منجملہ اوسکے
صاحب منح الغفار ہین محبی اونکے ترجمہ مین تحریر کرتے ہین شمس الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التمرتاشی الغزی
تفقہ علی صاحب البحر والامام امین الدین بن عبد العال وغیرہما وصار مرجع ارباب الفتاوی والف التآلیف
العجیبۃ منہا شرح الکنز وحواشی الدرر وشرح الوقایۃ واحسن تصانیفہ تنویر الابصار وشرحہ منح الغفار توفی
سنۃ اربع والف انتہی ملتقطا اور منجملہ اونکے علامہ ہند عبد النبی بن احمد بن عبد القدوس گنگوہی ہین کہ
علمائے زمان سلطان اکبر سے ہین اور حرمین شریفین جاکے کتب حدیث ابن حجر مکی سے حاصل کین ترجمہ
اونکا منتخب التواریخ مین بشرح وبسط مذکور ہے اگر کسی کو شبہہ ہووے کہ جب ابن ہمام ارباب ترجیح سے ہین
تو اونکا قول باب تراویح مین کیون نہین مقبول ہوتا ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ قول اونکا مخالف معنی
حقیقی نص صریح کے ہے اسوجہ سے مقبول نہین ہو سکتا کیونکہ حدیث علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
سے صاف لزوم سنۃ خلفاء ثابت ہے اور حمل کرنا اوسکا ندب پر جیسا کہ ابن ہمام نے کیا بلا وجہ ہے
اور اسیوجہ سے بحر العلوم نے کہ رسائل الارکان مین اکثر مواضع مین تحقیقات ابن ہمام کو پسند کرتے ہین اس
مقام پر تحقیق جمہور کو پسند کیا عبارت اونکی بحث تراویح مین یہ ہے سنۃ علینا لا شک فیہ لان سنۃ الخلفاء
الراشدین السنۃ صلی اللہ علیہ وسلم فی اللزوم والاساءۃ بالترک فانہ قال علیہ السلام فی موعظتہ علیکم بسنتی وسنۃ
الخلفاء الراشدین ومحدثات الامور ما حدث بعد زمان الخلفاء کخطبۃ مروان قبل الصلوۃ للعید وجعل الجودۃ مقدمۃ فی الاولی

الربویة اذا قوبلت بجنسہا حدث فی زمن معاویة وما حدث من الخلفاء الراشدین فسنة بلا شک تجب الاخذ
بہا واتباعہا بالنص القاطع انتہی اور قول مذہب جو آپ نے اختیار کیا اوسکو قول محقق مین فتاوی عالمگیری
اور رد المحتار اور در مختار سے نقل کیا اور مصنفین انکے نہ مجتہدین سے ہین اور نہ اصحاب ترجیح سے اور نہ اصحاب
تخریج سے اور نہ اصحاب متون سے بلکہ فتاوی عالمگیری کے جامعین کا حال مجہول ہی اور رد المحتار کے
مصنف کو عرصۂ قلیل ہوا کہ اونہون نے انتقال کیا اونکا حال نہین معلوم کہ کیسے تہی آور در مختار کے نسبت بعض
بعلی شرح اشباہ مین لکھتے ہین قال شیخنا صالح لا یجوز الافتاء من الکتب المختصرة کالنہر وشرح الکنز للعینی
والدر المختار او لعدم الاطلاع علی حال مصنفیہما کشرح الکنز لملا مسکین وشرح النقایة للقہستانی او لنقل الاقوال
الضعیفة فیہا کالقنیة للزاہدی فلا یجوز الافتاء منہ الا اذا علم المنقول عنہ واخذہ منہ ہکذا سمعتہ منہ وہو
علامة فی الفقہ مشہور انتہی اگر کوئی شبہہ کرے کہ عالمگیری وغیرہ مین قول مذہب کو بلفظ قال مشائخنا
ذکر کیا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ قول قدماء حنفیہ کا ہی تو جواب وسکا یہ ہی کہ مشائخنا کی تعیین کسی کتاب
مین نہین ہی کہ اس سے کون کون مراد ہین اور بغیر تعیین کے کیونکر یہ قول منسوب بہ قدماء ہو سکتا ہی
خلاصہ یہ ہی کہ قول وجوب بہی کتب معتبرہ مین مرقوم ہی پس اگر کسی نے موافق اوسکے بعد انضمام حدیث
جفانی کے فتوی دیا تو کیا نقصان واقع ہوا تیسری یہ کہ حدیث جفانی کو اکثر محدثین کا موضوع کہنا
کہان سے ثابت ہوا قول محقق مین آپ نے صغانی اور زرکشی اور ابن جوزی اور ذہبی اور ابن عبد الہادی سے
حکم وضع کا نقل کیا اور کلام مبرم مین یہ امر محقق کر دیا گیا کہ صغانی اور ابن جوزی مبالغین فی حکم الوضع سے
ہین اونکا اعتبار نہین اور ابن حجر نے لکہدیا کہ ذہبی نے حکم وضع کا بتبعیت ابن جوزی کر دیا باقی
رہی زرکشی اور ابن عبد الہادی سو بعد ثابت ہونے اس امر کے کہ ان دونون نے بتبعیت مبالغین کے حکم
نہین دیا بلکہ خود رواة کی تفتیش کر کے حکم دیا ان دو کے حکم سے اکثر کا حکم کہان سے لازم آیا اور اس حدیث
کے عدم وضع کا حال عنقریب واضح ہوگا انشاء اللہ تعالی چوتہی یہ کہ معنی جفا کے لغت مین چند معدود ہین
چنانچہ قاموس مین ہی جفا جفاء وتجافی لم یلزم مکانہ واجفیتہ ازلتہ عن مکانہ وجفا علیہ کذا ثقل والجفاء
نقیض الصلة ویقصر جفاہ جفوا وجفاء ورجل جافی الخلقة والخلق کز غلیظ انتہی اور جزری نہایہ غریب الحدیث مین
تحریر کرتے ہین فی الحدیث اذا سجدت فتجاف وہو من الجفاء البعد عن الشئ یقال جفاہ اذا بعد عنہ واجفاہ
اذا ابعدہ والجفاء ایضا ترک الصلة والبر ومنہ الحدیث البذاء من الجفاء بالذال المعجمة الفحش من القول وفی الحدیث

الآخرین بدا جفا بالدال المہملۃ ای من سکن فی البادیۃ غلظ طبعہ لقلۃ مخالطۃ الناس والجفاء غلظ الطبع ومنہ
صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم لیس بالجافی انتہی ان عبارات سے ظاہر ہے کہ جب جفا متعدی مفعول کیطرف
بلا واسطہ ہوتا ہے معنی اوسکے ضد بر وصلہ کے یا بُعد کے ہوتے ہین اور جو جفا بمعنی غلظ طبع کے ہے وہ لازم
ہے پس چونکہ حدیث جفانی مین جفا متعدی ہے لا بمعنی اوسکے ترک بر وصلہ کے او ظلم کے ہونگے اسیواسطے قسطلانی
مواہب مین لکھتے ہین الجفا اذی والاذی حرام فتجب المبادرۃ اذا ازالۃ الجفا واجبۃ انتہی اور حدیث من بدا جفا مین
چونکہ جفا متعدی بمفعول کیطرف نہین ہے اسواسطے معنی لازم پر محمول ہوا اور اگر جفانی مین کوئی اور معنی جفا کے لیجے
معنی مہمل ہو جاوینگے فکم من فرق بینہما ومن لم یفرق فقد وقع فی مغلطۃ عظیمۃ **قال** بیان سے مرجوحیت
قول بالسنۃ الموکدۃ اور قول وجوب کے ثابت ہو گئے اور قول مرجوح پر فتوی دینا فقہاء نے حرام لکھا ہے
مفتی کو چاہیے کہ جسکے قول پر فتوی دیتا ہے اوسکی روایت و درایت کا حال تحقیق کرے اور اس بات کی معرفت
حاصل کرے کہ یہ قائل فقہاء کے کون سے طبقہ مین ہے نہ جیسا کہ صاحب کلام مبرم نے کیا کہ وجوب کہ ابو عمران
مالکی مجہول الحال اور اوسکے مقلدین کا قول ہے بیباک ہو کر فتوی دیدیا **اقول** اس کلام مین چند تعقبات
ہین **اول** یہ کہ مرجوحیت قول وجوب کے اور قول سنت کے جو وجوہ بیان کیے گئے سب مردود ہو گئے پس
ثبوت مرجوحیت زعم باطل ہے **دوم** یہ کہ ابو عمران مالکی کا مجہول الحال ہونا کذب و زور ہے طبقات مالکیہ کو
ملاحظہ کیجیے بغیر معائنہ کیے ہوئے کتب طبقات کے کسی کو مجہول کہدینا شان اہل علم سے بعید ہے **سوم**
یہ کہ صاحب کلام مبرم نے بمجرد متابعت ابو عمران فتوی نہین دیا بلکہ بمتابعت یک طائفہ حنفیہ اور بمقتضائے
حدیث جفانی اس قول کو اختیار کیا **چہارم** یہ کہ آپ نے جو قول مذہب پر فتوی دیا وہ بمتابعت ارباب
عالمگیری ورد المحتار و درمختار فتوی دیا اور ان کا حال دریافت نہ کیا کہ کس طبقہ سے یہ لوگ ہین

باب دوم رد مین ایرادات مولوی محمد بشیر صاحب کے جو صاحب کلام مبرم پر کیے اس باب مین ہم قول
صاحب کلام مبرم کو کہ جسپر مولوی صاحب نے ایراد کیا ہے بلفظہ افادہ نقل کرتے ہین بعد اوسکے اونکے ایراد کو
بلفظہ قال نقل کرکے بلفظ اقول دفع کرینگے **افادہ** اس سال مولوی محمد بشیر صاحب بھسوانی حرمین شریفین
تشریف لیگئے اور مشاہد عظام اور مشاعر کرام سے شرف اندوز ہوئے جب حج سے فراغت کی عزیمت
مراجعت وطن کی کی زیارت قبر محترم سید الرسل شفیع الامم کا ارادہ نہ فرمایا **قال** اس کلام مین صریح
تنافی ہے کیونکہ حرمین تو عبارت مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ سے ہے غالبا صاحب رسالہ نے اپنی کمال علمی سے مکہ معظمہ

وحرمین میں امتیاز نہیں فرمایا اقول علماء وارباب تمدین کی شان سے بعید ہے کہ اسقدر سفر دور ودراز کریں اور رباب مدینہ پر پہونچکے مدینہ میں داخل ہونیکا قصد نہ کریں اور گھر سے یہ ارادہ کریں کہ ہم فقط مکہ معظمہ جائینگے مدینہ منورہ سے مشرف نہونگے بڑی بیباکی ہے عوام بھی ایسا کبھی قصد نہیں کرتے ہیں جو جاہل ہیں وہ تو جو وقعت علماء میں داخل سمجھے جاتے ہوں اور چونکہ آپ مشتہر بہ فضل وعلم تھے لہذا صاحب کلام مبرم نے آپکے حق میں حسن ظن کیا اور یہ سمجھا کہ گھر سے آپ ارادہ حرمین کا کرکے گئے ہونگے مگر وہاں جاکے بسبب شبہات کے فسخ عزیمت کی لہذا صاحب کلام مبرم نے اولا ہی لکھا کہ حرمین شریفین تشریف لیگئے بعد اسکے لکھا کہ بعد فراغ حج کے مراجعت وطن کی کی اور یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ آپنے گھر سے روانگی کی وقت ہی قصد مدینہ کا نہیں فرمایا تھا کیونکہ یہ شان جہلا سے بھی بعید ہے چہ جائکہ علماء اور اگر فرمایئے کہ گھر سے قصد زیارت کا نہیں درست ہے جیسا کہ ابن تیمیہ کا مذہب ہے تو قطع نظر اسکے کہ مذہب ابن تیمیہ کا اس مسئلہ میں مردود ہے کہا جائیگا کہ قصد مسجد نبوی کا اتفاقا درست ہے افاد مخفی نرہے کہ جمہور فقہاء حنفیہ مائل بوجوب ہیں قال اولا عفی عنہ اس مقام پر صاحب رسالہ نے لفظ مائل بمیم لکھا اور صفحہ ۴ اور صفحہ ۸ میں بالقاف تحریر فرمایا ہے اور یہ خیال نہ فرمایا کہ محققین حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ وحنابلہ اسکے وجوب کے قائل ہیں انتہی پس معلوم ہوا کہ صاحب رسالہ کو قول وسل میں بھی تمیز نہیں اقول سبحان اللہ یہ عجب اعتراض عامی ہے کہ جسکے دیکھنے سے طلبہ بھی ہنسینگے آپکو جمہور اور محققین کے فرق کی بھی تمیز نہیں ہے قال ثانیا عفی عنہ باب اول میں ثابت ہوا کہ جمہور فقہاء حنفیہ بلکہ شافعیہ ومالکیہ وحنبلیہ بلکہ کل اہل اسلام معتدین بہم قائل استحباب ہیں اقول یہ کلام مخدوش ہے بچند وجوہ اول یہ کہ آپ نے قول محقق میں قول ندب کو طرف جمہور کے منسوب کیا اور سند اوسکی عبارت درمختار وعالمگیری ورد المحتار گردانے حالانکہ متن کتاب میں ایک مسئلہ کے وجود سے قول جمہور لازم نہیں آتا ہے اور اس رسالہ میں بلفظ مشائخنا اور مسئلہ تخییر استناد کرکے قول جمہور ثابت کیا حالانکہ لفظ مشائخنا نص عموم پر نہیں ہے بلکہ وہ قبیل حصر علماء البلد سے ہے اور مسئلہ تخییر وجوب پر بھی متفرع ہو سکتا ہے پس قول جمہور کہاں سے ثابت ہوا دوسرے یہ کہ جمہور شافعیہ مالکیہ وحنبلیہ کے قول ندب کو بعبارت سمہودی وبحر العلوم وابن حجر مدلل کیا حالانکہ عبارت بحر العلوم مطلق قربت پر دال ہے اور عبارت سمہودی میں محمل قرب وجوب منقول ہے اور وہ باقرار آپکے متقارب وجوب ہے اور عبارات منقولہ ابن حجر استحباب بعدیت زیارت از حج پر دلالت کرتے ہیں نہ استحباب مطلق زیارت پر تیسرے یہ کہ استحباب پر

اجماع آپ نے رد المحتار وغیرہ سے نقل کیا اور یہ نہ خیال کیا کہ باوجود خلاف اجماع کیونکر صحیح ہوا پس وہ اجماع منقول یا مردود یا ماول ہی کما مر تفصیل ذلک کلہ فی رد الباب الاول چوتہے یہ کہ لفظ معترض بہم کس قاعدہ سے صحیح ہی شاید کمال ذکاوت سے غلط کو صحیح کر دیا قال ثم الثانیہ کہ باب اول مین معلوم ہوا کہ حنفیہ قول استحباب کو نقل کرکے پہر قول بالوجوب بیان کرکے تفریع قول استحباب پر کرتے ہین اقول سابقا گذر چکا کہ وہ تفریع وجوب پر بہی درست ہی قال ثم الثانیہ دعوی کہ جمہور حنفیہ قول وجوب کو نقل کرکے سکوت کرتے ہین اون عبارات سے جو اوسکے ثبوت کے لیے پیش کی گئین ہرگز ثابت نہین ہوتا ہان اون عبارات سے قول قریب وجوب منقول ہی اور وجوب قریب وجوب مین فرق کرنا ناشی جہل سے ہی اقول دروغ گو را حافظہ نباشد یہ ایراد رابع ہی نہ ثالث اور نسبت جہل کے ناشی جہل مرکب سے ہی کیونکہ قریب وجوب حکم وجوب مین ہی جیسا کہ عبارات فقہا اور دلیل معقول سے سابقا ثابت ہو چکا اور آپ قول محقق مین اس امر کی تصریح کر چکے کہ قول قریب وجوب اور وجوب دونون متقارب ہین اور دونون کی دلیل بہی ایک ہی ہی اور تضعیف ایک کی دوسرے کی تضعیف ہی پس اگر یہ فرق نکرنا جہل ہی تو الزام اسکا آپ کی طرف عائد ہی اور یہ چوتہا موضع ہی اون مواضع سے جنمین آپ سے تعارض واقع ہوا قال پوشیدہ نرہے کہ عبارات منقولہ سے تو ایک بہی حنفی کا وجوب کو اختیار کرنا ثابت نہین ہان اونسے یہ بات البتہ ثابت ہوتی ہی کہ ابو عمر اور بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ قائل بوجوب ہین اور یہ بہی ثابت ہوتا ہی کہ حنفیہ قول قریب وجوب کو نقل کرتے ہین نہ یہ کہ جمہور حنفیہ قول وجوب کو نقل کرکے سکوت کرتے ہین اقول قریب وجوب اور وجوب مین فرق کرنا جہل مرکب ہی قال اگر کہا جاوے کہ گو کسی حنفیہ کا قول بالوجوب ان عبارات سے ثابت نہین ہوتا لیکن یہ تو ظاہر ہی کہ عبد النبی اور شیخ عبد الحق دہلوی نے وجوب کو نقل کرکے سکوت کیا پس حنفی کا قول نقل کرکے سکوت کرنا ثابت ہوا تو جواب و سکا یہ ہی کہ اول تو اس امر سے جمہور حنفیہ کا وجوب کو نقل کرکے سکوت کرنا ثابت نہین ہوتا دوم عبد النبی نے تو اپنے مسلک مختار کی اول تصریح کی حیث قال اعلم ان زیارۃ النبی العربی القرشی المکی سنۃ من سنن المسلمین پس سکوت معارض اوس تصریح کے کیونکر ہو سکتا ہی اقول عبد النبی کی عبارت مین جو سنۃ واقع ہی بقرینہ من سنن المسلمین کے بمعنی طریقہ مسنونہ اور مستحبہ بین المسلمین کے ہی پس یہ قول مطلق قربت پر دلالت کرتا ہی نہ مجرد استحباب پر پس اختیار اوسکا استحباب کو کہان سے ثابت ہوا قال اور حضرت شیخ عبد الحق نے اول اپنے قول مختار کی تصریح کی بلکہ وجوب کے

موضع چہارم تعارض

تاویل بھی بیان کی لیکن اوس عبارت کو صاحب سالہ نے اپنی دیانت سے حذف کردیا پوری عبارت شیخ کی

یہ ہو واما زیارت قبر شریف و مسجد منیف از اعظم قربات و اعلی درجات ست بعضے برآنند کہ واجب ست بر کسیکہ وسعت

دارد چنانکہ امام عبد الحق کہ از اعاظم علمای حدیث ست ذکر کردہ و گفتہ اند کہ مراد وی از واجب سنت موکدہ است

کہ در مرتبۂ واجب ست و بہ ثبوت پیوستہ کہ آنحضرت فرمودہ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی و مروی ست

کہ من وجد سعۃ ولم یفد الی فقد جفانی صاحب مواہب گفتہ کہ این حدیث ظاہر ست در حرمت ترک زیارت

زیراکہ درین جفا اذی ست و جفا و ایذای آنحضرت حرام ست باجماع پس واجب شد ازالہ جفا و آن

بزیارت خواہد بود پس زیارت واجب شد انتہی یہ اول تحریف ہی کہ صاحب سالہ اس سالہ مین مرتکب ہوا

اقول ناظم برین فہم و علم شیخ نے اول احکم اعظم قربات کا و اعلی درجات کا دیا اور یہ عام ہی استحباب و وجوب

و سنیت سے پس اختیار اونکا استحباب کو کس جملہ سے ثابت ہوا اور نسبت تحریف کیطرف صاحب کلام

مبرم کے عجائب روزگار سے ہی کیونکہ تحریف عبارت ہی بگاڑنے سے اور بدلنے سے اور چونکہ تاویل وجوب کی

جو عبارت شیخ مین منقول ہی بعد نقل عبارت شیخ کے صاحب کلام مبرم کو مواہب لدنیہ سے نقل کرنا منظور تھے

لہذا بنظر اختصار کے عبارت تاویل کو مذکور نہ کیا اور باقی عبارت پر اقتصار کیا پس یہ اختصار بحذف

ما یستغنی عنہ ہوا نہ تحریف شاید آپ کے نزدیک تحریف و اختصار مین اتحاد ہی کہ اختصار پر حکم تحریف کا بیباک

ہو کر دیتے ہین یا وعید افترا و بہتان سے خوف نہین فرماتے ہین قال علاوہ اسکے وہ عبارات جس مین

قریب بوجوب ہی اونکا استحباب پر محمول کرنا وجوب پر محمول کرنے سے آسان ہی کیونکہ افضل المستحبات

کو بھی قریب واجب کہنا درست ہی اسلیے کہ قریب تو ایک امر اضافی ہی بخلاف واجب کے کہ اوسپر اطلاق

قریب واجب اوس قبیل سے ہی کہ عقل سلیم اوسکا انکار کرتی ہی اور جن عبارات مین لفظ وجوب ہی اونکو بھی

استحباب پر محمول کر سکتے ہین اقول یہ کلام مردود ہی چند وجوہ سے اول یہ کہ قول محقق مین آپ کی

عقل سلیم نے قریب واجب کو واجب ٹھہرایا اور یہان عقل سلیم اعتراض کرنے لگی ان ہذا الشی عجاب

اور یہ پانچوان موضع ہی اون مواضع سے جہان آپ سے تعارض واقع ہوا دوم یہ کہ اطلاق قریب واجب کا

واجب پر اطلاق فقہا مین شائع و ذائع ہی جیسا کہ سابقا مذکور ہو چکا اور اطلاق اوسکا مستحب پر بہ نوع

جناب الٰہی ہی پس بمقابلہ اطلاق فقہا کے یہ تجویز آپ کی کب تسلیم کیجاویگی سوم یہ کہ قرب کے اضافی

ہونے سے یہ نہین لازم کہ اطلاق قریب واجب کا مستحب پر آوی ورنہ لازم آویگا کہ مباح کو قریب واجب کہنا

درست ہوجاوی بلکہ مکروہ تنزیہی اور تحریمی کو قریب واجب کہدین کیونکہ یہ نسبت حرام وہ بہی قریب ہین اور التزام اسکا خالی از سخافت نہین ہی چارم یہ کہ جواز اطلاق شی دیگر ہی اور وقوع اطلاق شی دیگر ہی پس بعد تسلیم جواز کے کہا جاتا ہی کہ کسی فقیہ نے کسی کتاب مین قریب واجب کا اطلاق حقیقۃ مستحب پر نہین کیا ہی وسن ادعی فعلیہ البیان اور اطلاق اوسکا واجب پر واقع ہوا ہی پس اطلاق واقع کو چہوڑکر اطلاق ممکن کو لینا عقل سلیم کے نزدیک قبیح ہی پنجم یہ کہ وجوب کو استحباب پر حمل کرنا وسیہی ہی جیسا کہ کہا جاوی کہ اوامر جتنی شرع مین وارد ہین وہ سب استحباب پر محمول ہین ہل ہذا الا سفسطہ افاد اب کلام بعض محققین شافعیہ بہی ملاحظہ کرنا چاہیے کہ جس سے صاف ترجیح قول وجوب کی معلوم ہوتی ہی **قال** سمہودی کی عبارت سے تو واجب ہونا ہرگز نہین نکلتا البتہ قریب بواجب ہونا سمجہا جاتا ہی اور واجب قریب بواجب مین فرق ہی **اقول** قریب واجب حکم مین واجب کی ہی جیسا کہ سابقا گذرچکا اور آپ بہی قول محقق مین اقرار کرچکے اب اوس سے فرار فرمانے لگے اور یہ چہٹا موضع ہی اون مواضع سے جہان آپ سے تخالف واقع ہوا **قال** اور قسطلانی اور ابن حجر مکی کے کلام سے اگرچہ وجوب کیطرف میلان معلوم ہوتا ہی لیکن اون دونون نے بنا اوسکی حدیث جفانی پر کی ہی اور اس حدیث کا قابل احتجاج ہونا ابہی تک پایۂ ثبوت کو نہین پونہچا **اقول** کلام مبرم مین اس حدیث کے قابل احتجاج ہونا مذکور ہوچکا اور باقی تفصیل عنقریب پیش کیجاوینگی انشاء اللہ تعالی **قال** علاوہ یہ ہی کہ قسطلانی اور ابن حجر مکی نے بعض مالکیہ کا قول وجوب نقل کرکے یہ تاویل بہی نقل کی ہی کہ مراد واجب سے سنت موکدہ ہی اور اسپر سکوت کیا ہی اور سکوت صاحب سالکے نزدیک دلیل رضا ہی بلکہ ابن حجر نے تو تصریح اس تاویل کی تائید کی ہی اسطرح پر کہ کما وید ل لذلک احادیث صحیحۃ صریحۃ لا یشک الا من طمس نور بصیرتہ **اقول** قسطلانی نے بعد نقل تاویل کے حدیث جفانی کو ذکر کیا اور بعد اوسکے کہا فلیتامل قولہ فقد جفانی فانہ ظاہر فی حرمتہ ترک الزیارۃ چنانچہ تمام عبارت اوسکی کلام مبرم مین منقول ہی اب انصاف کیجے کہ اس سے اختیار قسطلانی کا قول وجوب کو معلوم ہوا یا تاویل کو اور ابن حجر کی عبارت جو کلام مبرم مین منقول ہی اوس سے ہر ذی علم سمجہ سکتا ہی کہ اوسکی رای ترجیح وجوب کیطرف ہی اور عبارت ابن حجر جو لذلک واقع ہی اوسکا اشارہ تاویل کیطرف راجع کرنا کمال استبعاد پر دال ہی کیونکہ ذلک موضوع بعید کے واسطے ہی اور قول تاویل اوسکی قریب مذکور ہی اگر تائید تاویل کی منظور ہوتی لہذا کہا جاتا

قال اوقسطلانی نے پہلے ہی اپنا مختار اس باب مین بیان کردیا حیث قال اعلم ان زیارة قبره الشریف
من اعظم القربات وارجی الطاعات والسبیل الی اعلی الدرجات ومن اعتقد غیر ہذا فقد انخلع من ربقة الاسلام
پس اس سے ترجیح قول وجوب ثابت ہوئی **اقول** قربت وطاعت عام ہی مستحب و واجب وسنت وغیرہ سے
پس اس سے اختیار مطلق قربت کا ثابت ہوا نہ اختیار استحباب کا اور ترجیح وجوب کی عبارت لاحقہ سے
جو سابقاً مذکور ہو چکی ثابت ہوئی **قال** قطع نظر اس سے قول وجوب جمہور شافعیہ کے مخالف ہی جیسا
باب اول مین ظاہر ہوا اسلیے قابل اعتبار نہین **اقول** باب اول کے رد مین واضح ہو چکا کہ جو عبارات
آپ نے واسطے اثبات قول جمہور شافعیہ کے نقل کین وہ مفید مدعی نہین ہی **قال** اوقسطلانی وابن حجر
مکی اون طبقات فقہا مین سے نہین ہین کہ جنکے قول پر فتوی دیا جاوی بلکہ طبقہ سابعہ مین ہین **اقول**
یہ دعوی بلا سند ہی اسکا اثبات کرنا چاہیے شاید یہ وجہ ہے کہ اون دونون نے آپ کی راے کے خلاف
لکھا طبقہ سابعہ مین داخل ہو گئی **قال** اور باوجود اسکے یہ قول مخالف اجماع ہی **اقول** سابقاً گذر چکا
کہ اجماع استحباب پر کسی کے کلام سے صریح نہین مفہوم ہوتی ہی اور بعد تسلیم کے نقل اجماع مغالطہ ناقلین
ہی اوسپر اعتماد خلاف داب فاضلین ہی افادہ مخفی نرہے کہ قول صاحب مواہب کا حدیث من حج ولم یزرنی
فقد جفانی کے حق مین لفظ لا یصح اوسکے موضوع ہونے پر دلالت نہین کرتا ہی بلکہ اس امر پر کہ سند اوسکی
مرتبہ صحت مصطلحہ اہل حدیث تک نہین پہونچی بلکہ ضعیف ہی نہ یہ کہ مطلقاً ثابت نہین ابن طاہر
تذکرة الموضوعات مین لکھتے ہین قال السیوطی فی اللآلی قال الزرکشی بین قولنا لم یصح وبین قولنا
موضوع بون کثیر فان الموضوع اثبات الکذب وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم وانما ہو اخبار
عن عدم الثبوت وقال ایضاً لا یلزم منہ ان یکون موضوعاً فان الثابت یشمل الصحیح والضعیف انتہی
قال اولا اس مقام پر صاحب رسالہ نے اس غرض سے کہ حدیث ضعیف کو بھی ثابت کہتے ہین نقل عبارت
تذکرہ مین تحریف کو کام فرمایا پوری عبارت اوسکی یہ ہی فی اللآلی قال الزرکشی بین قولنا لم یصح وقولنا
موضوع بون کثیر فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم وانما
ہو اخبار عن عدم الثبوت وقال ایضاً لا یلزم من جہل الراوی وضع حدیثہ وفی الوجیز فرق بین المنکر
والموضوع وقال اکثر المحدثین من سنة مائتین الی الآن اذا ساقوا الحدیث باسنادہ اعتقدوا انہم برأ
من عہدتہ وذکر السخاوی عنہ ان لفظ لا یثبت لا یلزم منہ ان یکون موضوعاً فان الثابت یشمل

الصحیح فقط والضعیف دونہ انتہی ثانیا صاحب رسالہ نے جسطرح تذکرہ کی عبارت نقل کی ہو اوس سے اوسکا
مدعی ہرگز ثابت نہین ہوتا یعنی یہ کہ حدیث ضعیف کو بہی ثابت کہتے ہین بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے
کہ لفظ لایصح اوسپر دلالت کرتا ہو کہ وہ مطلقا ثابت نہین نہ بطور صحت کے اور نہ بطور ضعف کے کیونکہ
اوسمین لکھا ہو کہ یہ قول اخبار ہو عدم ثبوت سے اور ثابت شامل ہو صحیح وضعیف کو اقول کلام مبرور مین
واسطے اختصار کے بقدر ضرورت کہ جس سے عدم دلالت لفظ لایصح موضوعیت پر کہ اصل مدعی ہو
ثابت ہو جائے عبارت تذکرہ کی نقل کی گئی اور اختصار اور تحریف مین فرق بین ہو پس دعوی تحریف
کا باطل و افترا ہو اور عبارت تذکرہ سے اس امر کا سمجھنا کہ لفظ لایصح جو بمعنی لایثبت کی ہو اسپر دلالت کرتا ہو
کہ وہ مطلقا ثابت نہین نہ بطور صحت اور نہ بطور ضعف عجیب ہو کیونکہ لفظ لایثبت عرف محدثین مین
نہ مطلق ثبوت کے نفی کے واسطے آتا ہو بلکہ نفی صحت کے واسطے چنانچہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ مین
تحت حدیث السخی قریب من اللہ کے لکہتے ہین ونقل ابن الجوزی فی الموضوعات لما ذکر ہذا الحدیث
عن الدارقطنی انہ قال لہذا الحدیث طرق ولایثبت منہا شیٔ قال شیخنا ولایلزم من ہذہ العبارۃ ان یکون
موضوعا فالثابت یشمل الصحیح والضعیف دونہ وہذا الحدیث ضعیف فالحکم علیہ بالوضع بعید انتہی افاد
خلاصہ مرام اس مقام مین یہ ہو کہ باب زیارت مین علما کی تین قول ہین بعض علما خلف وسلف تو سنیت
پر کفایت کرتے ہین اور بعض مالکیہ اور بعض شافعیہ حکم وجوب کا دیتے ہین اور مختار بعض مالکیہ یہ ہو کہ زیارت
سنت موکدہ ہو قال اس کلام سے ظاہر ہو کہ بعض مالکیہ جو حکم وجوب کا دیتے ہین وہ اور ہین اور
وہ بعض مالکیہ جو سنت کے قائل ہین وہ اور ہین حال آنکہ عبارات منقولہ سے یہ کہین ثابت نہین ہوتا ہے
بلکہ یہ سمجھا جاتا ہو کہ بعض مالکیہ جنکے کلام مین وجوب آیا ہو اونہین کے کلام مین بعض مالکیہ دوسرے
تاویل کرتے ہین ساتھ سنت موکدہ کے اور بعض مالکیہ وحنابلہ سے قریب بوجوب منقول ہو اور یہ
لفظ اگرچہ محتمل سنت موکدہ کا ہو لیکن اسمین نص نہین بلکہ استحباب پر محمول ہو سکتا ہو اقول انکار
تصریح سنیت قلت تتبع سے ہو سابقا گذر چکا کہ بعض تصریح سنیت کی کرتے ہین اور معلوم
ہو چکا کہ جو بالکلیہ وجوب کے قائل ہین وہ اور ہین اور جو سنت کہتے ہین وہ اور ہین
اور قریب واجب کا اطلاق مستحب پر اطلاق فقہا مین شائع نہین ہو بلکہ اطلاق اوسکا
واجب پر ذائع ہو جیسا کہ عبارتین مناسب مقام کے سابقا مذکور ہو چکین پس حمل کرنا

قرب وجوب کا استحباب پر خلاف عقل ونقل کے ہی بلکہ خلاف آپ کے اقرار کے ہی اور یہ ساتوان موضع اون
مواضع سے جہان آپ سے تخالف واقع ہوا افاد اور قابل اخذ و اعتماد اوسط ہی فان خیر الامور اوسطہا
قال اوسط ہونا قول وجوب کا تو صرف باعتبار ذکر صاحب رسالہ کے ہی اسطرح کا اوسط تو ہر ایک قول کو
اقوال ثلثہ مین سے کرتے ہین یہ عجب اوسط ہی جسپر صاحب رسالہ نے مدار خیریت رکھا ہی اقول یہ عبارت
صاحب کلام مبرم کی قبیل لطائف وظرائف سے ہی ایراد کرنا اوسپر سراسر بیجا ہی افاد پس اختیار کرنا قول ثابت شدہ
کو اور نسبت اوسکی اختیار کرے اور ضعف قول وجوب کے طرف جمہور حنفیہ کے کرنا جیسا کہ مولف قول محکم نے
کیا ہی باطل و افترا ہی قال اور جب ہمنے ثابت کر دیا کہ مختار جمہور مشائخ حنفیہ بلکہ شافعیہ مالکیہ وحنبلیہ استحباب
ہی بلکہ فقہا نے اوسپر اجماع کا دعوی کیا ہی پس قول صاحب کلام مبرم کا غلط ٹھہرا اور اس مقام سے مولف
کلام مبرم کی مبلغ الاستعداد ظاہر ہو گیا کیونکہ بجای تضعیف کی لفظ ضعف تحریر فرمایا اقول اور جب ہمنے
ثابت کر دیا کہ جمہور حنفیہ کیطرف نسبت استحباب کی جو وجوہ آپ نے بیان کیے وہ مردود ہین اور اجماع استحباب
بہر تقدیر تسلیم وجود اوسکی غیر معتبر پس یہ قول غلط بر غلط ٹھہرا اور یہان سے مبلغ ذکاوت وفطانت آپکا ظاہر ہو گیا
کہ مثل عوام کے آپ ایرادات مہملات کرتے ہین اور مباحث علمیہ سے کچھ سروکار نہین رکھتے ہین ایسے تقریرات پر طلبہ
علوم تعجب کرتے ہین چہ جائی کہ علما آپ کے خیال مبارک مین یہ نہ آیا کہ نسبت ضعف قول وجوب کیطرف حنفیہ کے
اسکے معنی یہ ہین کہ نسبت کرنا اس امر کی کہ حنفیہ نے ضعیف کہا یا نسبت کرنا اس امر کی کہ حنفیہ کی کتب مین ضعف مصرح
ہی ۔ وکم من عائب قولا صحیحا ✤ وآفتہ من الفہم السقیم ✤ افاد یہ قول متضمن ہی دو افترا ایک نسبت کرنا مذہب کیطرف
جمہور حنفیہ کی حالانکہ نہ عبارت درمختار مین یہ لفظ ہی اور نہ عبارت عالمگیری مین قال مشائخنا کی لفظ سے جب ہمنے
جمہور کا مسلک استحباب ثابت کر دیا تو یہ کلام غلط ٹھہرا اقول سابقا یہ کلام مخدوش ہو چکا افاد دوسری نسبت
تضعیف قول وجوب کیطرف صاحب درمختار کی حالانکہ اوسکے کلام مین کہین نشان تضعیف نہین ہی اور لفظ
قیل موضوع واسطے تضعیف کے نہین ہی کہ خواہ مخواہ اوس سے تضعیف سمجھی جاوی قال ظاہر لفظ قیل سے
ضعف ہی جیسا کہ طحطاوی مین بیان غسل مین درمختار کی اس قول کے تحت مین وقیل المقصود عدم الاسراف
مرقوم ہی ظاہرہ ضعفہ اور درمختار مین باب العیدین مین مرقوم ہی قلت قد رجعت التمرتاشی فراتیہ حکاہ عن الغیر بصیغۃ
التمریض طحطاوی اوسکی تحت مین لکھتا ہی الواو للحال فہو ضعیف عند غیرنا اور صیغہ مجہول صیغہ تمریض ہی شرح نخبۃ
الفکر مین مرقوم ہی وما اتی فیہ بغیر الجزم ای بصیغۃ التمریض کیذکر ویروی ویقال ونقل وروی ونحوہا کقیل ففیہ مقال

اور شیخ عبد الحق نے مقدمہ مین لکھا ہی وما ذکرہ بصیغة التمریض والمجهول کقیل ویقال وذکر ففی صحتہ عندہ کلام الخ اصل اگرچہ
لفظ قیل کا ہی غیر تضعیف کے لیے بھی آتا ہی لیکن بظاہر تضعیف ہی اور عدول ظاہر سے بغیر قرینہ صارفہ کے نہ چاہیے
علی الخصوص جبکہ قرینہ مرجحہ تضعیف موجود ہی وہ یہ کہ صاحب درمختار نے اول قول استحباب کو بیان کیا اوسکے بعد
قول وجوب کو نقل کرکے تفریع قول استحباب پر کی **اقول** کلام فقہاء مین صدہا جگہ صیغہ مجہول وارد ہی اور اوس سے
تضعیف مراد نہین ہی اور اصطلاح اطلاق محدثین سے توافق استعمال فقہاء کا ضرور نہین ہی ہان جس مقام مین
سیاق یا سباق مین قرینہ التضعیف ہو وہان البتہ صیغہ مجہول کلام فقہاء مین محمول ضعف پر کیا جاتا ہی جیسا
طحطاوی نے دونون موضع مین جو آپ نے نقل کیے ہین کیا ہی اور ما نحن فیہ مین قرینہ تضعیف مفقود ہی علاوہ
ازین سخاوی نے فتح المغیث مین تصریح اس امر کی کی ہی کہ تخصیص استعمال الفاظ تزئیف مثل قیل وغیرہ واسطے
ضعف کے اکثر فقہاء و محدثین متاخرین کے استعمالات مین باقی نہین رہی عبارت اوسکی یہ ہی قد اہمل ذلک
کثیر من المصنفین من الفقہاء وغیرہم واشتد انکار البیہقی علی من خالف ذلک وہو تساہل من فاعلہ اذ یقول
فی الصحیح یذکر ویروی وفی الضعیف قال وروی انتہی افادہ ملاحظہ کیجیے کہ ابن ہمام نے کہ اصحاب ترجیح اور فقہاء
نفس مین اونکا شمار ہی قول وجوب کو نقل کرکے سکوت کیا **قال** اولا تو ابن ہمام نے قول وجوب کو نقل ہی
نہین کیا بلکہ قرب وجوب کو نقل کیا اور قرب وجوب سے وجوب سمجھنا از بس نا فہمی ہی ثانیا ابن ہمام نے اول
استحباب کو بیان کیا پھر قرب بوجوب کو پھر ایک مسئلہ ایسا بیان کیا کہ متفرع استحباب پر ہی نہ غیر پر **اقول** قرب
وجوب کو حکم وجوب مین سمجھنا اگر نا فہمی ہی تو آپ سے کیون قول محقق مین واقع ہوا اور یہ آٹھوان موضع ہی
اون مواضع سے جہان آپ سے تناقض واقع ہوا اور تفرع مسئلہ مذکورہ کا فقط استحباب پر سمجھنا از بس نا فہمی ہی
کما مر مرارا افادہ اب یہان ایک امر مؤلف سے استفسار ہی وہ یہ کہ جمہور فقہاء حنفیہ بلکہ تمام حنفیہ تراویح کو
بیس رکعت سنت موکدہ لکھتے ہین **قال** یہ بات صریح غلط ہی کیونکہ فقہاء حنفیہ مختلف ہین نفس تراویح کی سنت و مستحب
ہونے مین ینابیع شرح قدوری مین مرقوم ہی اختلف المشائخ فی التراویح قال بعضہم نفل وقال بعضہم سنة اور خلاصہ مین
مسطور ہی اعلم ان المشائخ اختلفوا فی کون التراویح سنة اور فتاوی عالمگیری مین لکھا ہی نفس التراویح سنة علی الاعیان
عندنا کما روی الحسن عن ابی حنیفة وقیل مستحب پس جب نفس تراویح کی سنت و مستحب ہونے مین اختلاف ہی تو بیس کی سنت موکدہ
ہونے پر کہان سے اتفاق پیدا ہوا **اقول** کتب معتمدہ مین تراویح کی سنیت کو قول جمہور لکھا ہی بلکہ بعضون نے اجماع
نقل کیا ہی اور اسیطرح عدد رکعات کو بھی قول جمہور بلکہ قول جمیع حنفیہ لکھا ہی طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھتے ہین

۷ موضع تناقض

التراویح سنة باجماع الصحابة ومن بعدهم من الائمة انتہی اور بحر رائق میں ہو صرح المصنف بانها سنة مؤکدة
وصححه صاحب الهداية والظهيرية وذكر فی الخلاصة ان المشائخ اختلفوا فی کونها سنة وانقطع الاختلاف برواية
الحسن عن ابی حنیفة انها سنة انتہی اور بہی بحر میں ہو قوله عشرون رکعة بیان لکمیتها وهو قول الجمهور لما فی
الموطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بثلاث وعشرین رکعة وعلیه عمل الناس
شرقا وغربا لکن المحقق فی فتح القدیر ذکر ما حاصله ان الدلیل یقتضی ان یکون السنة من العشرین ما فعله رسول الله
صلی الله علیه وعلی آله وسلم انتہی اور فتح القدیر میں ہو ظاهر کلام المشائخ ان السنة عشرون ومقتضی الدلیل
ما قلنا انتہی اور غنیة المستملی شرح منیة المصلی میں ہو علم من هذه المسئلة ان التراویح عشرون رکعة بعشر
تسلیمات عندنا وهو مذهب الجمهور وعند مالک ست وثلثون احتجاجا بعمل اهل المدینة وما احتج به لیس
بحجة لانهم یصلون فرادی بین کل ترویحتین اربع رکعات فی مقابلة طواف اهل مکة اسبوعا وذلک غیر ممنوع
والکلام فی ما هو المشروع سنة بالجماعة لا فی ما عداه انتہی ملخصا اور مجتبی شرح مختصر قدوری میں ہو اما کونها
سنة فلا خلاف فیه انتہی اور فتاوی تاتارخانیه میں ہو قال اهل السنة والجماعة التراویح سنة رسول الله
صلی الله علیه وعلی آله وسلم فعلها لیلتین وقالت الروافض انها سنة عمر رض انتہی اور خلاصة الفتاوی
میں ہو اعلم ان المشائخ اختلفوا فی کون التراویح سنة وانقطع الاختلاف برواية الحسن انتہی اور صاحب
هدایه مختارات النوازل میں لکھتے ہیں التراویح سنة للرجال والنساء توارثها الخلف عن السلف کذا روی
الحسن عن ابی حنیفة لانه واظب علیه الخلفاء الراشدون وقال قوم من الروافض سنة للرجال دون
النساء وقال قوم منهم ہی لیست بسنة اصلا وانما احدثه عمر رض ولنا ان السنة قوله علیه السلام علیکم بسنتی و
سنة الخلفاء الراشدین وقد اثنی علی علی عمر حیث قال نور الله ضجیع عمر کما نور مساجدنا انتہی اور نهر فائق
میں ہو عدل عن قول القدوری یستحب ان یجمع الناس فی رمضان فیصلی بهم امامهم خمس ترویحات لما ان
الاصح انها سنة کذا فی الهداية قال فی العناية وتبعه فی البحر فیه نظر لان المحکوم علیه بالاستحباب انما هو الاجتماع
ولیس فی کلامه دلالة علی ان التراویح مستحبة واجاب عنه فی الحواشی السعدية بانه لما سکت عن ان حکم
التراویح استقلالا وذکر لفظ الاستحباب فالظاهر انسحابه علی مجموع الصلوة والاجتماع وفیه ان خیر من
ما فی العناية اولی لانه قد حکی غیر واحد الاجماع علی سنیتها کما فی الخانية نعم کونها عشرین رکعة هو قول الجمهور
انتہی اور تعالیق الانوار علی الدر المختار میں ہو حکی غیر واحد الاجماع علی سنیتها وقد سنها رسول الله

صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وندبنا الیہ واقامہا فی بعض اللیالی ثم ترکہا خشیۃ ان تکتب علی امتہ انتہی اور فصیح الدین
شرح وقایہ مین لکھتے ہین فی فتاوی الحجۃ التراویح سنۃ موکدۃ من انکر کونہا سنۃ فہو مبتدع ضال
غیر مقبول الشہادۃ انتہی آن عبارات کو ملاحظہ کیجیے زاہدی صاحب مجتبی نے سنیت تراویح پر اجماع
رقم کیا اور صاحب فتاوی حجۃ اور صاحب مختارات النوازل اور صاحب تاتارخانیہ وغیرہ نے اجماع
اہل سنت سنیت تراویح پر تحریر کیا اور منکر استنان کو مبتدع وضال بنایا اور صاحب نہر وتعالیق
الانوار نے نقل اجماع کو سنیت پر جم غفیر کی طرف منسوب کیا اور طحطاوی نے اجماع صحابہ ومن بعدہم
سنیت پر رقم کیا اور عدد بیس کی سنیت کو صاحب غنیہ اور صاحب بحر اور صاحب نہر نے قول جمہور
لکھا اور صاحب فتح القدیر کی عبارت سے بسبب اسکے کہ لفظ المشائخ جمع معرف باللام ہے اور وہ بافادہ
استغراق پر دال ہے اجماع مشائخ حنفیہ اوسپر مفہوم ہوا پس کلام صاحب کلام مبرم باقتدای ان عبارات
فقہاء معتمدین کی نہایت صحیح ودرست ہوا اور ایراد آپکا اوسپر لغو وباطل ہوگیا اور ہرگاہ قول جمہور ارباب
مین ثابت ہوگیا آپ کو اسی کے موافق فتوی دینا لازم ہوا کیونکہ آپ سابقا لکھہ چکے ہین
کہ فتوی قول جمہور پر چاہیے باقی رہا اختلاف جو آپ نے خلاصہ اور عالمگیری وغیرہ سے نقل کیا
اوسکا حال یہ ہے کہ جن فقہاء نے استحباب کا اطلاق کیا اونکو دلیل سنیت نہ پہونچی اور نہ روایت
حسن اونکی گوش گذار ہوئی لیکن بعد معلوم ہونے دلیل کے اور پہونچنے روایت حسن کے اختلاف منقطع
ہوگیا اور مشائخ کا اجماع سنیت پر ہوگیا جیسا کہ عبارت بحر وخلاصہ سے واضح ہوا آپنے نقل عبارت
خلاصہ مین تقصیر فرمائی فقط عبارت اختلاف کو واسطے مغالطہ عوام کے نقل کردیا اور عبارت انقطاع
اختلاف کو منقطع کردیا یہ چوتھا موضع ہے اون مواضع سے جہان آپ سے نقل عبارت مین تقصیر
واقع ہوئی قال اگر کہا جاوے کہ سنت کے لیے فقہاء نے لفظ صحیح لکھا ہے تو ہم کہین گے کہ اول تو صحیح
سے اتفاق ثابت نہین ثانیا اصح سے جانب مقابل کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے در مختار مین ہے ثم رایت
فی رسالۃ آداب المفتی اذا ذیلت روایۃ فی کتاب معتمد بالاولی او الاصح او الاوفق ونحوہا فلہ ان یفتی بہا
وبمخالفہا ایضا ایا شاء انتہی اقول ہدایہ وغیرہ مین اگرچہ بہ نسبت سنیت کے کلمہ اصح مرقوم ہے
لیکن بہت کتب معتمدہ مین اوسپر لفظ صحیح کا اطلاق کیا ہے چنانچہ شیخ الاسلام محمد بن احمد بن ابی بکر
صاحب مجمع الفتاوی خزانۃ الفتاوی مین لکھتے ہین التراویح سنۃ ہو الصحیح من المذہب انتہی اور مجمع الانہر

شرح ملتقی الابحر مین ہی قیل ہی مستحبۃ والاول ہو الصحیح من المذہب یعنی القول بالسنیۃ انتہی اور کافی مین ہی
التراویح سنۃ فی الصحیح من المذہب انتہی اور صحیح سی جانب مقابل کا غلط ہونا ثابت ہوتا ہی اور جب ایک مسئلہ
مین بعض کتب مین اصح واقع ہو اور بعض مین صحیح تو اخذ ساتہہ صحیح کی چاہیے چنانچہ درمختار مین بعد عبارت منقولہ
جانب بالا کی مرقوم ہی واذا ذلیت بالصحیح او الماخوذ بہ او بہ یفتی او علیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ انتہی علاوہ یہ ہی
کہ اصح بہی کبہی بمقابلہ روایت مردودہ کی آتا ہی چنانچہ رد المحتار مین ہی الاصح مقابل للصحیح وہو اصح مقابل
للضعیف لکن فی حواشی الاشباہ للبیری ینبغی ان یقید ذلک بالغالب لانا وجدنا مقابل الاصح الروایۃ الشاذۃ
کما فی شرح المجمع انتہی اور ظاہر یہ ہی کہ مانحن فیہ مین جو ہدایہ وغیرہ مین سنیت پر اصح واقع ہی وہ بمقابلہ روایت
مردودہ کی ہی بقرینہ اسکی کہ اور کتب مین لفظ صحیح واقع ہوا ہی پس کسی مفتی کو لایق نہین ہی کہ فتوی استحباب تراویح
پر باقتضای روایت شاذہ دیوی بلکہ ہر عالم کو لازم ہی کہ جب اختلاف سنیت مین بیان کری تو اوسکے
ساتہہ تصریح بطلان قول استحباب کی بہی کردی نہ جیسا کہ آپنی کیا کہ بظاہر تقلید حنفیہ کرکے روایت ضعیفہ
باطلہ پر فتوی دینا جائز رکہا اور عبارات حنفیہ سی کنارہ کیا ؎ گر ہمین مکتب است ہمین ملا کار طفلان
خراب خواہد شد افادہ اور آٹہہ پر رکعات زائدہ کو مثل قول روافض کی سنت عمری ٹہرادیا قال اس قول کو
قول روافض کہنا غلط ہی جیسا کہ طحطاوی مین نقلا عن الحموی موجود ہی فیہ نظر فقد صرح فی کثیر من المتداولات
المعتبرۃ بانہ سنۃ عمر لان النبی علیہ السلام لم یصلہا عشرین بل ثمانی ولم یواظب علی ذلک وصلاہا عمر بعدہ ووافقہ
الصحابۃ اقول آپ پر تعاقب اطلاق لفظ سنت عمری کی سبب نہین کیا گیا تا بعبارت طحطاوی آپکو نجات
حاصل ہووے بلکہ تعاقب یہ ہوا کہ آپ نے مثل روافض کی رکعات زائدہ کو ٹہرادیا کیونکہ آپ آٹہہ رکعت کو بسبب
فعل نبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سنت کہتے ہین اور آثار و افعال صحابہ کو جبتک کہ خود سند سنت مرفوعہ سے
نیاوین قابل احتجاج نہین سمجہتے ہین بلکہ اوسکو بدعات مین شمار کرتے ہین اور چونکہ سند بیس رکعت کی آپکو نہین ملے
اسوجہ سے آپ اور اتباع آپکی اسکو بدعت قرار دینگے پس یہ اعتقاد مثل اعتقاد روافض کے ہوگیا غایۃ الامر یہ کہ
کہ وہ مطلق تراویح کو بدعت سمجہتے ہین اور آپ عدد رکعات کو بدعت سمجہینگے اور اگر آپ آٹہہ سے زائد کو بدعت
نہین سمجہتے ہین اور یہی ظن خیر آپکی ساتہہ ہی کہ آپ فقط آٹہہ کو سنت اور باقی کو مستحب کہتے ہونگے اور بدعت
مین داخل نہین کرتے ہونگے تو آپ کو اصرار آٹہہ کی ادا کرنے پر تا مدت دراز کیون رہا اس اصرار سے عوام جو آپکو
معتمد سمجہتے تہے وہان درازی کرنی لگی اور کہنے لگے کہ بارہ رکعت تجدید عمری ہی ہم اوسپر عمل نہ کرینگے

وہل ہذا الا مزخرفة الروافض اعاذنا اللہ اہل السنة منہا افاد تراویح کی باب مین قول جمہور کہان گیا قال
جب نفس تراویح کی سنت و مستحب ہونے مین ہمنے اختلاف مشایخ ثابت کردیا تو بیس رکعت تراویح کی سنت موکدہ
ہونیکو قول جمہور کہنا کہان رہا اقول مجرد اختلاف مانع اثبات قول جمہور نہین ہی جو استحباب کے قائل ہوگئے
وہ قبل اطلاع کے روایت حسن پر قائل ہوے اور بعد ظاہر ہوجانے روایت حسن کے اختلاف منقطع ہوگیا
چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے واضح ہی افاد مگر ہان نفس امارہ کی متابعت سے تراویح مین آٹھ رکعت پر کفایت
کی اور باب زیارت مین مندوبیت ثابت کی قال ہان شیطان لعین کی متابعت سے بیس رکعت تراویح
کی سنت موکدہ ہونیکو قول جمہور بلکہ قول تمام حنفیہ قرار دیا اور باب زیارت مین وجوب کو اختیار کیا
اقول لاحول ولاقوة الا باللہ آپکا قلم زور کرنے لگا اور فقہاء کبار اولی الایدی والابصار کو تابع شیطان
لعین بنانے لگا صاحب بحر و غنیہ نے تصریح اسکی کی کہ بیس رکعت کی سنیت قول جمہور ہی اور فتح القدیر
کی عبارت سے مفہوم ہوا کہ سنیت عدد مذکور قول جمیع مشایخ حنفیہ ہی اور وجوب زیارت کو ائمہ کبار مالکیہ
سے ابو عمران نے اور ائمہ شافعیہ سے قسطلانی اور ابن حجر مکی نے اور ائمہ حنفیہ سے شرنبلالی اور رحمتی اور کرمانی
اور شارح مختار اور صاحب مجمع الانہر اور صاحب خزانة المفتین اور صاحب لباب المناسک وغیرہ نے
اختیار کیا پس باقتضای تحریر والا یہ لوگ سب تابع شیطان ہوگئے نعوذ باللہ ایسا کلمہ بیہودہ کسی
جاہل سے بھی ان حضرات کے حق مین واقع نہوگا چہ جای کہ عالم اور آپکی رای جو کلام مبرم مین تابع نفس
امارہ بنائیگئی وہ بجای خود ہی اسواسطے کہ آپ نے استحباب زیارت کو طرف جمہور کے منسوب کیا حالانکہ کسی
کتاب مین اسکی تصریح نہین ہی اور لفظ مشایخنا اور الاصحاب سے بھی یہ مضمون نہین نکلتا ہی اور باب تراویح مین
اگرچہ ابن ہمام نے آٹھ کو سنت اور باقی کو مستحب لکھا مگر کسی نے آٹھ پر کفایت نہین کی اور آپنے اقتصار
آٹھ پر کیا اور تا مدت اسپر اصرار رہا فانا للہ وانا الیہ راجعون افاد نسبت وضع کی اس حدیث کیطرف غیر مقبول
ہی قال قول محقق مین دعوی اس حدیث کی موضوع ہونیکا نہین کیا گیا بلکہ یہ غرض ہی کہ یہ حدیث لایق احتجاج نہین
اقول قول محقق کی صفحہ ۷ مین آپ لکھتے ہین اور اگر حدیث موضوع اس بات کی ثبوت کی لئی کافی سمجھی جاوی
تو یہ حدیث بعض سند سے اس لفظ سے مروی ہی انتہی صاف ظاہر ہوا کہ آپکی رای یہی ہی کہ حدیث جفانی
موضوع ہی اور یہ نوان موضع ہی اون مواضع سے جہان آپ سے تناقض واقع ہوا افاد یہ امر آپکی نزدیک
ظاہر ہی ورنہ ہر متتبع غیر متبحر اس امر کو سمجھتا کہ غرض طحطاوی اور شامی اور مولف عالمگیری کی مجرد نقل قال المیز

موضع نہم تناقض

وجوب ہی نہ اوسکی تضعیف **قال** قول محقق مین یہ ہرگز نہین کہا گیا کہ مقصود ان تینون کا تضعیف ہی بلکہ یہ کہا گیا کہ ترجیح مقصود نہین **اقول** اگر یہ مقصود آپکا نہین ہی تو یہ کلام آپکا قول محقق مین اور بعضون نے جو واجب یا قریب واجب لکھا ہی تو اوسکا ضعف خود کلام محققین حنفیہ سے سمجھا جاتا ہی آخر کیونکر درست ہوگا کیونکہ محققین جمع ہی اور اقل جمع تین ہی پس تین محقق سے آپکو ضعف نقل کرنا لازم تہا اور آپ نے کل پانچ عبارتین نقل کین ایک عبارت درمختار دوم عبارت طحطاوی سوم عبارت شامی چارم عبارت عالمگیری پنجم عبارت دیگر شامی او رمنجملہ اونکی عبارت عالمگیری اور عبارت دوم شامی سے تو ضعف قول وجوب کا نہین سمجھا جاتا اور با قرار حال عبارت شامی و طحطاوی سے ضعف معلوم نہوا پس نہ باقی رہی مگر عبارت درمختار اوس سے ضعف ثابت ہونے سے محققین کے کلام سے ضعف کا مفہوم ہونا کہان ثابت ہوا **افاد** سبحان اللہ یہ عجب قیاس ہی زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بدرجہا زیارت باقی قبور سے موجب رفع درجات و باعث وصول جنات ہی **قال** اولاً عفی اثبات استحباب بطریق قیاس نہین ہی بلکہ لفظ حدیث سے ثابت ہی کیونکہ لفظ القبور مین قبر سید المرسلین بدرجہ اولی داخل ہی اور یہ ایسا ہی جیسا کہ جذب القلوب مین نقلاً عن السبکی مرقوم ہی دا ما ورود سنت صحیحہ متفق علیہا کہ در امر بزیارت قبور ورود یافتہ در باب ثبوت استحباب زیارت قبر رسول کہ سید القبور است کافی است ثانیاً عفی یہ اعتراض مقتدائی قائلین وجوب یعنی سبکی پر واقع ہوتا ہی جذب القلوب مین نقلاً عن السبکی مرقوم ہی ہرگاہ زیارت قبور دیگران مستحب بود زیارت قبر شریف بطریق اولی مندوب و مستحب باشد **اقول** مناقشہ اس امر مین نہین ہی کہ احادیث زیارت مطلق قبور استحباب زیارت قبر نبوی پر دلالت کرتے ہین بلکہ اس امر مین کہ باقتضای احادیث مذکورہ جب زیارت مطلق قبور مین حکم استحباب پر اقتصار کیا گیا زیارت قبر نبوی مین اس حکم پر اقتصار لازم نہین کیونکہ وہ بدرجہا اولی و افضل ہی پس جائز ہی کہ زیارت مطلق قبور باحادیث مذکورہ مستحب رہی اور زیارت قبر نبوی بدلیل زائد واجب ہوجاوے پس قیاس کرنا کہ جب احادیث زیارت مطلق قبور استحباب زیارت قبور پر دلالت کرتے ہین پس جیسا کہ زیارت قبور غیر نبوی مستحب رہی اور واجب نہوئی اسیطرح زیارت قبر نبی بہی مستحب رہیگی درست نہوگا اور تقی الدین سبکی نے شفاء الاسقام مین احادیث زیارت مطلق قبور سند واسطے اثبات قربت ہونے زیارت نبوی کی بنا کی ہین نہ واسطے اثبات استحباب جو کہ مقابل وجوب ہی بلکہ بعض عبارات اونکی اثبات وجوب کی

دلالت کرتے ہیں نہ استحباب پر چنانچہ باب خامس میں جو واسطے اثبات قربت ہونے زیارت قبر نبوی کے معقود
کیا ہی تحریر کرتے ہیں وذلک ای کونہا قربۃ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اما الکتاب فقولہ تعالے
ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما واما السنۃ فما ذکرناہ
فی الباب الاول والثانی من الاحادیث وہی ادلۃ علی زیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بخصوصہ والسنۃ
الصحیحۃ المتفق علیہا ورد الامر بزیارۃ القبور قال صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور
فزوروہا وقال زوروا القبور فانہا تذکرکم الآخرۃ فقبر النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سید القبور وداخل
فی عموم القبور واما الاجماع فقد حکاہ القاضی عیاض علی ما سبق فی الباب الرابع انتہی ملخصا اور بہی بعد چند
سطور کے لکھتے ہیں انا نقطع ونتحقق من الشریعۃ بجواز زیارۃ القبور للرجال وقبر النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
وسلم داخل فی ہذا العموم ولکن مقصودنا اثبات الاستحباب لہ بخصوص الادلۃ الخاصۃ بخلاف غیرہ ممن لا تستحب
زیارۃ قبرہ بخصوصہ بل لعموم زیارۃ القبور وبین المعنیین فرق فزیارتہ مطلوبۃ بالعموم والخصوص بل اقول
انہ لو ثبت خلاف فی زیارۃ قبر غیر النبی لم یلزم من ذلک ثبات خلاف فی زیارتہ لان زیارۃ القبر تعظیم للنبی
صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وتعظیمہ واجب واما غیرہ فلیس کذلک ولہذا المعنی اقول انہ لا فرق فی زیارتہ
بین الرجال والنساء لعدم المحذور فی خروج النساء الیہ انتہی اور بہی بعد ایک صفحہ کے لکھتے ہیں ومما یدل علی
ذلک القیاس وذلک علی زیارت النبی علیہ السلام البقیع وشہداء احد واذا استحب زیارۃ قبر غیرہ فقبرہ اولی
لما لہ من الحق ووجوب التعظیم فان قلت الفرق ان غیرہ یزار للاستغفار لہ لاحتیاجہ الی ذلک کما فعل
النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فی زیارتہ اہل البقیع والنبی علیہ السلام مستغن عن ذلک قلت زیارتہ انما
ہی لتعظیمہ والتبرک بہ ولتنالنا الرحمۃ بصلاتنا علیہ کما انا مامورون بالصلوۃ علیہ والتسلیم وسوال الوسیلۃ
وغیر ذلک مما یعلم انہ حاصل لہ بغیر سوالنا فان قلت الفرق ایضا ان غیرہ لا یخشی فیہ محذور وقبرہ یخشی
الافراط فی تعظیمہ ان یعبد قلت ہذا کلام تقشعر منہ الجلود ولولا خشیۃ اغترار الجہال لما ذکرتہ لان فیہ ترکا
لما دلت علیہ الادلۃ الشرعیۃ بالآراء الفاسدۃ الخیالیۃ وکیف یقدم علی تخصیص قولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
وسلم زوروا القبور وعلی ترک قولہ من زار قبری وجبت لہ شفاعتی وعلی مخالفۃ اجماع السلف
والخلف بمثل ہذا الخیال الذی لم یشہد بہ کتاب ولا سنۃ فمن منع من زیارۃ قبرہ فقد شرع فی الدین
مالم یاذن بہ اللہ وقولہ مردود ولو فتحنا باب ہذا الخیال الفاسد لترکنا کثیرا من السنن بل ومن الواجبات

والقرآن کله والاجماع المعلوم من الدین بالضرورة وسیر الصحابة والتابعین وجمیع علماء المسلمین والسلف الصالحین علی وجوب تعظیم النبی علیه السلام والمبالغة فی ذلک انتہی اور بعد چند سطور کے لکھتے ہین اعلم ان زیارة القبور علی اقسام احدہا ان یکون لمجرد تذکر الموت والآخرة وہذا یکفی فیه رؤیة القبور من غیر معرفة باصحابہا ولا قصد امر آخر من الاستغفار لہم ولا من التبرک بہم ولا من اداء حقوقہم وہو مستحب لقوله علیه الصلوة والسلام زوروا القبور فانہا تذکرکم الآخرة القسم الثانی زیارتہا للدعاء لاہلہا کما ثبت من زیارة النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم لاہل البقیع وہذا مستحب فی حق کل میت من المسلمین الثالث التبرک باہلہا اذا کانوا من اہل الصلاح والخیر القسم الرابع لاداء حقہم فان من کان له حق علی الشخص فینبغی له برہ فی حیاته وبعد موته والزیارة من جملة البر لما فیہا من الاکرام ویشبه ان یکون زیارة النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم قبر امه من ہذا القبیل اذا عرف ہذا فنقول زیارة قبر النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم تثبت فیہا المعانی الاربعة اما الاول فظاہر جدا واما الثانی فلانا مامورون بالدعاء له وان کان ہو غنیا بفضل الله عن دعائنا واما الثالث والرابع فانه لا احد من الخلق اعظم برکة منه ولا اوجب حقا علینا منه انتہی آن عبارات سے صاف واضح ہو کہ سبکی احادیث زیارت قبور کو واسطے اثبات قربت نفس جواز کے بمقابلہ خصوم کے سند بتاتے ہین اور زیارت قبر نبوی کو افراد اکرام و تعظیم نبوی مین داخل کرتے ہین اور تعظیم نبوی کو واجب لکھتے ہین پس میلان اونکی رای کا بہی وجوب کیطرف معلوم ہوتا ہی لیکن چونکہ غرض اونکی حجج اثبات زیارت کے جواز کے اور قربت ہونیکے اور جواز سفر زیارت ہی بناء علیه بحث استحباب و وجوب سے اونہون نے کتاب مذکور مین تصریحا تعرض نہین کیا پس معلوم ہوا کہ اعتراض مذکور جو صاحب کلام مبرم نے کیا ہی سبکی پر وارد نہین ہو سکتا ہی بلکہ اوس شخص پر جو احادیث زیارت مطلق قبور سے استحباب زیارت قبر نبوی مثل استحباب زیارت قبور مسلمین مستخرج کرتا ہی اور اعتقاد رکہتا ہی کہ جسطرح زیارت قبر غیر نبی بسبب ان احادیث کے مستحب ہوئے نہ واجب اسیطرح زیارت قبر نبوی بہی مستحب ہوگی نہ واجب افادہ ہان ولاے اگر کسی دلیل سے استحباب زیارت قبر نبوی ثابت ہوجاوی اور زیارت باقی قبور اوسپر قیاس کرکے کہا جاوی کہ جب زیارت قبر نبوی مستحب ہوئی تو زیارت مطلق قبرون کی بدرجہ اولی مستحب ہوگی تو البتہ درست ہوگا قال جیسا کلیہ ادنی پر اعلی کا قیاس درست نہین ہی ایسا ہی اعلی کا ادنی پر قیاس بہی درست نہین اقول یہ صحیح ہی مگر ادنی کا حکم اعلی سے قوی نہین ہو سکتا ہی اور اعلی کا حکم

ادنی سے قوی ہو سکتا ہی مثلاً اگر ایک فعل ادنی مباح ہووے تو یہ نہین کہہ سکتی کہ جب یہ فعل مباح ہوا تو فعل آخر کہ
وہ اعلی ہی بہی مباح ہوگا اور اسیطرح اگر ایک فعل مستحب ہو تو اوس سے اعلی کا مستحب ہونا نہین لازم بلکہ
ممکن ہی کہ واجب ہو وعلی ہذا القیاس بخلاف اسکے کہ جب ایک فعل اعلی مستحب ہو تو ادنی اس صورتمین
واجب نہین ہو سکتا مگر بدلیل زائد بلکہ اگر ہوگا تو مستحب ہوگا یا اوس سے بہی کم پس زیارت قبر غیر نبی کے
کہ ادنی ہی استحباب سے یہ نہین لازم کہ زیارت قبر نبی کہ اعلی ہی بہی مستحب ہو جاوی بخلاف اسکے کہ زیارت
قبر نبی کہ اعلی ہی اگر استحباب اوسکا اور عدم وجوب اوسکا ثابت ہو جاوی اس صورتمین زیارت قبر غیر نبی
بدرجہ اولی واجب نہین ہو سکتی بلکہ یا مستحب ہوگی یا مباح اور چونکہ نفس استحباب زیارت قبور پر احادیث
دال ہین اسصورتمین بعد ثبوت استحباب زیارت قبر نبی بہی کہا جاویگا کہ جب زیارت قبر نبی مستحب ہوئی
تو زیارت قبر غیر نبی بدرجہ اولی مستحب ہوگی یعنی واجب نہوگی و ہذا ہو مراد کلام صاحب الکلام المبرم و قد خفی
علیک فہمہ فاوردت ما اوردت افادہ مطلق قبور کے زیارت کی مستحب ہونیسے یہ ضرور نہین کہ زیارت
قبر نبوی بہی مستحب ہو قال ایسا ہی حضرت کی قبر کی زیارت کی استحباب سے یہ ضرور نہین کہ زیارت
اور قبرون کی بہی مستحب ہو جاوے کما قلت بلکہ محتمل ہی کہ زیارت اور قبور کی مباح ہو اقول
نزنی ما نحن فیہ ضرور ہی کہ زیارت اور قبرون کی مستحب ہو جاوے کیونکہ نفس استحباب زیارت قبور احادیث
سے معلوم ہی اور فقدان اباحت مسلم ہی فقط کلام وجوب و عدم وجوب مین ہی پس جب زیارت قبر
نبوی مستحب ہوگی زیارت اور قبرون کی بدرجہ اولی مستحب ہوگی اور واجب نہوگی افادہ یہ تحریر
آپ کے مثل اسکے ہی کہ لا تقربوا الصلوۃ کو لکہہ کے وانتم سکاری کو چہوڑ دیجیے قال اسقدر عبارت چہوڑ دینے
کے وجوہ مین اول یہ کہ قول ذہبی متعلق دوسری حدیث کی ساتہہ تہا یعنی حدیث من زار قبری کان کمن
زارنی فی حیاتی اور کلام ہی حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی مین اقول کلام ابن حجر اور
سمہودی سے جو کلام مبرم مین منقول ہی واضح ہوتا ہی کہ قول ذہبی ساتہہ حدیث من زار قبری وجبت
لہ شفاعتی کے متعلق ہی قال دوم اینکہ عبارت متروکہ نہ آپکی مفید مطلب تہی اور نہ صاحب قول محقق کی
مقصود کی مضر پس اوسکی ترک مین کچہہ مضائقہ نہین بیان اوسکا یہ ہی کہ آپکی مفید اور صاحب قول محقق
کی مضر جب ہوتی کہ اس قول سے ثبوت حسن اور نفی ضعف نکلتی ہوتی اور حال آنکہ یہ ممنوع ہی کیونکہ
مجرد بعض کا بعض کو تقویت دینا اور راوی سکے رواۃ مین متہم بالکذب نہونا مثبت حسن نہین

بلکہ حسن کی تعریف اوسپر صادق آنا چاہیے کما ابن الصلاح نے اپنے رسالہ مین واتضح ان الحدیث الحسن قسمان
احدہما الحدیث لا یخلو رجال اسنادہ من مستور لم تحقق اہلیتہ غیر انہ لیس مغفلا کثیر الخطاء فی مایرویہ ولا ہو متہم
بالکذب فی الحدیث ای لم یظہر منہ تعمد الکذب فی الحدیث ولا سبب مفسق ویکون متن الحدیث مع ذلک
قد عرف بان روی مثلہ او نحوہ من وجہ آخر او اکثر حتی اعتضد بمتابعۃ من تابع راویہ علی مثلہ او بمالہ من شاہد
وہو ورود حدیث بنحوہ فیخرج بذلک عن ان یکون شاذا او منکرا وکلام الترمذی علی ہذا القسم یتنزل القسم الثانی
ان یکون راویہ من المشہورین بالصدق والامانۃ غیر انہ لم یبلغ درجۃ رجال الصحیح لکونہ یقصر عنہم فی الحفظ
والاتقان وہو مع ذلک یرتفع عن حال من یعد ما یتفرد بہ من حدیثہ منکرا ویعتبر فی کل ہذا مع سلامۃ الحدیث
من ان یکون شاذا ومنکرا سلامتہ من ان یکون معللا وعلی القسم الثانی یتنزل کلام الخطابی انتہی اور صدق ان
دونون تعریف کا اس مقام پر غیر مسلم ہو اور ذہبی نے حسن ہونیکی تصریح تو کی ہی نہین کہ خواہ مخواہ اوسکا کلام
حسن پر محمول کیا جاوے **اقول** کلام مبرم مین دعوی سمجھے جانے حسن کا کلام ذہبی سے نہین کیا گیا
ہی بلکہ دعوی تقویت کا کیا گیا ہی اور وہ حاصل ہی علاوہ یہ ہی کہ اس حدیث پر تعریف اول
حسن کی صادق آتی ہی کیونکہ اس حدیث کی روات ثقات ہین سوے موسی بن ہلال کے اور
وہ متہم ومغفل وکثیر الخطا نہین ہین اور نہ اونمین کوئی سبب مفسق ہی اور متن حدیث وجوہ
آخر سے بہی مروی ہی کلام تقی الدین سبکی کا جو اس حدیث کی تحقیق اسناد ودر حسن مین بہ بسط
بسیط واقع ہی ملاحظہ کیجیے باب اول مین شفاء الاسقام کی لکہتے ہین اخبرنا الحافظ ابو محمد عبد المومن
الدمیاطی بجمیع سنن الدارقطنی قال اخبرنا الحافظ ابو الحجاج یوسف الدمشقی اخبرنا ابو الفتح ناصر اخبرنا
ابو الفتح اسمعیل بن الفضل اخبرنا ابو طاہر محمد بن محمد بن عبد الرحیم اخبرنا ابو الحسن علی الدارقطنی
قال اخبرنا القاضی المحاملی اخبرنا عبید بن محمد الوراق اخبرنا موسی بن ہلال العبدی عن
عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہ
شفاعتی ہکذا فی عدۃ نسخ معتمدۃ من سنن الدارقطنی عبید اللہ مصغرا واتفقت روایۃ علی ذلک فی السنن
وفی غیرہ من طریق ابن عبد الرحیم کما ذکرناہ ومن طریق محمد بن عبد الملک ومن طریق ابی النعمان تراب
ابن عبید فاما روایۃ محمد بن عبد الملک بن بشران فاخبرنا بہا عثمان بن محمد فی کتابہ الی من مکۃ قال اخبرنا
الحافظ ابو الحسن یحیی القرشی وابو الیمن بن عساکر قالا اخبرنا ابو البرکات الحسین جد ابی الیمن قال اخبرنا عمی

ابو الحسین هبة الله بن الحسن الفقیه اخبرنا ابو طاہر عبد الرحمن اخبرنا ابو بکر محمد بن عبد الملک بن بشران
اخبرنا ابو الحسن علی الدارقطنی اخبرنا القاضی المحاملی اخبرنا عبید بن محمد اخبرنا موسی بن ہلال العبدی
عن عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر مرفوعا من زار قبری وجبت له شفاعتی وہٰذا اورده ابو احمد
فی کتاب تحاف الزائر وہو عندی علیه خط مصنفه وکذلک ورده الحافظ ابو الحسین القرشی فی کتابه
الدلائل المبینة واما روایة ابی النعمان فذکرہا القاضی ابو الحسن علی بن الحسن الخلعی فی فوائده اخبرنا به
شیخنا ابن الصواف والشریف ابو الحسن بسنده الیه قال اخبرنا ابو النعمان تراب بن عمر بن عبید حدثنا
الدارقطنی حدثنا ابو عبد الله الحسین بن اسمٰعیل قال حدثنا عبید بن محمد الوراق حدثنا موسی بن ہلال عن
عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر وممن رواہا من طریق الخلعی الحافظ ابو القاسم بن عساکر فی تاریخه
فقد اتفقت الروایات عن الدارقطنی عن المحاملی علی عبید الله مصغرا وکذلک رواه غیر الدارقطنی عن
غیر المحاملی عن عبید بن محمد اخبرنا بذلک عبد المومن بن خلف عن ابی النصر الشیرازی اخبرنا ابن عساکر
اخبرنا ابو القاسم اخبرنا ابو بکر البیہقی اخبرنا عبد الحافظ اخبرنا ابو الفضل محمد بن ابراہیم حدثنا محمد بن
زنجویه حدثنا عبید بن محمد بن القاسم بن ابی مریم الوراق حدثنا موسی بن ہلال العبدی عن عبید الله
عن نافع عن ابن عمر فقد ثبت عن عبید بن محمد روایته علی المصغر وعبید بن محمد ثقة قاله الخطیب
انتہی ملخصا اور بعد ایک ورق کے لکھتے ہیں موسی بن ہلال قال ابن عدی ارجو انه لا باس به واما قول
ابی حاتم الرازی فیه انه مجہول فلا یضر فانه اما ان یرید جہالة الوصف او جہالة العین وہو غالب اصطلاح
اہل ہذا الشان فی ہذا الاطلاق فذلک مرتفع عنه لانه قد روی عنه احمد بن حنبل ومحمد بن جابر ومحمد بن اسمٰعیل
الاحمسی وابو امیة محمد بن ابراہیم الطرطوسی وعبید بن محمد والفضل بن سہل وجعفر بن محمد وبروایة اثنین
تنتفی جہالة العین فکیف بروایة سبعة وان اراد جہالة الوصف فروایة احمد عنه ترفع من شانه لا سیما
مع ما قاله ابن عدی فیه وممن ذکره فی مشایخ احمد ابو الفرج بن الجوزی وابو اسحٰق واحمد لم یکن یروی الا
عن ثقة واما قول العقیلی انه لا یتابع علیه وقول البیہقی سواء قال عبید الله ام عبد الله فہو منکر عن
نافع عن ابن عمر فہٰذا وما فی معناه یدل ذلک علی انه لا علة لہٰذا الحدیث عندہم الا تفرد موسی ولم یحکموا
بخفاء حاله وکم من ثقة یتفرد باشیاء تقبل منه واما بعد قول ابن عدی فیه ما قال و وجود متابع له فانه یتعین
قبوله وعدم رده لذلک وبذلک یتبین ان اقل درجات ہٰذا الحدیث ان یکون حسنا ان نوزع فی دعوی

صحتہ فان الحسن قسمان احدہما ما فی اسنادہ مستور لم تحقق اہلیتہ ولیس مغفلا کثیر الخطاء ولا ظہر منہ سبب
مفسق ویکون الحدیث مع ذلک روی عن مثلہ او نحوہ من وجہ آخر واقل درجات موسی ان یکون
بہذہ الصفۃ وحدیثہ بہذہ المتابعۃ والقسم الثانی ان یکون راویہ مشہورا بالصدق والامانۃ ولم یبلغ
درجات رجال الصحیح لقصورہ فی الحفظ وہو مع ذلک یرتفع عن حال من یعد ما یتفرد بہ منکرا انتہی
ملخصا اس عبارت سے اور عبارت سابقہ سے تین امر واضح ہوئے ایک یہ کہ راوی اس حدیث کے
نافع سے عبید اللہ بن عمر العمری بالتصغیر ہین کہ جنکی جلالت و وثاقت کتب رجال مین مصرح ہی دوسرے
یہ کہ موسی بن ہلال عبدی معتمد ہین حدیث اونکے حسن سے نازل نہین ہو سکتی اور زیادہ تحقیق ان دونون
امرون کی عنقریب مذکور ہوگی تیسرے یہ کہ یہ حدیث حسن ہی اگر یہ شبہ ہووے کہ موسی کی حق مین کلمات
جرح کی کتب رجال مین موجود ہین پس حدیث اونکی حسن کیونکر ہوگی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ جرح مبہم
راوی حدیث کو حسن سے خارج نہین کرتے ہین چنانچہ فاضل اکرم امعان النظر شرح نخبۃ الفکر مین لکھتے ہین
قال الزرکشی وجدت بخط الحافظ ابی الحجاج بن یوسف الحسن من الحدیث ما لہ منزلۃ بین منزلتی الصحیح
والضعیف ومن طرقہ ان یکون احد رواتہ مختلفا فیہ وثقہ قوم وضعفہ آخرون ولا یکون ما ضعف
بہ مفسرا فان کان مفسرا قدم علی توثیق من وثقہ فصار الحدیث ضعیفا انتہی اور اگر یہ شبہ ہووے
کہ حدیث کے حسن ہونے مین شرط ہی کہ طریق آخر سے بھی وہ مروی ہوئی ہو اور اس حدیث کی کوئی
طریق موسی سے خالی نہین ہی پس حسن کیونکر ہوئی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ حسن مین یہ شرط نہین ہی
کہ بعینہ اوسی لفظ کے ساتھہ دوسرے طریق سے مروی ہو بلکہ اوسکی متقارب المعنی کا مروی ہونا دوسرے
طریق سے کافی ہی چنانچہ طیبی خلاصہ مین لکھتے ہین قولنا یروی من غیر وجہ یحتمل وجوہا ان یروی الحدیث
بعینہ باسناد آخر وان یروی معناہ باسناد آخر او بہذا الاسناد بلفظ آخر ولا یبعد تسمیۃ القسم الاخیر
بالفرد الحسن فہو بالنظر الی افراد الاسناد فرد و بالنظر الی تغییر اللفظ حسن انتہی اور ما نحن فیہ مین
یہ امر حاصل ہی کما سیتضح لک قال بلکہ ذہبی نے میزان مین حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی
کو منکر لکھا اقول منکر ہونا منافی حسن کے نہین ہی بلکہ منکر و شاذ کبھی حسن مقبول ہوتی ہی اور کبھی
غیر مقبول ابن الصلاح اپنے مقدمہ مین بحث شاذ مین لکھتے ہین اذا انفرد الراوی بشیء نظر فیہ فان کان
مخالفا لما رواہ من ہو اولی منہ بالحفظ لذلک واضبط کان ما انفرد بہ شاذا مردودا وان لم یکن فیہ

مخالفۃ لما رواہ غیرہ وانما ہو امر رواہ ہو ولم یروہ غیرہ فلینظر فی ہذا الراوی فان کان عدلا حافظا موثوقا باتقانہ وضبطہ قبل ما انفرد بہ ولم یقدح الانفراد فیہ وان لم یکن ممن یوثق بحفظہ واتقانہ لذلک الذی انفرد بہ کان انفرادہ بہ مزحزحا لہ عن حیز الصحیح ثم ہو بعد ذلک دائر بین مراتب متفاوتۃ بحسب الحال فیہ فان کان المنفرد فیہ غیر بعید من درجۃ الحافظ الضابط المقبول تفردہ استحسنا حدیثہ ذلک وان کان بعیدا من ذلک رددنا ما انفرد بہ وکان من قبیل الشاذ المنکر انتہی اور بعد اسکے بحث منکر میں تحریر کرتے ہیں الصواب فیہ التفصیل الذی بیناہ آنفا فی الشاذ انتہی اور ابن جماعہ اپنے مختصر میں بعد نقل عبارت ابن الصلاح کی تائید کر کے کہتے ہیں ہذا التفصیل حسن انتہی اور شیخ علی قاری ابن عبد الرحمن اسعان النظر شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں استقراء موارد استعمالہم المنکر والشاذ دلیل علی ان المنکر والشاذ لا یلزم ان یکون حدیثا مردود الروایۃ فانہم یحکمون بالمنکر علی حدیث یستبعد من جہۃ العقل لہ او خف ضبطہ بحیث ما یعد ما انفرد بہ حسنا انتہی اور یہی اوسمین ہے قال السیوطی وقع فی عباراتہم انکر ما رواہ فلان کذا وان کان لم یکن ذلک الحدیث ضعیفا قال ابن عدی انکر ما روی یزید بن عبد اللہ اذا اراد اللہ بامۃ خیرا الحدیث وہذا طریق حسن رواتہ ثقات وقد ادخلہ قوم فی صحاحہم والحدیث فی صحیح مسلم اور عثمان بن سند مالکی اپنے رسالہ نظم انفاس السحر فی اقسام الحدیث والاثر کی شرح میں لکھتے ہیں الصواب فی المنکر التفصیل الذی ذکرہ ابن الصلاح فی الشاذ فراجعہ فی شرح نظمنا للنخبۃ انتہی پس معلوم ہوا کہ بموجب نگارش کہ عبارت ہے تفرد راوی سے قادح نہیں ہے بلکہ اگر وہ متفرد ثقہ عدل ضابط ہو تو حدیث اوسکی صحیح ہوگی اور اگر رجال صحیح سے درجہ اوسکا کم ہو مگر درجہ حافظ ضابط سے بعید نہو تو اوسکی حدیث منکر حسن ہوگی ہان اگر وہ متفرد بعید ہو درجات رجال حسن سے اور قریب ہو درجات رجال ضعیف کی اس صورت میں وہ منکر مردود ہوگی وعلی ہذا القیاس حدیث شاذ کبھی شاذ حسن ہوتی ہے اور کبھی شاذ مردود ہوتی ہے اور اسیوجہ سے حدیث ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم الحدیث کو ذہبی نے حسن لکھا اور حاکم نے مستدرک میں صحیح کا حکم دیا باوجودیکہ بیہقی نے اوسکو شاذ لکھا چنانچہ تفصیل اسکی رسالہ الآیات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات میں کی گئی ہے اور اسیطرح سے ذہبی نے حدیث حفظ قرآن کو جو جامع ترمذی وغیرہ میں مروی ہے لکھا ہے انکر ما للولید بن مسلم من الاحادیث حدیث حفظ القرآن حالانکہ اس حدیث کو ترمذی نے حسن لکھا اور حاکم نے صحیح علی شرط الشیخین کہا اور اسی قسم کی بہت حدیثیں ہیں

کر اسماء رجال کے کتب مین منکرات مین معدود ہین اور فی نفسہ حسن یا صحیح ہین پس ماتحن فیہ مین ذہبی کا حکم نکارت منافی اوسکے حسن کے نہین ہی کیونکہ موسی بن ہلال کہ جسکے تفرد کے سبب سے حکم نکارت کا دیا گیا ثقہ ہونا اوسکا ثابت ہوگیا پس حدیث اوسکی بنا پر حسن ہوگی علاوہ یہ ہی کہ حکم نکارت فی نفسہ بقدوح ہی کیونکہ متابعت موسی کی مسلمہ نے کی ہی جسکی تحریر کرتے ہین حدیث من جاء فی زائرا لا تعملہ الا زیارتی کان حقا علی ان اکون لہ شفیعا یوم القیامۃ رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر والدارقطنی فی امالیہ وابو بکر بن المقری فی معجمہ وہو من روایۃ مسلمۃ بن سالم الجہنی عن عبید اللہ العمری ففیہ متابعۃ لموسی بن ہلال فی شیخہ وبیان انہ لم یتفرد بالحدیث انتہی کلامہ **قال** صاحب رسالہ کو چاہیے کہ یہ بات لکھین کہ ذہبی نے یہ کتاب مین لکھا ہی **اقول** کچھ ضرورت اس امر کی صاحب رسالہ کو نہین ہی کیونکہ ذہبی کا قول مقاصد اور وفاء الوفا اور در منظم سے منقول کر دیا گیا **قال** قطع نظر اس سے اس قول کی دلیل مین نظر ہی کیونکہ اس قول سے کہ مافی رواتہا متہم بالکذب کیا مراد ہی اگر یہ مراد ہی کہ اسکی کسی طریق مین کوئی راوی متہم الکذب نہین تو صریح غلط ہی کیونکہ بزار کی روایت مین عبد اللہ ابن ابراہیم غفاری واقع ہی اور اوسکو ابن حبان نے منسوب بوضع کیا ہی اور اگر یہ غرض ہی کہ بعض طرق اوسکی ایسے ہین کہ اوسمین راوی متہم الکذب نہین ہی تو مسلم ہی لیکن صرف یہ امر تقویت کے لیے کافی نہین **اقول** اگر ایک طریق بہی ایک حدیث کی حسن ہو جاوے اور متہم فی الکذب وجملہ علل قادحہ سے خالی ہو استناد کیواسطے کافی ہی کما مر **قال** اور سبکی کا حسن لکھنا اگر معتبر رکھا جاوے تو ابن تیمیہ کا قول جو باعتبار اوس سے افضل ہی بدرجہ اولی اس باب مین معتبر سمجھنا چاہیے **اقول** ابن تیمیہ کی جلالت قدر ورفعت ذکر مین کسیکو شبہہ نہین ہی مگر اس سے یہ نہین لازم کہ جملہ اقوال اونکی معتبر ہو جاوین اور سبکی نے حکم حسن کا بغیر تفتیش رواۃ کی تحمینا نہین دیا بلکہ بعد جمع اسانید و تحریر احوال رواۃ حکم حسن کا دیا بخلاف ابن تیمیہ کی کہ اونہون نے بغیر تحقیق درجات رواۃ کی کلیۃ احادیث زیارت کو ضعیف وموضوع لکھہ دیا اسوجہ سے قول اونکا غیر معتبر سمجھا جاتا ہی اسیوجہ سے سبکی بعد تحقیق طرق حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی کی وتفصیل احوال رواۃ کی لکھتے ہین فہذہ مباحث فی اسناد ہذا الحدیث اولہا انہ من روایۃ عبید اللہ المصغر وترجیح ذلک علی من رواہ عن المکبر وثانیہا القول انہ عنہما جمیعا وثالثہا علی تقدیر التنزل وتسلیم انہ عن المکبر وحدہ فانہ داخل فی قسم الحسن لما ذکرناہ ورابعہا علی تقدیر ان

یکون ضعیفا من ہذا الطریق وحدہ وحاشیہ سد فان اجتماع الاحادیث الضعیفۃ من ہذا النوع یقویہا
ویوصلہا الی رتبۃ الحسن وبہذا بل بأقل منہ یتبین افترا من ادعی ان جمیع الاحادیث الواردۃ
فی الزیارۃ موضوعۃ فسبحان اللہ اما استحیی من اللہ ومن رسولہ فی ہذہ المقالۃ التی لم یسبقہ الیہا عالم ولا جاہل
لا من اہل الحدیث ولا غیرہم ولا ذکر احد منہم موسی بن ہلال ولا غیرہ من رواۃ حدیثہ ہذا بالوضع ولا اتہمہ
بہ فیما علمناہ فکیف یستجیز مسلم ان یطلق علی کل الاحادیث التی ہو واحد منہا انہا موضوعۃ ولم ینقل ذلک
عن عالم قبلہ ولا ظہر علی ہذا الحدیث شیٔ من الاسباب المقتضیۃ لحکم الوضع فمن ای وجہ یحکم بالوضع علیہ
لو کان ضعیفا فکیف وہو حسن او صحیح انتہی اقاد کتب رجال مین ان دونون راویون کی توثیق بھی
منقول ہی جرح مبہم کو نقل کرنے اور توثیق سے چشم پوشی کرنیکی کیا وجہ ہی قال جرح مبہم ہم نے
اصحاب بصیرت سے نقل کی ہی اور نزدیک محققین کی جرح مبہم اونکی مقبول ہی اور وقت تعارض
جرح وتعدیل ترجیح جرح کو ہوتی ہی اسلیے توثیق کو چھوڑ دیا مسلم مین ہی اذا تعارض الجرح والتعدیل
فالتقدیم للجرح مطلقا وقیل للتعدیل عند زیادۃ المعدلین انتہی اور مختصر ابن حاجب مین مسطور ہی
الجرح مقدم وقیل الترجیح اور قاضی عضد نے شرح مختصر مین لکھا ہی اذا تعارض الجرح والتعدیل
فالجرح مقدم وقیل بل التعدیل اور مقتنم الاصول مین لکھا ہی فی التحریر المعروف تقدیم الجرح مطلقا
ولو کان الجارحون اقل وہو المختار انتہی اور قاضی عضد لکھتے ہین قال القاضی ابو بکر یکفی الاطلاق
فی الجرح والتعدیل فلا حاجۃ الی ذکر السبب وقال قوم لا یکفی الاطلاق بل یجب ذکر السبب وقال الشافعی
یکفی فی التعدیل دون الجرح وقیل بالعکس وقال الامام ان صدر عمن یعلم اسبابہما کفی الاطلاق فیہما والا لم
یکف فیہما انتہی اور تلویح مین ہی الحق ان الجارح ان کان ثقۃ بصیرا باسباب الجرح ومواقع الخلاف وضابطا
لذلک یقبل جرحہ المبہم والا فلا انتہی **اقول** اس کلام مین مناقشات ہین اول یہ کہ مجرد جرح کو ذکر
کرنا اور اقوال توثیق کو مطلقا چھوڑ دینا خواہ جرح مقدم ہو یا توثیق قطع نظر اسکی کہ یہ غیبت وہتک
ستر مسلم بلا ضرورت ہی محدثین کے نزدیک معیوب ہی چنانچہ ذہبی میزان الاعتدال مین ترجمہ ابان
ابن یزید العطار مین تحریر کرتے ہین قد اوردہ ایضا العلامۃ ابو الفرج ابن الجوزی فی الضعفاء ولم
یذکر فیہ اقوال من وثقہ وہذا من عیوب کتابہ یذکر الجرح ویسکت عن التوثیق انتہی پس الزام چشم پوشی کا
اقوال توثیق سے آپ پر بہر تقدیر عائد ہی ہان اگر اقوال جرح وتوثیق دونو کو ذکر کرتے بعد ازان

جرح کی ترجیح دیتے کچھ مضایقہ نہ تھا وہم یہ کہ جمہور فقہاء حنفیہ وغیر حنفیہ وجمہور محدثین منجملہ آن بخاری
ومسلم کا مذہب یہی کہ جرح مبہم یعنی جسمین بیان سبب جرح نہو مقبول نہین اور یہی مذہب صحیح مختار محققین
کے نزدیک ہی ابن الصلاح اپنے مقدمہ مین تحریر کرتے ہین التعدیل مقبول من غیر ذکر سببہ علی المذہب الصحیح
لان اسبابہ کثیرۃ یصعب ذکرہا واما الجرح فلا یقبل الا مفسرا مبین السبب لان الناس یختلفون فی ما یجرح وما لا یجرح
فیطلق احدہم الجرح بناء علی امر اعتقدہ جرحا ولیس بجرح فی نفس الامر فلا بد من بیان سببہ لینظر فیہ اہو جرح ام لا وہذا
ظاہر تقرر فی الفقہ واصولہ وذکر الخطیب الحافظ انہ مذہب الائمۃ من حفاظ الحدیث ونقادہ مثل البخاری ومسلم وغیرہما
ولذلک احتج البخاری ومسلم بجماعۃ سبق من غیرہ الجرح فیہم کعکرمۃ مولی ابن عباس وکاسمعیل بن ابی اویس وعاصم بن
علی وعمرو بن مرزوق وغیرہم واحتج مسلم بسوید بن سعید وجماعۃ اشتہر الطعن فیہم وہکذا فعل ابو داود وذلک دال علی انہم
ذہبوا الی ان الجرح لا یثبت الا اذا فسر سببہ انتہی اور حافظ زین الدین عراقی شرح الفیہ مین لکھتے ہین اختلف
فی التعدیل والجرح ہل یقبلان او احدہما من غیر ذکر اسبابہما ام لا یقبلان الا مفسرا علی اربعۃ اقوال الاول
وہو الصحیح المشہور التفرقۃ بین التعدیل والجرح بان التعدیل یقبل من غیر ذکر سببہ واما الجرح فلا یقبل الا مفسرا
مبین السبب لان الجرح یحصل بامر واحد فلا یشق ذکرہ والقول الثانی عکس القول الاول حکاہ صاحب المحصول
وغیرہ ونقلہ امام الحرمین فی البرہان والغزالی فی المنخول بحالہ عن القاضی ابی بکر والقول الثالث انہ لا بد
من ذکر سبب العدالۃ والجرح معا حکاہ الخطیب والاصولیون والقول الرابع عکسہ انہ لا یجب ذکر سبب واحد
منہما اذا کان الجارح او المعدل عالما بصیرا وہو اختیار القاضی ابی بکر وممن حکاہ عنہ الغزالی فی المستصفی
خلاف ما حکاہ عنہ فی المنخول وما ذکرہ عنہ فی المستصفی ہو الذی حکاہ صاحب المحصول والآمدی وہو المعروف
عن القاضی کما رواہ الخطیب عنہ فی الکفایۃ والقول الاول ہو الذی نص علیہ الشافعی قال الخطیب وہو الصواب
عندنا انتہی ملخصا اور مختصر ابن جماعۃ مین ہی یقبل التعدیل من غیر ذکر سببہ ولا یقبل الجرح الا مفسرا لاختلاف
الناس فی موجبہ ہذا ہو الصحیح المختار فیہما وبہ قال الشافعی انتہی اور کشف الاسرار شرح اصول بزدوی مین ہی اما الطعن
من ائمۃ الحدیث فلا یقبل مجملا ای مبہما بان یقول ہذا الحدیث غیر ثابت او منکر او فلان متروک الحدیث او ذاہب
الحدیث او مجروح او لیس بعدل من غیر ان یذکر سبب الطعن وہو مذہب عامۃ الفقہاء والمحدثین انتہی اور ابن
الہمام تحریر الاصول مین ترقیم کرتے ہین اکثر الفقہاء ومنہم الحنفیۃ والمحدثین لا یقبل الجرح الا مبینا لا التعدیل
وقیل بقلبہ وقیل فیہما وقیل لا فیہما انتہی اور بحر العلوم شرح تحریر مین لکھتے ہین وقائل یکفی الاطلاق

نفس ای العدالۃ لفقط للعلم بمفہوم العدالۃ اتفاقا بخلاف الجرح فان لہ اسبابا شتی وفیہا خلاف فلا یعتمد علی قدح

وہذا ہو مذہب الجمہور وہو الاصح عند المصنف وغیرہ انتہی اور اسیطرح خلاصہ طیبی اور شرح مشکوۃ طیبی اور فتح الباقی وغیرہ مین ہی ان عبارات کو ملاحظہ کیجیے اور اذعان اس امر کا فرمائیے کہ عدم قبول جرح مبہم مذہب بخاری ومسلم وابوداؤد واکثر حفاظ حدیث کا ہی اور یہی مذہب حنفیہ اور محققین شافعیہ کا ہی اور یہی صحیح ومختار ہی اور مذاہب اخراس باب مین ضعیف وغیر مقبول عند الجمہور ہین بغیر وسعت نظر کی دعوی اس امر کا کرنا کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہی شان علماء سے نہایت مستبعد ہی سوم یہ کہ تقدیم جرح مبہم ارباب بصیرت مذہب بعض کا ہی قاضی عضد نے اسکو امام کیطرف منسوب کیا اور ابن ہمام اور زین عراقی وغیرہ نے اسکو قاضی ابوبکر کی طرف منسوب کیا لیکن جمہور محدثین اسکو مختار نہین کرتے ہین اور خلاف صحیح لکھتے ہین جیسا کہ عبارات سابقہ سے واضح ہوا اور شمس الدین سخاوی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث مین تحریر کرتے ہین قال القاضی

الذی یقوی عند نا ترک الکشف عن ذلک اذا کان الجارح عالما کمالا یجب استفسار المعدل

عما بہ صار عندہ المزکی عدلا واختارہ الخطیب ایضا وذلک بعد تقریر القول الاول الذی صوبہ و

بالجملۃ فہذا اخلاف ما اختارہ ابن الصلاح فی کون الجرح المبہم لا یقبل انتہی اور بحر العلوم شرح تحریر مین

لکھتے ہین وقائل یکفی فیہما الاطلاق من الجارح ذی بصیرۃ وہو مذہب القاضی علی ما حقق تنزیلا لعلمہ

مقام بیانہ وجوابہ فی الجرح ما تقدم من الاختلاف فی الاسباب فیجوز ان یزعم ما لیس قادحا وہذا

لا ینافیہ العلم والعدالۃ فانہ انما یقدح حسب مذہبہ انتہی اب ہم آپ سے استفسار کرتے ہین کہ آپکو موافق جمہور کے فتوی دینے پر اصرار ہی حتے کہ باب زیارت مین قول استحباب کو جمہور کی طرف منسوب کر دیا اور اوسی پر فتوی دیدیا اور باب جرح مین قول جمہور کو چھوڑ دیا اور مذہب بعض کہ جسکا جمہور جواب دیتے ہین اور مخدوش کرتے ہین واسطے اصلاح اپنے کلام کے اختیار کر لیا پس باب زیارت مین قول جمہور کہان سے پیدا کیا اور باب جرح مین قول جمہور کسطرف چلا گیا ان ہذا لشیء عجاب چہارم یہ کہ تقدیم جرح بوقت تعارض جرح وتعدیل جو آپ نے مسلم اور مختصر وغیرہ سے نقل کیا ہی اوسمین آپکو بڑا اشتباہ واقع ہوا اسوجہ سے کہ حکم اوس مذہب پر ہی جسمین جرح مبہم مقبول ہوتی ہی نہ جمیع مذاہب پر اور بر تقدیر عدم قبول جرح

مبہم جو کہ مذہب مختار ہی تعدیل مقدم ہی چنانچہ بحر العلوم شرح تحریر مین تحت قول ابن ہمام کی اذا
تعارض الجرح والتعدیل فالمعروف فیہ مذہبان تقدیم الجرح مطلقا وہو المختار والآخر التفصیل
بین تساوی المعدلین والجارحین فکذلک والتفاوت فیرجح الاکثر الخ لکھتے ہین اعلم ان الشق الاول
لا یتاتی علی مختار الاکثر من عدم قبول الجرح بدون بیان السبب انتہی اور ملا علی قاری شرح شرح نخبۃ
الفکر مین لکھتے ہین محلہ ای محل تقدیم الجرح علی التعدیل اذا صدر ای الجرح مبینا ای مفسرا من عارف
باسبابہ ای الجرح لانہ ان کان غیر مفسر لم یقدح فی من ثبتت عدالتہ انتہی اور فتح المغیث مین تحت قول
عراقی کی وقدموا الجرح الخ ہی ینبغی تقیید الحکم بتقدیم الجرح بما اذا فسر اما اذا تعارضا من غیر تفسیر فانہ
یقدم التعدیل قالہ المزی وغیرہ انتہی اس سے صاف واضح ہوا کہ تقدیم جرح اوسوقت ہی جب
جرح مفسر ہو اور اگر جرح وتعدیل دونون مبہم ہون جرح مردود ہوجاویگی اور تعدیل مقبول کی جاویگی
پس جروح مبہمہ جو آپ نے قول محقق مین رواۃ کی حق مین نقل کین وہ سب مردود ہین اور تعدیلات
جو کلام مبرم مین مسطور ہین وہ سب مقبول ہین نتیجہ یہ کہ جو قائل اس امر کا ہی کہ جرح ارباب بصیرت
کے اگرچہ مبہم ہو مقبول ہی وہ اس امر کا بھی قائل ہی کہ تعدیل مبہم بھی ارباب بصیرت کی مقبول ہی
اور یہ ظاہر ہی کہ معدلین کہ جنکے اقوال کلام مبرم مین منقول ہین ارباب بصیرت ہی مین
جیسا کہ جارحین بقول آپکے ارباب بصیرت سے ہین پس اس صورت مین جرح کو مقدم کرنا کس
کتاب مین ہی ہان اگر جرح مبہم ارباب بصیرت کی ہوتی اور تعدیل غیر ارباب بصیرت کی ہوتی
تو البتہ جرح مقبول ہو سکتی تھی افاد حافظ ابن حجر لسان المیزان مین بعد نقل کلام ابو حاتم
اور عقیلی کی لکھتے ہین قال اولا تو جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہی پس ابو حاتم وعقیلی کہ اصحاب
بصیرت سے ہین اونکی جرح مقدم ہوگی ثانیا یہ کہ بعد نقل کرنے توثیق کے جو کلام خاص حدیث
من زار قبری وجبت لہ شفاعتی مین ابن حجر نے نقل کیا اوسکو صاحب رسالہ نے اس خیال سے
چھوڑ دیا کہ اگر وہ بھی لکھین گے تو اپنے مطلب کے خلاف ہوجایگا اقول جرح کے مقدم ہونیکا حال
ابھی منکشف ہوگیا تعجب ہی آپ سے کہ باوجود دعوی مہارت فن حدیث کے جابجا حکم تقدیم جرح کا اور
قبول جرح مبہم ارباب بصیرت کا دیتے ہین اور کتب فن کو ملاحظہ نہین فرماتے کہ اونہین کیا لکھا ہی اور
بقیہ عبارت ابن حجر کے چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہی کہ اوسمین تضعیف مبہم عبداللہ عمری مذکور ہی اور جرح

مبہم مقبول نہین اور بہی اوسمین حدیث مذکور کو منکر لکہا اور نکارت منافی حسن کے نہین ہی پس
اوس عبارت کے نقل کرنے کی کیا ضرورت تہی **قال** اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے اول
یہ کہ ابن قطان نے کہا کہ حق یہ ہی کہ موسی بن ہلال کی عدالت ثابت نہین ہوئی اور دارقطنی نے
کہا کہ وہ مجہول ہی **دوم** یہ کہ روایت مذکورہ عبداللہ مکبر سے ہی جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہی
نہ عبید اللہ مصغر سے **سوم** یہ کہ عبد الحق کا تعقب ابن القطان نے کیا ہی **چہارم** یہ کہ ابن خزیمہ
اور دولابی نے اس حدیث کو منکر جانا ہی **اقول** اعرف الرجال بالحق لا الحق بالرجال وانظر
الی ما قالہ ولا تنظر الی من قال یہ سب امور جو عبارت ابن حجر سے ثابت ہوئے نہ آپکو مفید ہین اور
نہ صاحب کلام مبرم کے مضر لیکن امر اول پس اسواسطے کہ یہ ابن القطان جو جارح موسی ہی معلوم نہین کہ
کون ہی علاوہ ازین بمقابلہ ایک جماعت موثقین کے قول ابن القطان کب مسموع ہوگا اور میزان مین
ایک ابن قطان کی جو باب جرح مین دستگاہ تام رکہتے تہے جرحین اکثر معتبر نہین کی ہین پس ابن قطان
دیگر کا قول بمقابلہ جم غفیر کے کیونکر مقبول ہوگا میزان الاعتدال مین ترجمہ حفص بن اسلم مین ہی
قال ابن القطان لا یعرف لہ حال قلت لم اذکر ہذا النوع فی کتابی ہذا لان ابن القطان یتکلم فی کل من لم یقل
فیہ امام عاصر ذلک الرجل واخذ عمن عاصرہ ما یدل علی عدالتہ وفی الصحیحین من ہذا النمط کثیرون ما ضعفہم احد
ولا ہم بمجاہیل انتہی اور بہی ذہبی ترجمہ مالک المصری مین لکہتے ہین قال ابن القطان ہو ممن لم تثبت عدالتہ یرید
انہ ما نص احد علی انہ ثقۃ وفی رواۃ الصحیح عدد کثیر ما علمنا ان احدا وثقہ انتہی پس معلوم ہوا کہ قول ابن القطان
کا موسی کے حق مین لم تثبت عدالتہ کچہ ضرر نہین کرتا ہی اور دارقطنی کا مجہول کہنا محض غلط ہی اسوجہ سے کہ موسی
ابن ہلال سے سات نقاد فن کہ منجملہ اونکے امام احمد ہین روایت کرتے ہین اور جہالت دو شخص کی روایت سے مرتفع
ہو جاتی ہی جیسا کہ ابن عبد البر استذکار شرح موطا مین باب ترک الوضوء مما مست النار مین لکہتے ہین
زعم قوم ان عبد الرحمن بن زید الانصاری مجہول وہذا تحامل من قائلہ لان عبد الرحمن ہذا ہو عبد الرحمن بن زید
ابن عقبۃ بن کریم الانصاری وقد روی عنہ رجال کبار موسی بن عقبۃ وبکیر بن الاشج وعمرو بن یحیی واسامۃ بن
زید اللیثی وممن روی عنہ ثلاثۃ وقیل اثنان لیس بمجہول انتہی اور واسطے توثیق وتعریف موسی کے
اسیقدر کافی ہی کہ امام احمد نے کہ غیر ثقہ سے روایت نہین کرتے ہین اونسے روایت کی ہی اور روایت وس شخص کے
جو غیر ثقہ سے روایت نہ کرتا ہو کسی راوی سے تعدیل راوی پر دال ہی اسیوجہ سے ابن عدی نے تعدیل عمر بن

ابی عمرو المدنی کے بسبب روایت مالک کے کی ہی چنانچہ تہذیب الکمال میں ہی وقال ابن عبد البر ثقۃ
لان مالکا روی عنہ ولا یروی مالک الا عن صدوق ثقۃ انتہی اور سخاوی تحت قول عراقی کے لکھتے ہیں
تعدیلا علی القول الصحیح روایۃ العدل لکھتے ہیں ہذا الذی قالہ اکثر العلماء من المحدثین قال القول الثانی انہ
تعدیل مطلقا والقول الثالث التفصیل فان علم انہ لا یروی الا عن عدل کانت روایتہ عن الراوی تعدیلا
لہ والا فلا وہذا ہو الصحیح عند الاصولیین کالسیف الآمدی وابن الحاجب وغیرہما بل وذہب الیہ جمع
من المحدثین والیہ میل الشیخین وابن خزیمۃ فی صحاحہم والحاکم فی مستدرکہ انتہی اور بھی لکھتے ہیں ممن
کان لا یروی الا عن ثقۃ الا فی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد وسلیمان بن حرب وشعبۃ والشعبی وعبد الرحمن
ابن مہدی ومالک ویحیی بن سعید القطان انتہی اور شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ نے بھی تصریح
اس امر کی کی ہی کہ احمد غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے تھے چنانچہ سبکی شفاء الاسقام میں تحریر کرتے
ہیں قد صرح الخصم بذلک فی الکتاب الذی صنفہ فی الرد علی البکری قال ان القائلین بالجرح
والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منہم من لم یرو الا عن ثقۃ عندہ کمالک وشعبۃ ویحیی بن سعید
وابن مہدی واحمد بن حنبل وکذلک البخاری وامثالہ وقد کفانا الخصم بہذا الکلام مؤنۃ تبیین ان
احمد لا یروی الا عن ثقۃ وح لا یبقی لہ مطعن فیہ انتہی اور امر ثانی کا جواب یہ ہی کہ روایت حدیث مذکور
عبید اللہ عمری سے ہونا یا عبد اللہ عمری سے ہونا مختلف فیہ ہی لیکن سبکی نے روایات بیہقی و دارقطنی
سے یہ امر ثابت کر دیا کہ یہ روایت عبید اللہ عمری سے ہی جیسا کہ عبارت اونکی سابقا منقول ہو چکی
اور بھی سبکی نے تحریر کیا ہی ورواہ عن موسی بن ہلال غیر عبید جماعۃ منہم جعفر بن محمد قال العقیلی
فی کتابہ حدثنا محمد بن عبد اللہ الحضرمی حدثنا جعفر بن محمد حدثنا موسی بن ہلال عن عبید اللہ
عن نافع عن ابن عمر مرفوعا من زار قبری وجبت لہ شفاعتی ہکذا رأیتہ فی النسخۃ عبید اللہ ومنہم
محمد بن اسمعیل بن سمرۃ الاحمسی واختلف علیہ فروی عنہ مصغرا کما رواہ غیرہ وروی عنہ مکبرا وہکذا
قالہ ابن عدی فی الکامل وکذلک کتب الی عثمان بن محمد من مکۃ انہ قرأ علی الحافظ یحیی بن علی بن
المفضل قراءۃ علیہ القاضی ابو القاسم حمزۃ المخزومی قال اخبرنا ابو طاہر السلفی وانبانا جماعۃ عن جماعۃ
عنہ اخبرنا ابو ابراہیم الخلیل اخبرنا سلیم بن ایوب اخبرنا احمد بن عبد اللہ اخبرنا عبد الرحمن بن ابی حاتم الرازی
حدثنا محمد بن اسمعیل الاحمسی حدثنا موسی عن عبد اللہ وعرض الحافظ یحیی بن علی القرشی ہذہ الروایۃ

وذکر ان الصواب عبید اللہ ورایت فی تاریخ ابن عساکر بخط ابی عبد اللہ المحفوظ عن ابن سمرۃ عبید اللہ
وقال ابن عدی فی الکامل فی ما انبانا جماعۃ بالاسناد المتقدم الیہ عبد اللہ صحیح وفی ما قالہ نظر والذی
یترجح ان یکون عبید اللہ لتظافر روایات عبید بن محمد کلہا وبعض روایات ابن سمرۃ ولما سنذکرہ
من متابعۃ مسلمۃ الجہنی لموسی بن ہلال انتہی ملخصا اور بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ روایت حدیث مذکور
عبد اللہ سے ہی ہی کچہ ضرر نہین اسواسطے کہ ایک طائفہ نقاد فن نے توثیق اوسکی کی ہی پس جرح بعض
دوسرے طائفہ کی مقبول نہوگی چنانچہ سبکی تحریر کرتے ہین علی ان عبد اللہ المکبر روی لہ مسلم مقرونا
بغیرہ وقال احمد صالح وابو حاتم رایت احمد بن حنبل یحسن الثناء علیہ وقال یحیی بن معین لیس بہ باس یکتب
حدیثہ وقال ثقہ فی نافع صالح وقال ابن عدی لاباس بہ صدوق وقال ابن حبان کان ممن غلب علیہ الصلاح
حتی غلب عن ضبط الاخبار وجودۃ حفظ الآثار تقع المناکیر فی روایتہ فلما فحش خطاؤہ استحق الترک
وہذا الکلام من ابن حبان یعرفک انہ لم یتکلم فیہ لجرح فی نفسہ وانما ہو لکثرۃ غلطہ وانما حکمہ باستحقاق الترک
فمخالف لاخراج مسلم لہ فی المتابعات ولیس ہذا الحدیث فی مظنۃ ان یحصل فیہ التباس علی عبد اللہ
لا فی سندہ ولا فی متنہ فانہ فی نافع کما سبق ومتن الحدیث فی غایۃ القصر والوضوح فاحتمال خطائہ
فیہ بعید والرواۃ بجمیعہم الی موسی بن ہلال ثقات انتہی اور امر ثالث کا جواب یہ ہی کہ تعاقب ابن
قطان کا عبد الحق کے سکوت کا اسیوجہ سے ہی کہ اونکے زعم مین موسی بن ہلال ضعیف ہی پس جب موسی
کی توثیق بعبارات سابقہ ثابت ہوئی اونکا تعاقب کیا ضرر کریگا اور امر رابع کا جواب یہ ہی کہ مجرد
نکارت قادح نہین کما مر تفصیلا افادہ در وفاء الوفا باخبار دار المصطفی مین ہی آخ **قال** اس مقام
پر کلام ہی بچند وجوہ **اول** یہ کہ یہان پر صاحب رسالہ نے بظن غالب تحریف کی ہی اس نظر سے
کہ ظاہر ہو کہ یہ اسناد موسی بن ہلال سے خالی ہی لکھتا ہی وروی جماعۃ غیر موسی بن ہلال منہم
جعفر بن محمد حدثنا محمد بن ہلال البصری عن عبید اللہ مصغرا اور حال آنکہ اصل عبارت یون ہوگی
وروہ جماعۃ غیرہ عن موسی بن ہلال البصری عن عبید اللہ مصغرا منہم جعفر بن محمد المروزی حدثنا
موسی بن ہلال عن عبید اللہ مصغرا اگر کوئی کہے کہ شاید اوس نسخہ مین جس سے صاحب رسالہ ناقل ہی
یہ عبارت اوسی طور پر ہو جواب اوسکا یہ ہی کہ اگر بالفرض اوس نسخہ مین ایسا ہو تو وہ نسخہ محض
غلط ہی کیونکہ عبارت لسان سے صراحۃ ثابت ہوا کہ جعفر بن محمد ومحمد بن اسمعیل نے اس حدیث کو

موسی بن ہلال سے اخذ کیا ہی اقول یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم جس
نسخہ سے صاحب کلام مبرم نے نقل کیا اوسمین ویسہی عبارت تہی جیسے منقول ہوئی اگر وہ غلط
ہو تو کچہ صاحب رسالہ کو ضرر نہین ہی اور غلط ہونا اوسکا ایسا امر نہین ہی کہ اوسمین بالفرض والتقدیر
کہا جاوے قال دوم یہ کہ سبکی نے جو عبید اللہ مصغر کو ترجیح دے سو اوسکا جواب لسان المیزان
مین بخوبی ظاہر ہوگیا اقول لسان مین ابن خزیمہ سے نقل کیا یشبہ ان یکون ہذا من حدیث
عبد اللہ اور دار قطنی اور عقیلی کی روایت سے عبد اللہ نقل کیا حالانکہ سبکی نے نسخ معتمدہ سے
روایت دار قطنی و عقیلی سے عبید اللہ نقل کیا اور اس امر کا کسیکو انکار نہین کہ بعض طرق اس
حدیث مین عبد اللہ واقع ہی گفتگو ترجیح مین ہی قال سوم سبکی جو لکہتا ہی ومنہم محمد بن اسمعیل بن سمرۃ
واختلف علیہ محل کلام ہی کیونکہ اوپر معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ نے بلا واسطہ محمد بن اسمعیل سے
عبد اللہ مکبر روایت کیا ہی اور ایسا ہی ابن عدی نے بواسطہ محمد بن موسی حلوانی کے پس
معلوم نہین کہ سبکی کہان سے ابن سمرۃ پر اختلاف بیان کرتا ہی اقول من علم حجۃ علی من لم یعلم
عبارت سبکی یہ ہی ومنہم محمد بن اسمعیل بن سمرۃ الاحمسی واختلف علیہ فروی عنہ مصغرا کما رواہ
غیرہ اخبرنا بذلک عبد المومن وغیرہ اذنا عن ابی نصر اخبرنا علی بن الحسن الحافظ اخبرنا اسمعیل بن
محمد بن الفضل الحافظ اخبرنا احمد بن علی بن خلف اخبرنا ابو القاسم بن حبیب اخبرنا ابو بکر احمد
ابن نصر بن بکار البخاری اخبرنا ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن عبید اللہ حدثنا محمد بن اسمعیل الاحمسی
عن موسی بن ہلال عن عبید اللہ وروی عنہ مکبرا قال چہارم سبکی نے جو یہ کہا ویحتمل ان موسی
سمع من عبید اللہ تارۃ وعبد اللہ جمیعا ابن جملہ نے اس احتمال کو بعد نقل کے رد کیا ہی حیث
قال ویحتمل حران یقال انہ کان عند موسی عن الاخوین عبد اللہ وعبید اللہ وقد یمیل بعض الفقہاء
الی ترجیح مثل ذلک وقد یقال انما یفعل مثل ذلک فی المشہورین بالحفظ والاتقان فاما مثل
موسی بن ہلال فیتوقف فی ذلک وانما قواہ ہہنا ما حصل لہ من متابعۃ مسلم بن سالم والظاہر
الذی یقوی فی النفس انہ عندہ عن عبد اللہ اقول سبکی اس امر کا جزما مدعی نہین ہی کہ موسی
نے دونون سے روایت کی بلکہ احتمالا بیان کرتا ہی اور یہ احتمال کلام ابن جملہ سے مرفوع
نہین کما ہو ظاہر لمن لہ ادنی تدبر قال پنجم سبکی نے جو یہ کہا والمکبر قال احمد صالح آلخ جواب اوسکا

یہہ کہ تہذیب الکمال وغیرہ مین لکہا ہی قال احمد کان یزید فی الاسانید ویخالف وکان یحیی بن سعید یضعفہ
آنخ **اقول** حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب مین عبد اللہ کی توثیق کی بہی بہت اقوال نقل کیے ہین
قال ابو طلحۃ عن احمد لاباس بہ قد روی عنہ ولکن لیس مثل اخیہ عبید اللہ وقال ابو حاتم رایت
احمد بن حنبل یحسن الثناء علیہ وقال عثمان الدارمی عن ابن معین صویلح وقال ابن ابی مریم
عن ابن معین لیس بہ باس یکتب حدیثہ وقال یعقوب بن شیبۃ ثقۃ صدوق فی حدیثہ اضطراب
وقال ابن عدی لاباس بہ فی روایاتہ صدوق وقال العجلی لاباس بہ وقال ابن عمار الموصلی
لم یترکہ احد الا یحیی بن سعید وزعموا انہ اخذ کتب اخیہ عبید اللہ فرواہا واورد لہ یعقوب بن شیبۃ
فی مسندہ حدیثا فقال ہذا حدیث حسن الاسناد وقال فی موضع آخر ہو رجل صالح مذکور بالعلم والصلاح
وقول ابن معین فیہ انہ صویلح انما حکاہ عنہ اسحق واما الدارمی فقال عن ابن معین صالح ثقۃ انتہی ملخصا
پس یہ سب اقوال تعدیل کے جو ارباب بصیرت سے منقول ہین جرح مبہم پر مقدم ہونگے کما مر تفصیلہ اور اگر
ایسی جرح مبہم مقدم ہوا کرے تو بہت مسائل شرعیہ مین خلل واقع ہوجاویگا ملاحظہ کیجیے کہ حدیث
قلتین کہ محققین اوسکو صحیح لکہتے ہین اور حدیث لاتفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب کہ محدثین اوسکو معتبر سمجہتے
ہین ان دونون کی سندون مین محمد بن اسحق واقع ہی اور اوسکی شان مین کتب رجال مین کیا کیا نہین
وارد ہی مگر چونکہ اقوال توثیق اوسکے حق مین واقع ہین اور اقوال جرح مبہمہ غیر موجہہ ہین اسوجہ سے جرح
کا اعتبار نہین کیا گیا اور حدیث الماء طہور لاینجسہ شی الا ما غیر لونہ وطعمہ او ریحہ ارباب تحقیق کی نزدیک
حسن ہی حالانکہ اوسکی سند مین متکلم فیہ واقع ہی وعلی ہذا القیاس بہت احادیث کہ صحاح ستہ مین بلکہ
صحیح بخاری مین مروی ہین اور مستند ائمہ کبار ہین اونکی سند مین مجروح واقع ہین بلکہ اگر ایسی باب
اعتبار جرح مفتوح ہوجاوے تو خود امام المحدثین بخاری پر جروح واقع ہوگئین پس جرح کو مقدم کرنا
لازم پڑیگا اور دین مین فساد واقع ہوجائے گا **قال** ششم یہ کہ سبکی نے جو یہ کہا واما بعد قول ابن
عدی فی موسی ووجود متابع فانہ یتعین قبولہ جواب اسکا یہ ہی کہ قول ابن عدی معارض ہی ساتہ
قول ابو حاتم وعقیلی ودارقطنی وابن قطان کے علاوہ اسکے جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہی **اقول**
نہ جرح مبہم بمذہب اکثر فقہاء ومحدثین مردود ہوتے اور تعدیل اوسپر مقدم ہوتی ہی پس موسی کے
حق مین قول معدلین کا مثل ابن عدی وغیرہ کے مقبول ہی اور قول جارحین کا اگرچہ عدد کثیر ہون

بغیر بیان سبب مردود ہی قال اور متابعت سے ظاہر اسنا متابعت مسلم بن سالم جہنی کی مراد معلوم ہوتی ہو
پس جبتک مسلم کا ان لوگون مین سے ہونا ثابت نہ ہو جاے جنکی متابعت معتبر ہوتی ہو تب تک یہ
متابعت مفید نہین ہو سکتی کیونکہ ابن صلاح اصول حدیث مین لکھتا ہو کہ ہر شخص لایق اسکے نہین ہو
کہ اوسکی متابعت معتبر ہو اقول متابعت مانحن فیہ مین فقط نکارت اور تفرد موسی کی دفع کے واسطے
معتبر کی جاتی ہو نہ واسطے توثیق حدیث کی کیونکہ موسی خود ثقہ ہو اور حدیث اوسکی صحیح یا حسن ہو
اور متابع کو مطلقا ثقہ ہونا ضرور نہین بلکہ جو راوی کہ متہم بالکذب ہو اوسکے متابع کو قوی ہونا ضرور ہو
اور جو راوی کہ متہم بالکذب نہو بلکہ مجروح بضعف حفظ یا اضطراب وغیرہ ہووے اوسکا متابع بہی
اگر مثل اوسکے ہوگا اوسکی متابعت واسطے تقویت حدیث کے کافی سمجہی جاتی ہو سخاوی فتح المغیث
مین لکہتے ہین تقدم فی تقریر الحسن بغیرہ ان الضعیف الذی ضعفہ من جہۃ قلۃ حفظ راویہ وکثرۃ غلطہ
لا من جہۃ اتہامہ بالکذب اذا روی مثلہ بسند آخر نظیرہ فی الروایۃ ارتقی الی درجۃ الحسن لانہ یزول
عنہ ما یخاف من سوء حفظ الراوی ویعتضد کل منہما بالآخر انتہی اور موسی کو جن لوگون نے مجروح
کیا ہی اونہون نے بسبب سوء حفظ و اضطراب اسناد و عدم متابعت وغیرہ کی مجروح کیا اور کسی نے
اوسکو متہم بالکذب نہین بنایا پس متابع اوسکا اگر درجات صحیح تک نہ پہونچا ہو بلکہ مثل اوسکی سوء
حفظ وغیرہ مین ہو اوسکی متابعت بہی مقوی حدیث ہوگی علاوہ یہ ہو کہ مسلمہ کے حق مین لسان المیزان
مین لیس بثقۃ لکہا ہی اور ابن حبان نے اوسکو کتاب الثقات مین ثقات مین داخل کیا پس مسلمہ کے حق مین
جرح مبہم و تعدیل متعارض ہوئین فیقدم التعدیل ویرد الجرح لما مر سابقا فافہم اور ہی وفاء الوفا مین ہی
روی البزار من طریق عبد اللہ بن ابراہیم الغفاری حدثنا عبد الرحمن عن ابیہ عن ابن عمر مرفوعا
قال اولا عبد اللہ بن ابراہیم اور عبد الرحمن کا ضعف لسان سے واضح ہو گیا ثانیا تنزیہ الشریعۃ
مین مرقوم ہی عبد اللہ بن ابراہیم نسبہ ابن حبان الی وضع الحدیث اور میزان مین ہی نسبہ ابن حبان
الی انہ یضع الحدیث وقال ابن عدی عامۃ ما یرویہ لا یتابع علیہ الخ اور عبد الرحمن بن زید کی
بہ نسبت تنزیہ الشریعۃ مین لکہا ہی قال الحاکم روی عن ابیہ احادیث موضوعۃ الخ اقول
سبکی نے شفاء مین لکہا ہی عبد اللہ بن ابراہیم ہو الغفاری روی لہ ابو داود والترمذی وقال ابو داود
منکر الحدیث قال ابن عدی عامۃ ما یرویہ لا یتابعہ علیہ الثقات وقال البزار عقب

ذکرہ ہذا الحدیث عبد اللہ حدث باحادیث لم یتابع علیہا وانما یکتب من حدیثہ ما لا یحفظ الا عنہ

وعبد الرحمن بن زید بن اسلم روی لہ الترمذی وابن ماجۃ وضعفہ جماعۃ وقال ابن عدی لہ احادیث

حسان وانہ ممن احتملہ الناس وصدقہ بعضہم وانہ ممن یکتب حدیثہ وصحح الحاکم حدیثا من جہتہ سند ذکرہ

فی التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم واذا کان المقصود من ہذا الحدیث تقویۃ الاول شہادۃ

لم یضر ما قیل فی ہذین الرجلین اذ لیس راجعا الی تہمۃ کذب ولا فسق ومثل ہذا یحتمل المتابعات والشواہد

انتہی آور اگر متابعت عبد اللہ بن ابراہیم کی بسبب اسکے کہ اوسکو بعض نے متہم بالکذب کیا ہی

معتبر نہو تو کچہ حرج نہین کیونکہ اسناد سابق حسن ہی حاجت اوسکی تقویت کی نہین ہی سبکی نے

تبرعا تقویت کی **قال** اور عبد اللہ بکبر کی توثیق کی روایات جو میزان و کاشف سے منقول

ہوئین اونکا جواب یہ ہی کہ اول یہ روایات معارض ہین اون روایات کے ساتہہ جو ہمنے اوپر نقل

کین دوم جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہی **اقول** جرح مبہم مقبول نہین اور روایات توثیق مقبول ہین اور

معارضہ مقبول و غیر مقبول کا عجائب سے ہی **قال** اور وفاء الوفا مین جو لکہا ہی قال التورپشتی فی شرح المصابیح

یعنی عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر محل بحث ہی کیونکہ مشکوۃ المصابیح مین لکہا ہی قال

اسحق بن موسی سمعت ابن عیینۃ انہ قال ہو العمری الزاہد واسمہ عبد العزیز بن عبد اللہ لیس معلوم

ہوا کہ ابن عیینہ نے جس عمری کو مصداق حدیث یوشک الناس ان یضربوا اکباد الابل فلا یجدوا

عالما اعلم من المدینۃ کا ٹہرایا ہی وہ عبد العزیز بن عبد اللہ ہی نہ عبد اللہ بن عمر بن حفص **اقول**

آپ نے حواشی مشکوۃ کو ملاحظہ نہین کیا ورنہ ایسا کلام نہ لکہتے کیونکہ اونمین تین قول اس باب مین مذکور

ہین منجملہ اونکے ایک قول وہ ہی جو وفاء الوفا سے نقل کیا گیا ہی طیبی اپنی حاشیہ مین کہ جسکا نام

الکاشف عن حقایق السنن ہی لکہتے ہین قال التورپشتی عن عبد الرزاق انہ قال ہو العمری الزاہد وہو

عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب انتہی اور مختصر حواشی طیبی مین جو سید شریف

کی طرف منسوب ہی تحت قول صاحب مشکوۃ کی قال ابن عیینۃ انہ مالک بن انس ومثلہ عن عبد الرزاق

مرقوم ہی ای مثل قول ابن عیینۃ عن عبد الرزاق وابن عیینۃ اسمہ سفیان واما عبد الرزاق فاحد المکثرین من

الروایۃ روی عنہ احمد بن حنبل ویحیی بن معین وغیرہما وہذا مخالف لما فی شرح الشیخ التورپشتی ان

ابن سید مطابقتہ ایاہ قرنی ومثلہ تتمۃ للکلام السابق وابتداء بقولہ عن عبد الرزاق وقال التورپشتی ذکر

الشیخ ابو محمد فی کتابہ عن ابن عیینۃ انہ قال ہو مالک بن انس وعن عبد الرزاق انہ قال ہو العمری الزاہد
وہو عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر وقال المظہر اراد بالعمری عمر بن عبد العزیز والصحیح ما رواہ
الترمذی وذکر فی المتن ولان عمر بن عبد العزیز من اہل الشام انتہی اور ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح شرح
مشکوۃ المصابیح مین تحت وشلہ عن عبد الرزاق کی لکھتے ہین قال الطیبی ہذا مخالف لما فی شرح الشیخ
التوربشتی کما سیاتی وان ارید مطابقتہ ایاہ قری وشلہ تتمۃ لکلام السابق وابتدء بقولہ عن عبد الرزاق
تامل قلت ویمکن ان یکون عنہ قولان ایضا انتہی اور بعد ایک سطر کے لکھتے ہین قال التوربشتی
ذکر الشیخ ابو محمد فی کتابہ عن ابن عیینۃ انہ مالک وعن عبد الرزاق انہ قال ہو العمری الزاہد وہو عبد اللہ
ابن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر وقال المظہر اراد بالعمری عمر بن عبد العزیز والصحیح ما رواہ الترمذی کذا
قال الطیبی وقال ابن ملک اراد بہ عمر بن عبد العزیز الخلیفۃ قیل لہ العمری نسبۃ الی عمر بن الخطاب لانہ
ابن ابنتہ وقیل ہو عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر کان آخر العلماء الراسخین انتہی ان عبارات سے
واضح ہوا کہ بعض نے عمری سے کہ جسکو عبد الرزاق اور سفیان نے مصداق حدیث یوشک الناس الخ
بنایا ہی مراد عبد اللہ بن عمر العمری جو راوی حدیث من زار قبری وجبت لہ شفاعتی ہی لیا ہی اور
بعض نے عبد العزیز عمری کو تجویز کیا اور بعض نے عمر بن عبد العزیز لکھا پس طائفہ اولی کے قول سے
توثیق عبد اللہ عمری کے ثابت ہوئی **افاد** عبد اللہ بن عمر العمری کے توثیق سابقا میزان
اور کاشف اور وفاء الوفا سے منقول ہو چکی **قال** تقریب اور جامع ترمذی اور کلام امام احمد یحیی
ابن سعید اور علی بن المدینی اور یعقوب بن شیبہ اور نسائی سے ضعف اسکا بھی ثابت ہوا اور جرح
تعدیل پر مقدم ہوتی ہی **اقول** توثیق اوسکے کلام امام احمد اور یحیی بن معین اور ابو حاتم اور ابن عدی
اور رازی اور یعقوب بن شیبہ اور عجلی اور ابن عمار وغیرہ سے ابھی معلوم ہو چکی اور تعدیل جرح مبہم پر
مقدم ہوتی ہی **قال** مخفی نرہے کہ اسمقام پر صاحب رسالہ نے مسلمہ بن سالم جہنی کی توثیق مطلق نہین
کی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اوسکا غیر ثقہ ہونا تسلیم کر لیا **اقول** چونکہ حاجت توثیق مسلمہ کی
نتھی جیسا کہ سابقا گذر چکا لہذا کلام مبرم مین توثیق کو ذکر نہ کیا اور اس سے تسلیم کر لینا لازم نہین
آتا **افاد** اور اس حدیث کی حسن مین کسی طرح کا شبہہ نہین ہی **قال** اس حدیث کی رواۃ
مین مسلمہ بن سالم جہنی موجود ہی اور اوسکا ضعف صاحب رسالہ نے بھی تسلیم کر لیا ہی اس حدیث کو

حسن بلکہ صحیح کہنا کمال مقام تعجب ہی **اقول** یہ حکم قطعی افترا ہی کس جملہ سے صاحب کلام مبرم کی تسلیم معلوم ہوتی ہی اور سکوت توثیق مسلمہ سے بوجہ موجہ واقع ہوا جیسا کہ ابہی گذر چکا اور حدیث کی مطلق حسن ہونے مین ثقہ ہونا راوی کا شرط نہین ہی چنانچہ زین عراقی شرح الفیہ مین لکہتے ہین تقدم ان الحسن لا یشترط فیہ ثقۃ رجالہ بل اذا کان فیہم من لم یتہم بالکذب وروی من وجہ آخر کان حسنا علی الشروط المتقدمۃ وغیر المتہم اعم من ان یکون ثقۃ او مستورا انتہی اور فتح المغیث مین ہی اما مطلق الحسن فہو الذی اتصل سندہ بالصدوق الضابط المتقن غیر تامہما او بالضعیف بما عدا الکذب اذا اعتضد مع خلوہ عن الشذوذ والعلۃ انتہی پس اگر عدم ثقہ ہونا مسلمہ کا مسلم بہی ہو حدیث کی حسن ہونے مین کچہ قدح نہین ہوگی جب تک کہ اوسکا متہم بالکذب ہونا نہ ثابت ہو اور اس حدیث کی مثل جسکو مسلمہ نے روایت کیا ہی دوسرے طریق سے بہی مروی ہی اور اسمین سواے ابہام ایک راوی کی کوئی خلل نہین ہی چنانچہ سبکی لکہتے ہین قال یحیی الحسینی فی اخبار المدینۃ حدثنا محمد بن یعقوب حدثنا عبد اللہ بن وہب عن رجل عن بکر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی وآلہ وسلم قال من اتی المدینۃ زائرا لی وجب لہ شفاعتی یوم القیامۃ ومن مات فی احد الحرمین بعث آمنا انتہی اور سمہودی لکہتے ہین محمد بن یعقوب ہو ابو عمرو الزبیری المدنی صدوق وعبد اللہ بن وہب ثقۃ وبکر بن عبد اللہ ان کان المزنی فہو تابعی جلیل فیکون مرسلا وان کان بکر بن عبد اللہ بن الربیع الانصاری فہو صحابی انتہی افاد عبارت میزان مین یہ ہی قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ انہ متروک الحدیث فہذہ روایۃ ابن ابی حاتم واما روایۃ ابی علی الصواف عن عبد اللہ عن ابیہ انہ قال صالح الخ **قال** اس مقام پر عبارت میزان لفظ بلفظ نقل کرنا مقصود نہین بلکہ مقصود نقل روایات جرح ہی اور روایت توثیق اسلیے منقول نہین ہوئی کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہی **اقول** فقط روایات جرح نقل کرنا معیوب ہی شرعا وعرفا اور جرح کو مقدم کرنا خلاف جمہور محدثین ہی جیسا کہ تفصیل اوسکی گذر چکی **قال** اور حفص ابن سلیمان کی نسبت میزان الاعتدال مین لکہا ہی وکان واہیا فی الحدیث الخ **اقول** حدیث من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی کو اجلہ محدثین نے اسانید متعددہ سے روایت کیا دار قطنی اپنی سنن مین لکہتے ہین حدثنا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز حدثنا ابو الربیع الزہرانی حدثنا حفص بن ابی داود عن لیث عن مجاہد عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم من حج فزار قبری

بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی اور سند طبرانی یہ ہے حدثنا الحسین بن اسحق التستری حدثنا ابو الربیع
حدثنا حفص بن ابی داؤد عن لیث الخ اور سند ابو یعلی یہ ہے حدثنا ابو الربیع حدثنا حفص بن ابی
داؤد الخ اور سند ابو احمد بن عدی صاحب کامل یہ ہے اخبرنا الحسن بن سفیان حدثنا علی بن حجر
وحدثنا عبد اللہ بن محمد البغوی حدثنا ابو الربیع الزہرانی قال علی حدثنا حفص بن سلیمان وقال
ابو الربیع حدثنا حفص بن ابی داؤد قالا عن لیث الخ اور سند ابن عساکر یہ ہے اخبرنا الخلال اخبرنا
ابراہیم بن منصور السلمی اخبرنا ابو بکر المقری اخبرنا ابو سعید المفضل بن محمد بن ابراہیم الجندی حدثنا
سلمۃ حدثنا عبد الرزاق حدثنا ابو عمر حفص بن سلیمان الخ اور دوسری سند ابن عساکر کی یہ ہے اخبرنا
ابو القاسم السمرقندی اخبرنا ابو القاسم اسمعیل بن مسعدۃ اخبرنا حمزۃ بن یوسف السہمی اخبرنا ابو احمد بن
عدی اخبرنا الحسن بن سفیان حدثنا علی بن حجر حدثنا حفص الخ اور تیسری سند ابن عساکر یہ ہے
اخبرنا ابو القاسم اخبرنا ابو بکر البیہقی اخبرنا علی بن احمد بن عبدان حدثنا احمد بن عبید حدثنی محمد
ابن اسحق حدثنا بکار حدثنا حفص بن سلیمان عن لیث الخ اور سند بیہقی یہ ہے حدثنا عبد اللہ بن
یوسف اخبرنا محمد بن نافع الخزاعی حدثنا المفضل الجندی حدثنا سلمۃ حدثنا عبد الرزاق حدثنا حفص الخ
اور سند ابن نجار صاحب الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ یہ ہے انبانا عبد الرحمن بن علی اخبرنا ابو الفضل
الحافظ عن ابی علی الفقیہ انبانا ابو القاسم الازہری اخبرنا القاسم بن الحسن حدثنا الحسن بن الطیب
حدثنا علی بن حجر حدثنا حفص بن سلیمان عن لیث الخ اور سند ابن جوزی مثیر العزم الساکن الی
الاشرف الاماکن میں یہ ہے حدثنا ابو الفضل عن ابی علی انبانا ابو القاسم اخبرنا القاسم بن حسن حدثنا
الحسن بن الطیب الخ اور ابو یعلی کی سند یہ ہے حدثنا یحیی بن ایوب حدثنا حسان بن ابراہیم حدثنا حفص
ابن سلیمان عن کثیر بن شنظیر عن لیث بن ابی سلیم عن مجاہد الخ اور تقی الدین سبکی نے بعد ذکر
کرنے اپنے اسانید کی طرف ان محدثین مذکورین کی حفص کے توثیق کی تحقیق بلیغ کی ہے عبارت
انکی یہ ہے اما کون حفص بن سلیمان القاری العامری ہو حفص بن ابی داؤد فکذلک
قال البخاری وابن ابی حاتم وابن عدی وغیرہم واما کونہ ہو الراوی لہذا الحدیث فکذلک قال ابن
عدی وابن عساکر واشار الیہ البیہقی وہو السابق الی الذہن لکن ابن حبان فی کتاب الثقات ذکر
ما یقتضی التوقف فی ذلک فانہ قال حفص بن سلیمان البصری المقری یروی عن الحسن بات شیئا

ثلاثين ومائة وليس هذا لحفص بن سليمان البزار ابي عمر القاري ذلك ضعيف وهذا ثبت ثم قال في الطبقة
التي بعدها حفص بن ابي داود يروي عن ابن حبيب روى عنه ابو الربيع الزهراني هذا كلام ابن
حبان ومقتضاه ان حفص بن ابي داود المذكور في الطبقة الاخيرة ثقة وانه غير القاري الضعيف
المذكور في الطبقة التي قبله على سبيل التميز بينه وبين البصري وقد ذكر ابن حبان حفص بن سليمان
البصري في كتاب المجروحين وذكر ضعفه وقال انه ابن ابي داود وتبعد القول بانه اشتبه عليه وجعلهما
اثنين احدهما ثقة والآخر ضعيف على ان هذا مقابل بان ابن عدي ذكر في ترجمة حفص القاري
من حديث ابي الربيع الزهراني عن حفص عن الهيثم بن حبيب عن عون بن ابي جحيفة عن ابيه قال
مر النبي صلى الله عليه وآله وسلم برجل يصلي قد سدل ثوبه فعطفه عليه وتبعد ايضا ان يكونا اثنين ويشتبه
على ابن عدي فيجعلهما واحدا والموضع موضع نظر فان صح مقتضى كلام ابن حبان زال الضعف
فيه ولا ينافي هذا كونه جاء مسمى في رواية هذا الحديث لجواز ان يكون قد وافق حفصا القاري في
اسم ابيه وكنيته وان كان هو القاري كما حكم به ابن عدي وغيره وهو ابن امرأة عاصم فقد اكثر
الناس الكلام فيه وبالغوا في تضعيفه حتى قيل عن عبد الرحمن بن يوسف انه كذاب متروك
يضع الحديث وعندي ان هذا القول سرف فان هذا الرجل امام قراءة وكيف يعتقد انه يقدم على
وضع الحديث والكذب ويتفق الناس على الاخذ بقراءته وانما غايته انه ليس من اهل الحديث
فلذلك وقعت المنكرات والغلط الكثير في روايته وقد قال عبد الله بن احمد بن حنبل سألته يعني اباه
عن حفص بن سليمان المقرئ فقال هو صالح وروى عثمان بن احمد الدقاق عن حنبل بن اسحق قال قال
ابو عبد الله وما كان بحفص بن سليمان المقرئ بأس وحسبك بهذين القولين عن احمد وهما مقدمان
على من روى عن احمد خلاف ذلك ان ثبت ضعفه فانه لم يتفرد بهذا الحديث وقول البيهقي انه انفرد
بحسب ما اطلع عليه وقد جاء في معجمي الطبراني الكبير والاوسط متابعة انتهى اور تهذيب الكمال میں ہی
حفص بن سليمان الاسدي قال ابو علي الصواف عن عبد الله بن احمد عن ابيه صالح وقال حنبل بن اسحق
عن احمد ما به بأس انتهى ملخصا قال اور ابو يعلى كی روايت میں اگرچہ حسن بن الطيب نہیں ہی لیکن حفص
ابن سليمان اور كثير بن شنظير اور ليث بن ابی سليم واقع ہیں اور یہ تینوں ضعيف ہیں حفص بن سليمان كا ضعف
تو ثابت ہوا اور لیث كا عنقریب ثابت ہوگا اب کثیر بن شنظیر کا حال ملاحظہ فرمایئے تہذیب الکمال اور میزان الاعتدال

مین لکھا ہی قال ابو زرعة لین وقال احمد بن صالح ضعیف وقال یحیی بن معین لیس بشئ الخ اقول
ان جروح مبہمہ کے معارض اقوال تعدیل موجود ہین میزان الاعتدال مین ہی قال احمد صالح الحدیث
وروی عثمان بن سعید عن یحیی قال ثقة وقال ابن عدی احادیثه ارجوان تکون مستقیمة انتہی
اور کاشف مین ہی کثیر بن شنظیر الازدی البصری عن مجاہد وطائفة وعنہ عبد الوارث
وطائفة قال ابو زرعة لین وقال احمد وغیرہ صالح الحدیث انتہی قال اور طبرانی نے کبیر اور اوسط
مین اس اسناد سے روایت کیا ہی احمد بن رشدین عن ابیه عن اللیث بن بنت اللیث بن ابی سلیم قال حدثتنی
جدتی عائشة بنت یونس امرأة اللیث عن لیث بن ابی سلیم عن مجاہد عن ابن عمر اس اسناد مین احمد بن رشدین ہی اوسکی
نسبت میزان مین لکھا ہی قال ابن عدی کذبوہ الخ اور بہی اسمین رشدین ہی اوسکی ترجمہ مین تہذیب الکمال مین کہا
قال ابن معین لیس بشئ الخ اقول تہذیب الکمال مین بہ نسبت رشدین کے یہ بہی لکھا ہی قال المیمونی
سمعت ابا عبد اللہ یقول رشدین بن سعد لیس یبالی عمن یروی عنه لکنه رجل صالح قال فوثقه
الہیثم بن خارجة وکان فی المجلس فتبسم ابو عبد اللہ وقال لیس به باس فی احادیث الرقاق و
قال البغوی سئل احمد عنه فقال ارجو انه صالح الحدیث اور حافظ عبد العظیم المنذری کتاب الترغیب
والترہیب مین لکھتے ہین رشدین بن سعد قال احمد ارجو انه صالح الحدیث وحسن له الترمذی
انتہی قال اور راوس مین راوی لیث بن ابی سلیم ہی اوسکی بہ نسبت تہذیب مین مرقوم ہی
قال النسائی ضعیف الخ اقول ضعف لیث کا یسیر ہی انجبار اوسکا بسبب متابعات کے ہوسکتا ہی
اور اقوال تعدیل بہی اسکے حق مین موجود ہین کاشف مین ہی لیث بن ابی سلیم فیه ضعف یسیر
من سوء حفظه وکان ذا صلوٰة وصیام وعلم کثیر انتہی اور کتاب الترغیب والترہیب مین ہی
لیث بن ابی سلیم فیه خلاف وقد حدث عنه الناس وقال الدارقطنی کان صاحب سنة انما
انکروا علیه الجمع بین عطاء وطاوس ومجاہد ووثقه ابن معین فی روایة انتہی افاد توثیق
اس حدیث کی کہ معنی متحد ہی ساتہہ حدیث من حج ولم یزرنی فقد جفانی کے الخ قال
اولا متحد المعنی ہونا ان دونون حدیثون کا غیر مسلم ہی کیونکہ ایک مین لفظ سعة موجود ہی
اور دوسرے مین یہ لفظ نہین اقول یہ ظاہر ہی کہ جسمین لفظ سعة نہین ہی اوسمین وہ
مراد ہی پس معنی دونون حدیثین متحد ہوئین اور اگر یہ شبہہ ہووے کہ من حج ولم یزرنی فقد جفانی

مین لفظ حج ہی اور اس حدیث یعنی من وجد سعة فلم یزرنی فقد جفانی مین یہ لفظ نہین تو جواب
اوسکا یہ ہی کہ جسمین لفظ حج ہی وہ اتفاقا وارد ہی قید احترازی نہین ہی پس یہ زیادت اتحاد
معنی مین مخل نہوگی اور وجہ اسکی کہ یہ قید اتفاقی ہی یہ ہی کہ اس حدیث کے دوسرے طریقون
مین یہ لفظ نہین ہی جیسا کہ شفاء الاسقام مین لکھتے ہین قال ابو الحسن بن الحسن بن جعفر الحسینی
فی کتاب اخبار المدینة حدثنا محمد بن اسمعیل حدثنی ابو احمد الهمدانی حدثنا النعمان بن شبل حدثنا محمد
ابن الفضل عن جابر عن محمد بن علی عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وعلی آله وسلم
من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزرنی فقد جفانی وقال الحافظ ابو عبد الله
ابن النجار فی الدرة الثمینة روی عن علی انه قال قال رسول الله من لم یزر قبری فقد جفانی
وقال ابو سعید عبد الملک بن محمد بن ابراهیم النیسابوری الواعظ فی کتاب شرف المصطفی
روی عن علی مرفوعا من زار قبری بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن لم یزر قبری فقد جفانی
وهذا الکتاب فی ثمان مجلدات ومصنفه عبد الملک صنف فی علوم الشریعة کتابا توفی سنة ست
واربعمائة بنیسابور وقبره بها مشهور یزار ویتبرک به وقد روی حدیث علی من طریق آخر لیس
فیه تصریح بالرفع ذکره ابن عساکر انبانا عبد الملک وآخرون عن ابن الشیرازی اخبرنا ابن عساکر
اخبرنا ابو العز احمد بن عبید الله اخبرنا ابو محمد الجوهری اخبرنا علی بن محمد بن احمد حدثنا محمد بن
ابراهیم حدثنا منصور بن قدامة الواسطی حدثنا الضیاء بن ابی الجارود حدثنا عبد الملک بن
هارون عن ابیه عن جده عن علی قال من سال لرسول الله الدرجة الرفیعة حلت له شفاعته
یوم القیامة ومن زار قبر رسول الله کان فی جوار رسول الله وعبد الملک فیه کلام کثیر انتهی اور
سمهودی بغرض توثیق روایت ابو الحسن الحسینی لکھتے ہین النعمان بن شبل تقدم الکلام علیه فی الحدیث
الخامس ومحمد بن الفضل قال انه مدنی فهو غیر محمد بن الفضل بن عطیة الذی کذبوه خلاف قول ابن
عبد الهادی انه هو لان ذاک کوفی ویقال مروزی نزل بخارا وجابر ان کان الجعفی کما قال ابن
عبد الهادی فهو ضعیف فیه کلام کثیر ووثقه شعبة والثوری ومحمد بن علی ان کان ابا جعفر الباقر
فالسند منقطع لانه لم یدرک جده علی بن ابی طالب وان کان ابن الحنفیة فقد ادرک اباه علیا
انتهی اور ابن حجر مکی نے تصریح اتفاقی ہونے قید حج کے کی ہی عبارت اونکی یہ ہی مراد ذکر الحج فی خبر

من حج ولم يزرني فقد جفاني انما هو لبيان الاولى لان ترك الزيارة ممن حج وقد قرب من المدينة اشد وافحش من تركها ممن لم يحج وما ذكر لبيان الاولى لا مفهوم له وح فيكون المعنى من لم يزرني فقد جفاني واذا تقرر ان هذا معناه فلا يفهم منه ان من زاره ثم حج ولم يزره مرة اخرى بعد حجه انه جفاه نعم يؤخذ من قولهم الآتي اول الفصل الرابع اذا انصرف الحجاج الخ انه يسن لكل حاج اذا انصرف من حجه كما او غيره ان يزور عقب كل حج وان الزيارة تتكرر ولا ينافي هذا ما قدمته اولا بل يحمل هذا على الافضل وتركه لا جفاء فيه بخلاف ترك السنة التي هي الزيارة مثلا من اصلها فانه جفاء اي جفاء انتهى اس عبارت سے

اور عبارات سابقہ ابن حجر سے صاف ترجیح قول وجوب زیارت ظاہر ہے کما مر تفصیلہ **قال**
ثانیا اگر متحد المعنی ہونا تسلیم بھی کیا جاوے تو بھی ایک کی توثیق سے دوسرے کی توثیق لازم نہین آتی
مگر جبکہ اوسکے اور اوسکے سب راوی متحد ہون **اقول** یہ قاعدہ کس کتاب مین ہے کتب اصول مین اسکے
خلاف مصرح ہے افادہ محدثین چند فقرہ پر متفرق مین آلخ **قال** ابن جوزی اور صغانی کو اگرچہ بعض
محدثین نے مبالغین مین معدود کیا ہے لیکن اوس سے یہ لازم نہین آتا کہ جس حدیث کو ابن جوزی نے
موضوع کہا اور اوسکی متابعت اورون نے بھی کی ہے اوسکا بھی موضوع ہونا مسلم نرکھا جاویگا اور اس
حدیث مین اور محدثین نے بھی متابعت ابن جوزی کی کی ہے جیسے زرکشی وذہبی ومحمد بن عبد الهاد
وشیخ الاسلام ابن تیمیہ وشوکانی اور انمین سے تین اول مبالغین مین سے ہونا تو صاحب صلاۃ نے
اصلا مذکور نہین کیا **اقول** جب مبالغ ہونا ابن جوزی اور صغانی کا اس باب مین ثابت ہو گیا
پس بعد اونکے جو محدثین آئے اونہون نے اگر متابعت ان دونون کی بمجرد تحریر ان دونون کے کی اس
صورت مین ہرگز اونکا کلام مقبول نہوگا اور اگر خود اونہون نے تحقیق رواۃ کر کے حکم وضع کا دیا
بعد معاینہ اونکی تحقیق کی حکم اونکا مسلم رکھا جاویگا اور ذہبی نے جو اس حدیث جفانی پر حکم وضع کا
دیا بمتابعت ابن جوزی کے دیا چنانچہ ابن حجر نے لسان مین تصریح اسکی کی پس کلام اونکا مقبول
نہوگا باقی رہی زرکشی اور ابن عبد الهاد اونکی عبارات معاینہ کرانا چاہیے اور ثابت کرنا چاہیے
کہ اونہون نے بمجرد متابعت مبالغین سے حکم وضع کا نہین دیا **قال** اور ابن تیمیہ کے مبالغین مین سے
ہونیکے لیے اگرچہ عبارت لسان کی پیش کی لیکن اوسمین تحریف کو کام فرمایا پوری عبارت یہی

طالعت الرد المذکور فوجدته کما قال السبکی فی الاستیفاء لکن وجدته کثیر التحامل الی الغایة فی رد الاحادیث

انتہی یوردہا ابن المطہر الحلی وان کان معظم ذلک من الموضوعات والواہیات ولکن ردفی ردہ کثیرا من الاحادیث الجیاد والتی لم یستحضر حالۃ تصنیفہ مظانہا الثابتۃ کان لاتساعہ فی الحفظ کان یتکل علی مافی صدرہ والانسان عائد للنسیان انتہی اس عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ ابن تیمیہ ان لوگون سے نہین ہی جنکی عادت یہ ہی کہ ازروی مبالغہ حدیث صحیح کو رد کردیتے ہین ورنہ جو عذر صاحب لسان نے بیان کیا اوسکی کیا حاجت تہی اقول کیا آپ کا فہم عالی ہی کہ تحریف اور اختصار مین فرق نہین سمجھتے ہین اور اختصار پر جابجا حکم تحریف کا دیتے ہین اور جو عذر صاحب لسان نے بیان کیا وہ آپ کے مضر ہی کیونکہ اوس سے صاف واضح ہی کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ بوقت تصنیف مجرد اپنے حفظ کے اعتماد پر احادیث کو مقدوح کرتے تہے اور رجوع طرف مظان اون احادیث کے اور مواقع احوال رواۃ کے نہین فرماتے تہے اور یہی معنی مبالغہ کے ہین کہ بغیر تامل و فکر ایک حدیث صحیح کو موضوع اور واہی بنا دینا اور اوسپر اتفاق اہل علم نقل کرنا اور ابن جوزی و صغانی کیطرف جو مبالغہ منسوب کیا گیا اوسکے یہ معنی نہین ہین کہ یہ دونون غلبہ ہوسات نفسانیہ سے یا جس و عناد سے احادیث صحیحہ کو موضوع بناتے کیونکہ ایسا خیال فاسد ایسے اجلہ محدثین کیطرف کہ جنکی تصانیف تمام اکناف و اطراف مین دائر و سائر ہین اور اونکی جلالت قدر پر دال ہین کوئی نہین کرسکتا بلکہ غرض یہ ہی کہ یہ دونون بغیر تامل وافر و فکر غائر و بغیر رجوع طرف مواقع احادیث کے حکم وضع کا دیتے تہے اور یہی مضمون ابن تیمیہ مین بہی حسب تصریح ابن حجر پایا گیا پس اونکی مبالغین ہونے مین کیا شک رہا منہاج السنۃ تصنیف ابن تیمیہ کے ملاحظہ کیجیے اوس سے کیفیت مبالغہ کی منکشف ہوجائے گی بطور نمونہ چند مواضع اوسمین سے تحریر ہوتے ہین ایک مقام پر لکہتے ہین ما یذکرون فی فضائل عاشوراء وما ورد من التوسعۃ علی العیال و فضائل المصافحۃ والحناء والخضاب والاغتسال ونحو ذلک ویذکرون فیہا صلاۃ کل ذلک کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم لم یصح فی عاشوراء الا فضل صیامہ انتہی اس مبالغہ کو دیکہیے کہ جملہ ان اخبار پر سوائے خبر صیام عاشوراء کے کذب کا حکم دیتے ہین حالانکہ اگرچہ احادیث فضل حناء و خضاب وغیرہ باطل ہین لیکن حدیث توسعۃ علی العیال نزدیک محققین محدثین کے حسن بلکہ صحیح ہی سخاوی مقاصد حسنہ مین لکہتے ہین حدیث من وسع علی عیالہ فی یوم عاشوراء وسع اللہ علیہ السنۃ کلہا الطبرانی والبیہقی فی الشعب و فضائل الاوقات و ابو الشیخ

عن ابن مسعود والاولان فقط عن ابی سعید والثانی فقط فی الشعب عن جابر وابی ہریرۃ وقال ان اسانیدہا
کلہا ضعیفۃ لکن اذا ضم بعضہا الی بعض افاد قوۃ بل قال العراقی فی امالیہ لحدیث ابی ہریرۃ طرق صحح
بعضہا ابن ناصر الحافظ واوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات من طریق سلیمان بن ابی عبد اللہ
وقال سلیمان مجہول وسلیمان قد ذکرہ ابن حبان فی الثقات فالحدیث حسن علی رایہ قال وله
طرق عن جابر علی شرط مسلم اخرجہا ابن عبد البر فی الاستذکار من روایۃ ابی الزبیر عنہ وہی اصح
طرقہ عنہ انتہی اور ایک مقام مین ابن تیمیہ لکھتے ہین حدیث الطیر لم یروہ واحد من اصحاب
الصحیح ولا صححہ ائمۃ الحدیث ولکن ہو مما رواہ بعض الناس کما رواہ امثالہ فی فضل غیر علی وحدیث
الطائر من المکذوبات الموضوعات عند اہل العلم بحقائق النقل انتہی اس سلب کلی اور حکم جزمی
کو دیکھیے حال آنکہ حدیث طیر کو ترمذی وغیرہ اجلۂ محدثین نے روایت کیا ہی اور اکثرون نے اوسپر
حکم ضعف کا دیا ہی ذہبی سیر اعلام النبلاء مین ترجمۂ ابو بکر سجستانی مین لکھتے ہین وحدیث الطیر
علی ضعفہ فلہ طرق جمۃ وقد افردتہا فی جزء ولا انا بالمعتقد بطلانہ انتہی اور ایک مقام مین تحریر کرتے
ہین اما حدیث صلوۃ التسبیح فان فیہا قولین لہم واظہر القولین انہا کذب وان کان قد اعتقد
صدقہا طائفۃ من اہل العلم ولہذا لم یاخذ بہا احد من ائمۃ المسلمین انتہی اس عبارت کو دیکھیے
کہ قول اخفی کو اظہر بنا دیا اور اس حدیث کے اعتبار کا ائمۂ مسلمین سے سلب کلی کیا حال آنکہ یہ
حدیث اجلۂ نقاد کے نزدیک صحیح ہی سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد مین لکھتے ہین
افرط ابن الجوزی فاورد ہذا الحدیث فی الموضوعات واعلہ بموسی بن عبد العزیز وقال انہ مجہول
وقال الحافظ ابن حجر فی کتاب الخصال المکفرۃ للذنوب المقدمۃ والموخرۃ اساء ابن الجوزی بذکر
ہذا الحدیث فی الموضوعات وقولہ ان موسی مجہول لم یصب فیہ فان ابن معین والنسائی وثقاہ
وقال فی امالی الاذکار ہذا الحدیث اخرجہ البخاری فی جزء القراءۃ خلف الامام وابو داؤد وابن ماجۃ
وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ وصححہ والبیہقی وممن صحح ہذا الحدیث اوحسنہ غیر من تقدم
ابن مندۃ والف کتابا والآجری والخطیب وابو سعد السمعانی وابو موسی المدینی والمنذری و
ابن الصلاح والنووی فی تہذیب الاسماء وآخرون انتہی اسیطرح ابن تیمیہ جابجا منہاج السنۃ
مین اور تصانیف دیگر مین احادیث معتمدہ کو کہ اجلۂ محدثین اونکی تحسین وتصحیح کرتے ہین بمتابعت

ابن جوزی و دیگر متشددین کے بجسب اعتماد وسعت حفظ کے حکم وضع اور کذب کا دیتے ہین اور اتفاق
اہل علم سے اوسکو مرین کرتے ہین کما لایخفی علی من طالعہما پس معلوم ہوا کہ کلام انکا ایسے
مواقع مین بغیر تطبیق دوسرے محدثین کے کلام کے مسلم نرکہا جاویگا اور غرض اس بیان سے
تحقیر ابن تیمیہ نہین ہی بلکہ غرض اسیقدر ہی کہ اونکا حکم اس باب مین مسلم نرکہا جاویگا ورنہ فی نفسہ
ابن تیمیہ کی جلالت اور وسعت نظر و حفظ اور مہارت فنون حدیث و تفسیر و فقہ و اصول وغیرہ
مین شبہ نہین ہی اور بنظر اسکے کہ اکثر قاصرین نظر ابن تیمیہ پر تشنیع بلیغ کرتے ہین اور اونکے
قول کو ہر باب مین لغو سمجھتے ہین چند عبارات اجلہ محدثین کے جو انکی جلالت پر دال ہین نقل
کی جاتی ہین حافظ ابن حجر درر کامنہ مین لکھتے ہین قال الذہبی مترجما لابن تیمیۃ فی بعض الاجازات
قرأ القرآن والفقہ وناظر واستدل وبرع ودرس وہو دون العشرین وصنف التصانیف وصار
من کبار العلماء فی حیاۃ شیوخہ وتصانیفہ نحو اربعۃ آلاف کراریس واکثر وقال الذہبی فی موضع
آخر اما نقلہ لمذاہب الصحابۃ والتابعین فضلا عن المذاہب الاربعۃ فلیس لہ فیہ نظیر وقال
فی موضع آخر لہ باع طویل فی معرفۃ اقوال السلف وقل ان یذکر مسئلۃ الا ویذکر فیہا مذاہب
الائمۃ وقد کتب الذہبی الی السبکی یعاتبہ بسبب کلام وقع منہ فی ابن تیمیۃ فاجابہ ومن جملۃ جوابہ
اما قول سیدی فی الشیخ تقی الدین بن تیمیۃ فالمملوک یتحقق کبر قدرہ وزخارۃ بحرہ وتوسعہ
فی العلوم النقلیۃ والعقلیۃ وفرط ذکائہ واجتہادہ والمملوک یقول ذلک دائما وقدرہ فی نفسہ
اکبر من ذلک واجل مع ما جمعہ اللہ من الزہادۃ والورع والدیانۃ ونصرۃ الحق والقیام فیہ لا لغرض
وجریہ علی سنن السلف وقرأت بخط الحافظ صلاح الدین العلائی فی ثبت شیخ شیوخنا الحافظ
بہاء الدین عبد اللہ بن محمد بن خلیل ما نصہ وسمع بہاء الدین علی شیخنا وسیدنا وامامنا شیخ التحقیق
السالک بمن تبعہ احسن طریق ذی الفضائل المتکاثرۃ والحجج الباہرۃ وہو الشیخ الامام العالم
الربانی والحبر البحر النورانی امام الائمۃ برکۃ الامۃ علامۃ العلماء وارث الانبیاء والمرسلین آخر
المجتہدین اوحد علماء الدین شیخ الاسلام حجۃ الاعلام قدوۃ الانام برہان المتکلمین قامع
المبتدعین سیف المناظرین کنز المستفیدین ترجمان القرآن اعجوبۃ الزمان فرید العصر
والاوان تقی الدین امام المسلمین حجۃ اللہ علی العالمین عمدۃ الحفاظ فارس المعانی والالفاظ

رکن الشریعۃ ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی الحنبلی انتہی قال۔ اور اگر رد کرنا کسی حدیث کا کہ دوسرے کے نزدیک جید ہو موجب شمار کا گروہ مبالغین سے ہو تو کوئی شخص اہل فن سے اس مبالغہ سے بری نہین ہو سکتا علاوہ اسکے چاہیے کہ اس قیاس پر قبول کرنا اوس حدیث کا جسکو دوسرون نے رد کیا ہی موجب ہو شمار کا اوس فرقہ سے کہ احادیث کے لکھنے مین نہایت تساہل کرتے ہین اور سبکی اس صفت کے ساتھ متصف ہین پس چاہیے کہ فرقہ اولی مین داخل ہون اقول رد کرنا اوس حدیث کا جو جمہور نقاد کے نزدیک مقبول ہو بلا وجہ موجہ موجب دخول فرقہ مبالغین مین ہی اور یہ صفت شیخ الاسلام ابن تیمیۃ مین موجود ہی جیسا کہ محقق ہو چکا اور سبکی کی صفت تساہل بغیر ثابت کرنے کی اونکی تصانیف سے مسموع نہین ہی ہان اگر سبکی اوس حدیث کو جسکو جمہور نقاد فن غیر مبالغین موضوع و باطل لکھتے ہون صحیح لکھتے ہون البتہ وہ فرقہ متساہلین مین معدود ہونگی ولیس کذلک آب قدرے جلالت قدر سبکی بھی بیان کی جاتی ہی تا اشتباہ تساہل کا اونسے مرفوع ہو جاوے سیوطی حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ مین لکھتے ہین العلامۃ تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن تمام بن حماد الانصاری السبکی قال ولدہ فی الطبقات الامام الفقیہ المحدث الحافظ المفسر الاصولی المتکلم النحوی اللغوی الادیب الجدلی الخلافی النظار شیخ الاسلام بقیۃ المجتہدین المجتہد المطلق ولد بسبک من اعمال المنوفیۃ فی صفر سنۃ ثلاث وثمانین وستمائۃ وانتہت الیہ ریاسۃ فی العلم بمصر قال الاسنوی کان انظر من رآیناہ من اہل العلم ومن اجمعہم للعلوم واحسنہم کلاما فی الاشیاء الدقیقۃ واجلہم علی ذلک وقال الصلاح الصفدی الناس یقولون ماجاء بعد الغزالی مثلہ وعندی انہم یظلمونہ بہذا وما ہو عندی الامثل سفیان الثوری وقال ابنہ فی الترشیح قال شہاب الدین ابن النقیب صاحب مختصر الکفایۃ وغیرہا جلست بمکۃ بین طائفۃ من العلماء وتعدنا نقول لو قدر اللہ بعد الائمۃ الاربعۃ فی ہذا الزمان مجتہدا عارفا بمذاہبہم اجمعین یرکب لنفسہ مذہبا من المذاہب الاربعۃ بعد اعتبار ہذہ المذاہب المختلفۃ کلہا لازدان الزمان بہ وانقاد الناس لہ فاتفق ساینا علی ان ہذہ الرتبۃ لاتعدو الشیخ تقی الدین السبکی ولہ من المصنفات الجلیلۃ الفائقۃ التی حقہا ان تکتب بماء الذہب لما فیہا من النفائس البدیعۃ والتدقیقات النفیسۃ منہا الدر النظیم

فی تفسیر القرآن العظیم تکملۃ شرح المہذب للنووی الابتہاج فی شرح المنہاج الرقم الابریزی شرح مختصر التبریزی
التحقیق فی مسئلۃ التعلیق رفع الشقاق فی مسئلۃ الطلاق شفاء الاسقام فی زیارۃ خیر الانام
السیف المسلول علی من سب الرسول توفی سنۃ ست وخمسین وسبعمائۃ انتہی ملخصا اور درر کامنہ میں
ہی قال الاسنوی فی الطبقات کان السبکی انظر من رأیناہ من اہل العلم ومن اجمعہم للعلوم واحسنہم کلاما فی
الاشیاء الدقیقۃ وکان فی غایۃ الانصاف والرجوع الی الحق فی المباحث ولو علی لسان احد من
الطلبۃ مواظبا علی وظائف العبادات مراعیا لارباب الفنون انتہی قال اور قاضی محمد شوکانی
کے مبالغین سے ہونیکا کچھ ثبوت پیش نہین کیا اور کیونکر وہ مبالغین سے ہو سکتا ہی حال آنکہ
فوائد مجموعہ مین خود ایسے لوگون پر طعن کرتا ہی اقول اوسکے مبالغ ہونیکی وجہ یہ ہی کہ فوائد
مجموعہ مین اکثر احادیث کی وضع کے حکم کو ابن جوزی اور صغانی اور جوزقانی اور ابن تیمیہ سے
کہ یہ سب متشددین سی ہین نقل کرکے سکوت کرتا ہی اور معارض انکی کلام کے جو اجلہ محدثین سی کلام واقع ہوا
اوسکو ترک کرتا ہی اور حدیث من حج ولم یزرنی مین شوکانی نے حکم وضع کا ابن جوزی اور صغانی سے
نقل کیا اور یہ دونون متشددین سی ہین افادہ اور ذہبی کے میزان سے جو حکم وضع کا نقل کیا شاید لسان
المیزان کو ملاحظہ نہین کیا قال لسان المیزان سی توثیق نعمان بن شبل کی ثابت ہوتی ہی اور اوسپر مدار
موضوعیت نہین ہی بلکہ مدار موضوعیت محمد بن محمد بن النعمان پر ہی جیسا کہ حافظ ابو الحسن دارقطنی نے جو اختی
کتاب ابن حبان مین لکھا ہی آخر اقول دارقطنی کی روایت مین محمد بن محمد بن نعمان عن جدہ واقع ہی جیسا کہ
لسان المیزان مین ہی محمد بن محمد بن النعمان بن شبل الباہلی المصری عن مالک روی عنہ الوراق العراقی
وقد طعن فیہ الدارقطنی واتہمہ وقد اخرج الدارقطنی فی غرائب مالک احادیث من طریق ابن شبل محمد بن
محمد بن النعمان ابن شبل البصری حدثنا جدی حدثنا مالک وہی منکرۃ وسیأتی فی ترجمۃ النعمان والذی تحرر
من ہذا ان النعمان ووالدہ رویا عن مالک واما محمد بن محمد فلم یدرک مالکا انتہی اور مسند ابن عدی مین
محمد بن النعمان عن ابیہ واقع ہی جیسا کہ عبارت ذہبی سے واضح ہی وہو قال ابن عدی حدثنا علی بن اسحق
حدثنا محمد بن النعمان بن شبل حدثنی ابی حدثنی مالک عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من حج
فلم یزرنی فقد جفانی اور اسیطرح برہان الدین حلبی نے کشف حثیث عمن رمی بوضع الحدیث مین ذکر
کیا ہی اور محمد بن النعمان کا اگرچہ اتہام بالکذب میزان اور تنزیہ الشریعۃ مین مذکور ہی لیکن

محمد بن النعمان اور نعمان کا متہم بالکذب ہونا ثابت نہین بلکہ میزان مین نعمان کی توثیق مذکور ہے
پس ضعف ایک طریق سے جسمین محمد بن محمد بن النعمان ہے ضعف دوسرے طریق کا لازم نہین آتا
اور آپ نے قول محقق مین ذہبی کی عبارت یون نقل کی قال ابن عدی حدثنا علی بن اسحق حدثنا
محمد بن محمد بن النعمان حدثنی ابی حدثنی مالک الخ یہ تحریف صریح ہے کیونکہ عبارت ذہبی مین محمد
بن النعمان حدثنی ابی ہے نہ محمد بن محمد بن النعمان وکم من فرق بینہما اور سبکی شفاء الاسقام مین لکھتے ہین
ذکر ابن عدی احادیث النعمان ثم قال ہذہ الاحادیث عن نافع عن ابن عمر یحدث بہا النعمان عن مالک
واللہ اعلم رواہ عن مالک غیر النعمان ولم ار فی حدیثہ حدیثا غریبا قد جاوز الحد فاذکرہ ووری فی صدر ترجمۃ
عن عمران بن موسی الزجاجی انہ ثقۃ وعن موسی بن ہارون انہ متہم وہذہ التہمۃ غیر مفسرۃ فالحکم بالتوثیق
مقدم علیہما وذکر ابو الحسن الدارقطنی ہذا الحدیث فی احادیث مالک بن انس الغرائب التی لیست
فی الموطا وہو کتاب ضخم قال حدثنا ابو عبد اللہ وعبد الباقی قالا حدثنا محمد بن محمد بن النعمان حدثنا
جدی اخبرنا مالک عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم من حج البیت
ولم یزرنی فقد جفانی قال الدارقطنی تفرد بہ ہذا الشیخ وہو منکر ہذہ عبارۃ الدارقطنی والظاہر ان ہذا
الانکار منہ بحسب تفردہ وعدم احتمالہ لہ بالنسبۃ الی الاسناد المذکور ولا یلزم من ذلک ان یکون
المتن فی نفسہ منکرا ولا موضوعا وقد ذکرہ ابن الجوزی فی الموضوعات وہو سرف منہ ویکفی فی الرد
علیہ ما قال ابن عدی وقال ابن الجوزی عن الدارقطنی ان الحمل فیہ علی محمد بن محمد بن النعمان
لا علی جدہ وکلام الدارقطنی الذی ذکرناہ یحتمل لذلک ولان یکون المراد بہ تفرد النعمان کما قال ابن عدی
واما قول ابن حبان ان النعمان یاتی عن الثقات بالطامات فہو مثل کلام الدارقطنی الا انہ بالغ فی
الانکار وقول ابن الجوزی ان الدارقطنی طعن فی محمد بن محمد فالذی حکیناہ من کلام الدارقطنی
ہو الانکار لا التضعیف فحصل من ہذا ابطال الحکم علیہ بالوضع لکنہ غریب کما قال الدارقطنی وہو لاجل
کلام ابن عدی صالح لان یعتضد بہ غیرہ انتہی ہذا آخر الکلام فی ہذا المقام وللہ الحمد علی ذلک علی الکمال
والتمام وکان ذلک فی لیلۃ یوم الثلثاء السادس والعشرین من الجمادی الاولے من
شہور سنۃ تسعین بعد الالف والمائتین من ہجرۃ رسول الثقلین علیہ وعلی آلہ الصلوۃ رب المشرقین

حامداً و مصلیاً

امابعد می گوید راجی رحمت رب قوی ابوالحسنات محمد عبد الحی لکھنوی تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی
کہ عرصہ شش ماه می شود کہ حکیم نور الحسن صاحب از متھرا استفتا باین مضمون ارسال فرمودند
که در خانۂ زید از عورت غیر منکوحہ پسری متولد شده و آن عورت دختر دیگر کسی را شیر داده آیا
نکاح برادر زید باین دختر جائزست یا نه فقط فقیر درہمان ایام جوابش بدینمضمون نوشتہ کہ
در موجب بودن لبن زنا تحریم را فقہاء را اختلاف ست یک طائفہ قائل بعدم تحریم اند مثل
صاحب بحر و شارح منیہ و یک طائفہ قائل بتحریم اند لیکن ایشان تصریح می سازند کہ رضیعہ از
لبن زنا بر زانی و اصول و فروع وی حرام میشود نہ بر غیر ایشان پس در صورت مسئولہ نکاح برادر
زید بآن دختر جائزست فقط بعد چندی حکیم صاحب ممدوح رد جواب فقیر تحریری بعض علماء از زعم
فرستادند و نام محرر رد تحریر نکردند لیکن از عنوان تحریر فہمیدم کہ تحریر مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی ست
در جواب آن بسط بسیط ساختہ در ماه محرم نزد حکیم صاحب رسالہ ساختم خلاصہ اش اینکہ از عبارت خزانۃ الفتاوی
و خلاصہ و ظہیریہ و عنایہ و بزازیہ و خزانۃ المفتین وغیره تحریم رضیعہ از لبن زنا بر زانی و فروع و اصول او
ثابت ست نہ بر غیر ایشان و ابن ہمام از تجنیس از شیخ عبد الله الجرجانی نقل کرده کہ نکاح آن بر عم زانی
حلال ست لعدم الجزئیۃ بینہ و بینہا و صاحب بحر بر حلت ولیده ز زنا بر عم زانی و خال زانی اتفاق نقل کرده
در صیغہ لبن زنا را شامل و تصور نموده و بظاہر ست کہ در برادر و عم فرقی نیست و یک طائفہ فقہاء بر آنند کہ
رضیعہ مذکوره نہ بر زانی حرام ست و نہ بر اصول و فروع او و ہمین را صاحب بحر معتمد گفتہ و صاحب فتح آنرا از
اسبیجابی و صاحب ینابیع نقل کرده او جہ قرار داده و ہمچنین در در مختار در فصل رضاع و صاحب نہر این حکم
او جہ داده پس بنابرین فتوی جواز نکاح آن رضیعہ با برادر زانی اظہر ست فقط پس ازان رد رد شان
با حسن وجوه ساختم و بیخ و بنیاد جواب شان کندیدم حالا یک قطعہ عنایت نامہ شان مورخہ ۲۰ جمادی ثانیہ
بدین عبارت از فقیر حقیر محمد بشیر تجاوز عنہ العلیم الخبیر بخدمت مکرمی معظمی مولوی محمد عبد الحی صاحب زید مجدکم بعد
سلام سنت الاسلام و اشتیاق ملاقات خلوص التیام آنکہ فتوی آنحضرت در باب رضاع معاینہ نمودم چون
سراسر مخالف تصریح امام ابو حنیفہ بود جوابش نوشتہ ہدیہ خدمت عالی میسازم اگر قبول افتد فہو المطلوب والا

باقتضای عنایت ازین بخشش سرفراز فرمایند واحقر را در بعض مسائل با آنکرم خلاف و نزاع هست اما چون
این نزاع محض بنظر احقاق حق ست امید دارم که موجب ملال نشود فقط رسیده و همراه خود رساله نیز تحریر رسانیده
حالا خلاصه تقریرات ایشان را بعد حذف عبارات فقهیه منقوله شان که نقل آنها بجز تطویل سودی نخواهد بخشید
ذکر کرده رد و قدح آنها باحسن وجوه میسازم و غرض از ان بجز احقاق حق امری دیگر ندارم **تقریر** در مخصوص
مسئله از امام ابو حنیفه چیزی منقول نیست و فقهاء حنفیه مختلف اند بر سه قول اول اینکه لبن زنا مثل لبن
حلال ست و بر کسانیکه رضیعه بلبن حلال حرام میشود بلبن زنا نیز حرام میشود دوم اینکه رضیعه از لبن زنا
بر زانی و اصول و فروع حرام ست نه بر غیر شان سوم اینکه نه بر زانی حرام ست و نه بر اصول و فروع **اقول**
وجود قول اول در کتب معتمده نیست البته اینقدر در کتب متداوله که لبن الحرام کالحلال مافیه میشود و هم دران
کتب حلت رضیعه از لبن زنا بر عم و خال مذکورست پس معلوم شد که تشبیه در عبارت مذکوره در جمله جزئیات
نیست و هر گاه یک مسئله در موضعی صراحة مذکور شود و مفتی به یا اتفاقی باشد و از موضعی خلاف آن
مستنبط شود مفتی را لازم که بر مصرح فتوی دهد حموی در حواشی اشباه می نویسد صرح المصنف نفسه
فی الفوائد الزینیة انه لا یحل الافتاء من القواعد والضوابط وانما علی المفتی حکایة النقل الصریح کما صرحوا به انتهی
تقریر حالا ملاحظه باید کرد که ازین مذهب کدام راجح ست و کدام مرجوح پس میگوئیم که قول اخیر صریح با قول
امام ابو حنیفه مخالفت دارد چه بلاشک از مصاهرت حلال بنت رضاعی زوجه بر زوج حرام میشود چنانچه
در رد المحتار و طحطاوی مذکورست و مصاهرت زنا نزد امام ابو حنیفه در اثبات حرمت مانند مصاهرت
حلال ست چنانکه در کفایه و نور الانوار موجودست پس بنت رضاعی موطوأه نزد امام ابو حنیفه بلاشک
حرام هست **اقول** درین کلام چند انظار ست اول اینکه طلب ترجیح آیا از کتب حنفیه مکارست یا از رای
خود اگر از رای خود منظورست موقوف بر بودن مجیب از اصحاب ترجیح ست و اذ لیس فلیس و اگر اول
منظورست پس عباراتی که بر ترجیح مذهب حرمت باشد ضرور بود و عبارات حنفیه در ترجیح مذهب حلت
برای زانی و اصول و فروع وغیره الشایان ملاحظه شوند در بحرست المعتمد فی المذهب ان لبن الفحل الزانی
لا تعلق به التحریم انتهی و در رد المحتارست الحاصل کما قال فی البحر ان المعتمد فی المذهب ان لبن الزانی
لا تعلق به التحریم وظاهر المعراج والخانیة ثبوته قلت وذکر فی شرح المنیة انه لا یعدل عن الدرایة اذا وافقتها
روایة وقد علمت ان الوجه مع عدم التحریم انتهی و در فتح القدیرست ذکر الولوالجی ان الحرمة تثبت من جانب الام

خاصة مالم یثبت النسب فح یثبت من الاب وکذا ذکرہ الاسبیجابی وصاحب الینابیع وہو اوجہ لان الحرمة
من الزانی للبعضیة وذلک فی الولد نفسہ لانہ مخلوق من مائہ دون اللبن اذ لیس اللبن کاینا من منیہ لانہ
فرع التغذی بخلاف الولد والتغذی لایقع الا بما یدخل من اعالی المعدة لا من اسفل البدن فلا ہبات فلا حرمة
بخلاف ثابت النسب لان النص وہو حدیث یحرم من الرضاع مایحرم من النسب اثبت الحرمة انتہی
ودر در مختار است وکذا الزنا والاوجہ لا فتح انتہی ودر نہر فائق است قید بالزوج لانہ لو زنی بامراة
فولدت فارضعت صبیة جاز لاصول الزانی وفروعہ التزوج بہا کذا اختارہ الوبری وعلیہ جری الاسبیجابی
وصاحب الینابیع وجعلہ فی المحیط کالاول وجزم بہ قاضیخان والاول اوجہ انتہی پس ہرگاہ رضیعہ مذکورہ
بر نفس زانی واصول وفروع بنابر مذہب مفتی بہ حلال شد وحلال شدن آن بر برادر زانی چہ شک ماند وآنانکہ
قائل بحرمتش اند تقیید حرمت باصول وفروع وزانی میسازند چنانکہ از ملاحظہ فتاوی مذکورة الصدر
واضح میشود ونیز تصریح میسازند کہ بر عم وخال زانی حلال ست چنانچہ در فتح القدیر ست فی التجنیس من
علامة الناطفی عن الشیخ ابی عبد اللہ الجرجانی انہ کان یقول فی الدرس لایجوز للزانی التزوج بالصبیة المرضعة
ولا لآبائہ واجدادہ ولا لاحد من اولادہ وللعم الزانی التزوج بہا کما یجوز بالصبیة التی ولدت من الزانی
لانہ لم یثبت نسبہا من الزانی حتی یظہر فیہا حکم القرابة والتحریم علی آبائہ واجدادہ لاعتبار الجزئیة ولا جزئیة بینہا
وبین العم انتہی ودر بحر ست ظاہر کلامہم ان ہذہ الصبیة ای المتولدة من الزنا لاتحرم علی عم الزانی وخالہ اتفاقا
واذا ثبت ہذا فی المتولدة من الزنا فکذلک فی حق المرضعة بلبن الزنا انتہی پس بنابر مسلک این طائفہ
نیز نکاح صبیہ مذکورہ بہ برادر زانی جائز خواہد شد دوم اینکہ مفتی را لازم کہ اختیار ترجیح اصحاب مذہب
خود سازد ودر تحریر فتوی رای خود را دخل ندہد اگرچہ خود ہم مجتہد باشد شعرانی در میزان می نویسد
لما ادعی الجلال السیوطی مقام الاجتہاد المطلق المنتسب کان یفتی الناس بالارجح من مذہب الشافعی
فقالوا لم لا یفتیہم بالارجح عندک فقال لم یسالونی عن ذلک انما سالونی عما علیہ الامام واصحابہ انتہی ہرگاہ
در ما نحن فیہ ترجیح حلت از ارباب ترجیح ثابت ست مفتی را طاقت چون وچرا باقی نماند سوم اینکہ در در مختار
در فصل محرمات می آرد وحرم الکل مما مر تحریمہ نسبا ورضاعا ومصاہرة الا ما استثنی فی بابہ انتہی ودر فصل رضاع مینویسد
الوطی بشبہة کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا فتح انتہی از این دو عبارت معلوم شد کہ مرضعہ بلبن زنا از کلام فقہا
کہ در بحث محرمات وغیرہ مجمل واقع شدہ مستثنی است علی الرای الراجح چہارم اینکہ از بودن مصاہرت زنا نزد

امام ابو حنیفه مانند مصاهرت حلال اگر مراد کلیه است یعنی در جمیع جزئیات پس از عبارت کفایه و نور الانوار
ثابت نیست واگر مراد مثلیت در حرمت اولاد زنا بر زانی ست پس مسلم ست لیکن مفید مدعی نیست پنجم
اینکه حموی در حواشی اشباه در کتاب النکاح مینویسد لا عبرة بما فی کتب الاصول اذا خالف ما ذکر فی کتب
الفروع انتهی بنا علیه اگر عبارت نور الانوار یا دیگر کتاب اصول مفید حرمت صراحة هم باشد بمقابله ترجیحات کتب
مذاهب اعتبارش نخواهد شد ششم اینکه بعد ثابت شدن حرمت بنت رضاعی موطوءه زنا نزد امام ابو حنیفه
چنانکه مجیب مدعی آنست گفته خواهد شد که چون ارباب ترجیح برخلاف آن فتوی داده اند اعتبارش نیز
باب نخواهد شد تقریر فقهاء محققین حنفیه بحرمت بنت رضاعی موطوءه بزنا تصریح نموده اند چنانچه در طحطاوی
ورد المحتار مرقوم ست اقول این کلام مخدوش ست بچند وجوه اول اینکه مجرد بودن حکم حرمت در کتب حنفیه
محل نزاع نیست تا نقل عبارات حرمت فائده دهد بلکه گفتگو در ترجیح ست و از کتب مذهب ترجیح حرمت
ثابت نمیشود بلکه ترجیح حلت دوم اینکه طحطاوی و صاحب رد المحتار نه مجتهد فی الشرع ست و نه مجتهد فی المذهب
و نه مجتهد فی المسائل و نه از اصحاب ترجیح و نه از اصحاب تخریج و نه از اصحاب متون بلکه این هر دو از نقلهء
اقوال فقهاء اند و اما قائلین حلت پس از ارباب ترجیح و تحقیق اند مثل ابن همام که صاحب بحر ایشان را
از ارباب ترجیح معدود ساخته چنانچه عبارتش در کلام مبرور نقل کرده شد و صاحب رد المحتار ایشان را
از ارباب اجتهاد شمار کرده و مثل اسبیجابی که حموی در حواشی اشباه در بحث احکام الانثی ایشان را از ارباب
ترجیح ذکر کرده و مثل صاحب بحر و نهر که ایشان را محبی در خلاصة الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر از محققین
فن شمار کرده پس بمقابله ترجیح ایشان طحطاوی و صاحب رد المحتار را چه مجال که مقابله سازند سوم
اینکه طحطاوی و صاحب رد المحتار در بحث رضاع عبارت فتح را که دال بر ترجیح حلت است نیز نقل ساخته بر آن
سکوت کردند پس این قول ایشان را گذاشتن و قول سابق را اختیار کردن صریح نا انصافی ست تقریر مذهب
حلت برای زانی و صول و فروع صریح مخالف قول امام ابو حنیفه است پس گو این را بعض فقهاء اجله و معتمد
نوشته اند لیکن چون مخالف قول امام ست حنفیه را بر آن فتوی نشاید اقول این کلام منظور فیه است بدو وجه
اول اینکه از مخالفت این مذهب قول امام را اگر مراد این است که مخالف قول امام در همین مسئله است پس
غلط است چه خود مجیب سابقا گفته که از امام در خصوص این مسئله جزئی منقول نیست واگر مراد این ست
که مخالف کلیات مقرره نزد امام ست پس ضرری نیست چه فتوی از کلیات نمیشود کما مر بلکه از جزئیات و دو

اینکه بعد تسلیم بودنش مخالف قول امام هرگاه حنفیه محققین برخلاف آن فتوی داده‌اند مفتی را لازم که اتباع شان
سازد و فتوی بر قول امام همان وقت داده میشود که ارباب ترجیح برخلاف آن فتوی نه‌دهند در رد المحتار است
حاصله ان الحکم ان اتفق علیه اصحابنا یفتی به قطعا والا فاما ان یصحح المشایخ احد القولین او کلا منهما اولا فعلی الثانی
یعتبر الترتیب بان یفتی بقول ابی حنیفة ثم بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر و یعتبر قوة الدلیل فی الاول
ان کان التصحیح بافعل التفضیل خیر المفتی والا فلا بل یفتی بالمصحح فقط وفی الثانی اما ان یکون احدهما بافعل التفضیل
او لا ففی الاول قیل یفتی بالاصح وقیل بالصحیح وفی الثانی یخیر انتهی **تقریر** مذهب دوم نیز مرجوح است چه علت حرمت
رضاعت نزد حنفیه شبه بعضیت است و او را بنسبت اصل و فرع اعتبار کردن و بنسبت غیر ایشان اعتبار
نه کردن مخالف این اصل است **اقول** لبن زنا را شرعا اعتباری نیست پس در عم و خال و دیگر حواشی شبه بعضیت درین
مقام منجر بشبهة الشبهة شده و لا اعتبار للشبهة النازل منها ازین جهت فقهاء مرضعه از لبن زنا را بر حواشی حلال
می گویند و بر زانی و فروع و اصول بسبب قوت جزئیت حکم حرمت میدهند **تقریر** علت انقلاب شبهة بشبهة الشبهة اگر
زناست پس آن در اصول و فروع و غیر ایشان مشترک است و اگر امر دیگر است پس آنرا بیان باید کرد **اقول**
در ولیدهٔ زنا من وجه جزئیت است بسبب خلق او از نطفهٔ زانی و من وجه جزئیت نیست بسبب اینکه شرع آنرا
اعتبار نساخته پس بجهت اول بر زانی و اصول و فروع حرام است و بر حواشی مثل عم و خال زانی اتفاقا حرام نیست چنانچه از
بحر منقول شده و همچنین مرضعه از لبن زنا من وجه شبه جزء است و من وجه شبه جزء نیست پس بجهت اولی بر زانی
و اصول و فروع حرام شد و بجهت ثانیه بر حواشی زانی حلال شد این است سر تفرقهٔ فقهاء در میان زانی و اصول
و فروع و در میان حواشی **تقریر** از کسانیکه این مذهب منقول است مثل شیخ ابو عبد الله الجرجانی نه مجتهد است
و نه مجتهد فی المذهب و نه مجتهد فی المسائل و نه از اصحاب تخریج و نه از اصحاب ترجیح و نه از اصحاب متون بلکه محتمل است
که از طبقهٔ سابعه باشند پس قول شان چگونه قابل سند خواهد شد **اقول** این سخت قدریه عجیب است که رجال فقه هیچگه
مطلع نمیشود احتمال دخول آن در فرقهٔ سابعه پیدا میسازد و شیخ ابو عبد الله از قدمای فقهای محققین است و معتمد ارباب
ترجیح است صاحب هدایه که از ارباب ترجیح است در تجنیس درین مسئله بر قولش اعتماد ساخته و ابن همام آنرا
تقریر کسانیکه حرمت رضیعهٔ مذکوره بر زانی و اصول و فروع ذکر میکنند تصریح این امر نمی سازند که بر غیر زانی و اصول
و فروع حلال است یا حرام **اقول** اگر مراد این است که کسی ازین طائفه تصریح نکرده پس محض غلط است چه صاحب
تجنیس از ناطفی نقل کرده که ابو عبد الله میگفت که رضیعهٔ مذکوره بر زانی و اصول و فروع حرام است و بر عم حلال

وصاحب بحر ونہر نیز تصریح این امر ساختہ واگر مراد این ست کہ بعضے از ایشایان تصریح نہ ساختند پس نہ خرست
علاوہ ازین کسی ازین طائفہ تصریح حرمت بر حواشی نساختہ بلکہ بر زانی وصول وفروع اقتصار کردہ واقتصار در
عبارت دلیل اول ست برینکہ بر حواشی نزد ایشایان حرام نیست چہ مفہوم را در عبارات فقہا اعتبار ہست در
اشباہ می آرد لا یجوز الاحتجاج بالمفہوم فی کلام الناس فی ظاہر المذہب کالاوقف واما مفہوم الروایۃ فحجۃ کما فی غایۃ
البیان من الحج انتہی ودر جامع الرموز ست مفہوم المخالفۃ فی الروایۃ کمفہوم الموافقۃ معتبر بلا خلاف کما ذکرہ
المصنف یعنی صدر الشریعۃ فی کتاب النکاح لکن فی اجارۃ الزاہدی انہ غیر معتبر والحق انہ معتبر انتہی وصاحب کنز در
کافی می نویسد التخصیص فی الروایات یدل علی نفی ما عداہ انتہی وہمچنین ست در شرح وقایہ ونہایہ وحاشیہ حمیدیہ بر
ہدایہ وحواشی شرح وقایہ وغیرہ تقریر اگر شبہہ شود کہ مذہب اول از فقہا منقول نیست جوابش آنکہ در فتح القدیر
ومجمع الانہر ودر مختار موجود ست لبن الزنا کالحلال وصاحب محیط نیز ہمچو نقلکردہ وقاضی خان بران جزم
کردہ وظاہر این کلام نیست مگر آنکہ چنانچہ لبن حلال موجب حرمت ست وخصوصیت با فروع واصول ندارد ہمچنان
لبن زنا پس این قول را غیر منقول گفتن صحیح بی انصافی ست اقول سبحان اللہ انصاف را بی انصافی وبی انصافی
انصاف نام میدارند آیا نمیدانی کہ اگرچہ لبن الحلال کالحرام در کتب مذکورہ مذکور ست لیکن ازان تعمیم مستفاد
نمیشود چہ در تشبیہ اتحاد در جملہ امور ضروری نیست چنانچہ در شرح عقائد نسفیہ وغیر آن مذکور ست وصاحب فتح خود حلت
رضیعۂ مذکورہ بر حواشی از تجنیس نقلکردہ پس حمل کردن عبارت مذکورہ بر تعمیم واعتماد کردن بران بجہت تعمیم بی غور
عبارات صریح نا انصافی است وقاضیخان نیز حرمت رضیعۂ مذکور بر زانی واصول وفروع مخصوص کردہ مینویسد
رجل زنی بامرأۃ فولدت منہ وارضعت بہذا اللبن صغیرۃ لا یجوز لہذا الزانی ولا لاحد من آبائہ واولادہ نکاح
ہذہ الصبیۃ انتہی پس جزم قاضیخان نیز بتعمیم ثابت نشد ونسبت این قول بطرف صاحب محیط مطالب بنقل
العبارت ست تعہذا معلوم نیست کہ کدام محیط مراد ست اگر محیط برہانی ست پس ازان فتوی دادن درست نیست
واگر محیط رضوی ست پس نقل عبارتش ضرور بود ابن نجیم صاحب بحر در بعض سائل خود تعاقب بعض معاصرین
خود کہ در بعض مسائل واقف مخالفتی کردہ از محیط نقل مسئلہ کردہ بود ساختہ می نویسد نقلہ عن المحیط البرہانی
کذب لان المحیط البرہانی مفقود کما صرح بہ ابن امیر حاج فی شرح منیۃ المصلی وعلی تقدیر انہ ظفر بہ دون اہل عصرہ
لم یجز الافتاء منہ ولا النقل عنہ کما صرح بہ فی فتح القدیر من کتاب القضاء انتہی ومظنون من این ست کہ نسبت این قول
بطرف محیط از عبارت نہر کہ سابقا نقلکردم ودر جواب سابق ہم نقلکردہ بودم ماخوذ شدہ حال آنکہ کلام نہر ہم در اصول

و فروع زانی ست نه در حواشی پس از ان ہمین قدر مستفاد شده که صاحب محیط لبن حرام را نیز موجب حرمت بر اصول
و فروع مثل لبن حلال پنداشته نه اینکه مطلقا لبن حلال با مثل حرام ساخته و اگر تسلیم ساختیم که صاحب محیط و قاضیخان
تصریح تعمیم کرده باشند یا تعمیم مراد شان باشد پس میگوییم که نقول شروح مذہب مقدم اند بر نقول فتاوی چنانچه صاحب
بحر در رفع الغشاء عن وقت العصر و العشاء می نویسد ذکر فی انفع الرسائل انه لا عبرة بنقول الفتاوی اذا عارضتها
نقول المذہب و انما یستانس بما فی الفتاوی اذا لم یوجد ما یخالفها من کتب المذہب انتہی تقریر از جملہ متون
معلوم میشود که قرابت حلال چنانکه موجب حرمت ست قرابت زنا نیز موجب حرمت ست و بعض اصحاب شروح
و فتاوی ہمچو صاحب درمختار و صاحب منح الغفار و صاحب بحر و صاحب فتح و قاضیخان و غیرہم تصریح این
تعمیم نیز کرده اند اقول نه از متون تعمیم مستفاد ست و نه از شروح و فتاوی مذکوره و نسبت تعمیم بطرف شان
افترا ست و از جملہ تشبیہ تعمیم مستفاد نمیشود بلکه خلاف تعمیم در فتح و بحر مذکور ست و بعد تسلیم این امر که ارباب متون
تصریح تعمیم کرده اند گفته میشود که چون فتوی شراح مرجحین بر خلاف آن واقع شده اعتبار متون در ینباب
نمانده چه ذکر ارباب متون تصحیح التزامی ست و تصحیح صریحی مقدم ست بر التزامی ابن عابدین محمد امین صاحب
رد المحتار در تنقیح فتاوی حامدیه در کتاب الحج زیر مسئله حج حرمی نویسد ما جری علیه اصحاب المتون من انه لا یحج
علی الحج تصحیح التزامی بمعنی ان اصحاب المتون التزموا ذکر الصحیح وہم فی الغالب یمشون علی قول الامام وقد مشوا
فی ہذه المسئلة علی قوله فهو تصحیح له التزاما و ما مر عن الخانیة من ان الفتوی علی قولهما تصحیح صریح فیقدم علی الالتزامی
انتہی و نیز در کتاب الفرائض می نویسد اقول قد ذکروا ان ما فی المتون مصحح التزاما ای التزم اصحاب المتون ان یذکروا
فیها الصحیح وان التصحیح الصریح اقوی من التصحیح الالتزامی انتہی تقریر دار اصل امام ابو حنیفه نیز ہمین امر ثابت میشود
اقول سابقا از حموی نقل کرده شد که فتوی بمنقول باید داد نه از اصول خصوصا وقتیکه فتوی محققین بر منقول واقع
شود تقریر اگر کسی را خلجان باشد در کلام بعض فقہا ذکر زانی و اصول و فروع واقع شده نه غیر شان و این
دلیل ست بر آنکه بر غیر ایشان حلال ست پس دفعش آنکه این امر غیر مسلم ست چه محتمل ست که غیر زانی و اصول
و فروع را احالة علی المقایسة ذکر نکرده باشند اقول در عبارات فقہا تخصیص شی بذکر دلالت بر نفی ما عدا
میسازد کما مر و احتمال احالة علی المقایسة عجیب ست چه خود مجیب در قول منصور ذکر کرده که قیاس ادنی بر اعلی و اعلی
بر ادنی درست نیست و ظاہر که اصول و فروع اعلی اند و حواشی ادنی اند پس مقایسه چه معنی دارد آری اگر حواشی را
ذکر میساختند و اصول را ترک میکردند البته حکم دخول اصول بطریق دلالت النص امکانی میداشت این ست

انچہ تعقب بر تحقیق مولوی محمد بشیر صاحب کردہ شد و بنظر اختصار اکثر تعقبات کہ بر ایشان وارد میشدند
ترک کردہ شدند و کفایت بر اصل ضروری کردہ شد حالا جواب تعقبات شان کہ بر جواب سابق فقیر
کردہ اند می نویسیم و اولا تقریر خود را اجمالا پس ازان تعقب ایشان را پس ازان جواب از وی می نویسیم قلت
فقہاء حنفیہ درین مسئلہ بر دو قول مختلف اند یک طائفہ بر آنند کہ رضیعہ از لبن زنا بر زانی و اصول و فروع
حرام ست و طائفہ دیگر بر انند کہ رضیعہ مذکورہ نہ بر زانی حرام ست و نہ بر اصول و فروع قولہ حصر اختلاف در دو
غلط ست بلکہ حنفیہ بر سہ اقوال مختلف اند اقول قول ثالث یعنی لبن حرام شل لبن حلال ست در جمیع وجوہ
کسی ذکر نکردہ معلوم نیست کہ مجیب از کجا نسبت آن بطرف حنفیہ کردہ و آنانکہ لبن الحرام کالحلال می نویسند
در جای دیگر تصریح میسازند کہ رضیعہ لبن زنا بر حواشی زانی حلال ست و بعضے کہ صراحۃ نمی نویسند تقیید
حرمت بر زانی و اصول و فروع میسازند و آن دلیل اول است بر حلتش بر حواشی چہ مفہوم در عبارات
فقہاء عبرتی دارد قلت و ہمین ست مفتی بہ نزد محققین قولہ از جملہ عبارات مسطورہ مفتی بہ بودن
این مذہب ثابت نمیشود آری بر نسبت این مذہب در بعض عبارات لفظ معتمد و در بعض لفظ اوجہ موجود ست
لیکن ہرگاہ این قول مخالف تصریح امام ست پس بمقابلہ امام معتمد یا اوجہ نوشتن دیگران چگونہ قابل اعتبار
خواہد شد اقول لفظ اوجہ و معتمد از الفاظ فتوی ست در جامع المضمرات شرح مختصر قدوری می نویسد اما العلامات
المعلمۃ علی الافتاء فقولہ وعلیہ الفتوی وبہ یفتی وبہ ناخذ وعلیہ الاعتماد وہو الاشبہ وہو الاوجہ وغیرہا انتہی
ملخصا و مفتی را بر خلاف ترجیح ارباب ترجیح فتوی دادن جائز نیست چنانکہ در درمختار می نویسد قد ذکروا
ان المجتہد المطلق قد فقد واما المقید فعلی سبع مراتب مشہورۃ واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتوا
فی حیاتہم انتہی آری اگر ترجیح فقہاء خلاف نص جلی واقع شود آنوقت آنرا ترک کردن درست ست لیکن
این خاص بفقہاء نیست بلکہ خود اجتہاد مجتہدین اگر خلاف نص قوی واقع شود بران عمل نخواہد شد کما ہو
مصرح فی موضعہ و چون در ما نحن فیہ نصے صریح شرعی مثبت احد الاقوال نیست لاجرم بر فتوی مرجحین
کفایت کردہ خواہد شد و فتوی دادن بر خلاف مذہب امام ابوحنیفہ مستنکر و مستبعد نیست کتب فقہاء
ملاحظہ شوند واضح میشود کہ صدہا جا حنفیہ بر قول صاحبین یا قول زفر بر خلاف امام فتوی دادہ اند و اگر
مطلقا قول امام معتبر شود و فتوی فقہاء کہ بر خلاف آن واقع شدہ معتبر نشود لازم می آید کہ کلام فقہاء
در ترجیح شل دو وقت ظہر و در ترجیح تفسیر شفق بحمرت و ترجیح تراءت اذکار رواتب در نماز و امثال آنہا کہ از

امام خلاف آنها منقول ست معتبر نشود والتزام ذلک من العجائب قلت و پر ظاهر ست که درمیان
برادر و عم فرقی نیست و هرگاه نزد طائفۂ اولی رضیعہ مذکورہ بر عم زانی حلال شد در حلتش بر برادر چہ شک ماند
قوله هرگاه از کلام طائفۂ اولی حرمت رضیعۂ مذکوره بر اصول فروع زانی ثابت شد و در اصول فروع و
برادر فرقی نیست پس در حرمتش بر برادر زانی شکی نماند اقول میان برادر و میان فروع و اصول فرقی ست
بین بخلاف برادر و عم علاوه ازین لازم می آید که برای عم و خال هم حرام باشد و این خلاف مصرحات قوم ست
فلا یسمع قول المجیب علی خلاف قولهم قلت اگر برین تقریر کفایت نشود و صاف جزئیہ طلب شود بعین عبارت
رد المحتار که در تحت قول صاحب در مختار و حرم الکل مما مر تحریمه نسبا و مصاهرة و رضاعا واقع ست ملاحظه
شود و آن اینست مقتضی قوله و الکل رضاعا مع قوله فی ما قبله و لو من زنا حرمة فرع المزنیة و اصلها رضاعا و
فی القهستانی عن شرح الطحاوی عدم الحرمة ثم قال لکن فی النظم و غیره انه یحرم کل من الزانی و المزنیة علی اصل
الآخر و فرعه رضاعا و مقتضی تقییده بالفرع و الاصل انه لا خلاف فی عدم الحرمة علی غیرهما من الحواشی کالاخ
و العم انتهی قوله در عبارت مذکوره جزئیہ مطلوبه هرگز مصرح نیست زیرا که مطلب نظم و غیره این ست که زانی بر اصل
و فرع مزنیه حرام ست و مزنیه بر اصل و فرع زانی حرام ست و صاحب رد المحتار میگوید که مقتضی تقییده بالاصل
والفرع این ست که در عدم حرمت بر غیر اصول و فروع اختلافی نیست یعنی بر حواشی زانی مزنیه حرام نیست و بر حواشی
مزنیه زانی حرام نیست و مقصود یعنی عدم حرمت رضیعه بر برادر زانی آن وقت ثابت میشد که درین عبارت تصریح
این امر بودی که فرع مزنیه بر حواشی زانی حرام نیست اقول در مقام حضرت مورد را اشتباهی افتاده بغور مشنوند
عبارت قهستانی در جامع الرموز در بحث محرمات نزد قول صاحب نقایه و حرم اصلهن و فرعهن ای ام المزنیة و الملموسة
و المماسة و المنظور الی الفرج و جدتهن من ای جهة کانت و الکلام مشیر الی انه لو وطی غیر المشتهاة یحرم علیه امها
و بنتها لکنهما غیر محرمین عند الطرفین کما فی حدود المنظومة و الی ان فرع المزنیة و اصلها رضاعا لا تحرم کما فی
رضاع شرح الطحاوی و سیاتی منه فی الرضاع اشارة الیه لکن فی النظم و غیره انه یحرم کل من الزانی و المزنیة علی
اصل الآخر و فرعه رضاعا انتهی پس قهستانی در باب حرمت فرع مزنیه و اصل آن رضاعا بر زانی اختلاف نقل
ساخته از شرح طحاوی حلت آن ذکر کرده و از نظم حرمت ذکر کرده چه از نظم مفهوم شد که زانی بر اصل مزنیه
و فرع آن حرام ست و مزنیه بر اصل و فرع زانی حرام ست و چون حرمت امری ست متعاکس از عبارتش این هم
مفهوم شد که فرع مزنیه و اصل آن رضاعا بر زانی حرام بر خلاف قول طحاوی و این هم مفهوم شد که فرع زانی

و اصل آن رضاعا بر مزنیه حرام ست و صاحب رد المحتار میگوید که مقتضی تقیید قهستانی مسئله را باصل
و فرع مقتضی این امرست که در عدم حرمت اصل مزنیه و فرع آن رضاعا بر غیر زانی یعنی حواشی او کالاخ
والعم و عدم حرمت اصل زانی و فرع زانی رضاعا بر غیر مزنیه یعنی حواشی او خلاف نیست یعنی قهستانی در حرمت
فرع مزنیه و اصل آن رضاعا بر زانی اختلاف نقلکرده از شرح طحاوی حلت و از نظم حرمت ثابت کرده و حرمت فرع
و اصل آنرا بر مزنیه از نظم نقل ساخته و مقتضای تقیید او حرمت زانی و مزنیه را تخصیص حرمت اصل و فرع بایشان از
این ست که فرع و اصل هریک بر حواشی دیگر اتفاقا حرام نیست پس معلوم شد که ضمیر تقییده در رد المحتار بسوی
قهستانی راجع است و ضمیر غیرهما بسوی زانیه و مزنیه است نه آنچنانکه مجیب تصور کرده که ضمیر تقییده بطرف صاحب نظم است
و ضمیر غیرهما بسوی اصل و فرع ست و آنچه که این مطلب را موکد میسازد این است که مقتضای کلام صاحب رد المحتار اینست
که مقتضای تقیید باصل و فرع عدم اختلاف در عدم حرمت بر حواشی ست و در اصل و فرع اختلافی ست و بر ظاهر که
صاحب نظم هیچ اختلافی نقل نساخته البته قهستانی در حرمت اصول و فروع مزنیه بر زانی اختلاف نقل ساخته پس لابد
ضمیر تقییده بطرف او راجع خواهد شد و اگر تسلیم کرده شود که ضمیر تقییده راجع بسوی صاحب نظم ست بر آن تقدیر هم
مطلب مستقیم است بدینطور که ضمیر غیرهما راجع بسوی زانی و زانیه است و معنی اینست که مقتضای کلام نظم که دال بر حرمت
هریک از مزنیه و زانی بر اصول و فروع دیگر و حرمت اصول و فروع هریک بر دیگر ست این ست که اصل هریک و فرع بر غیر
زانی و زانیه حرام نیست کالاخ والعم و شاهد عدل بر مطلب راقم این ست که صاحب رد المحتار بعد عبارت مذکوره
عبارت تجنیس که دال بر حلت فرع مزنیه بر عم زانی ست بطور تایید کلام خود آورده است و مطلبی که حضرت مجیب متعقب
بیان ساخته از مقام مناسبتی ندارد و الله اعلم بمراد عباده قلت سابقا از تعالیق الانوار منقول شده که اوفق
بالدرایة عدم حرمت است قوله اگرچه از کلام صاحب فتح وغیره درایة اوجه بودن این قول ثابت میشود لیکن فی الواقع
درایة هم اوجه نیست چه دلیل آن محض لغو ست اقول حاصل دلیل صاحب فتح این ست که حرمت فرع مزنیه بر زانی
بسبب بعضیت ست و آن در ولد ست نه در لبن چه لبن فرع تغذی ست نه فرع منی بخلاف ثابت النسب چه در آن
حدیث حرمت ثابت کرده و در حرام حدیثی وارد نشده و ایراد بران بدین نمط که در رضاع علت حرمت شبه
بعضیت ست و آن موجود است نه حقیقت بعضیت چنانکه متعقب ذکر کرده محض باطل است چه غرض صاحب فتح اینست که
موجب بودن بعضیت حرمت را مقتضای قیاس ست عام ازینکه بعضیت بطور حرام باشد یا حلال و موجب بودن
شبه آن خلاف قیاس ست و حدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب در لبن حلال ثابت کرده و اما در لبن حرام

پس نصی وارد نشده و نه حقیقت بعضیت یافته شد پس لا جرم حکم حرمت نداده خواهد شد **قلت** هرگاه فتوی
محققین حنفیه مثل صاحب فتح و صاحب بحر و صاحب نهر وغیره بر قول عدم حرمت موجود ست جای باید و شاید نماند
قوله هرگاه این فتوی مخالف تصریح امام ست پس هرگز اعتبار شدن نمی تواند و هرگاه قول محققین حنفیه مثل
قاضیخان که از مجتهدین فی المسائل ست و صاحب خزانة الفتاوی و صاحب خلاصه و ظهیریه و عنایه و مجمع الانهر
و بزازیه و خزانة المفتین و برجندی و صاحب کفایه و صاحب فتاوی سراج منیر و صاحب معراج و صاحب محیط
بتحریم لبن زنا موجود هست اطلاق اصحاب متون هم تایید شان میسازد هیچ جای کلام باقی نماند **اقول** اولا (عفی) این فتوی
مخالف تصریح امام در خصوص این مسئله نیست بلکه خلاف کلیات امام و آن مضر نیست کما مر سابقا و ثانیا (عفی) آنکه ادخال
صاحب سراج منیر در محققین از عجائب زمان ست حیرت ست که مثل ابو عبد الله جرجانی در طبقه سابعه داخل شوند
و صاحب سراج منیر که جامع رطب و یابس ست و از درجه محققین بمراحل دور هست در محققین داخل شوند ثالثا (عفی) آنکه محیط
و خلاصه و ظهیریه و بزازیه و خزانة الفتاوی و خزانة المفتین و فتاوی قاضیخان مجال معارضه با ترجیحات شروح مذهب
ندارند اگرچه فی نفسها معتمد باشند کما مر رابعا (عفی) آنکه قاضیخان اگرچه مجتهد فی المسائل ست لیکن در خصوص این مسئله
اگر تصحیح میکرد البته تصحیح او مقدم میشد و مجرد ذکر او در فتاوی خود معارض ترجیح ارباب ترجیحات نمی تواند شد
خامسا (عفی) آنکه این جمله فقهاء حرمت رضیعه مذکوره را برای زانی و اصول و فروع مینویسند چنانچه عبارات اکثر از ایشان
در جواب نقل شد و مفهوم عبارت معتبر ست کما مر سادسا (عفی) آنکه اطلاق اصحاب متون چونکه فتوی شراح مخالف آن
واقع شده معتبر نخواهد شد **قلت** و بظاهر ست که لبن الزنا کالحلال اگرچه در بعض متون و در فتاوی مذکور ست لیکن
شراح محققین قول عدم حرمت را مفتی به گفته اند **قوله** از عبارات منقوله مجیب سوای لفظ معتمد و جه کدامی علامت مفتی به یافته
نمیشود و بظاهر معلوم میشود که جمله کاتبین این هر دو لفظ بتقلید صاحب فتح نوشته اند و حال دلیل او بالا معلوم شد **اقول**
بعض ارباب ترجیح که از ابن همام سابق بوده اند مثل اسبیجابی و دوبری و طحاوی نیز قائل بعدم حرمت شده اند و توجیه صاحب
فتح بنهایت متانت هست و تعاقب بتعقب در تحت الشریف **قلت** صاحب در مختار در زیادت ولو عن زنا که مفید
حرمت دختر برادر از زنا ست بتبعیت صاحب نهر کرده اند و او از بحر اخذ کرده و او از فتح گرفته و خود صاحب فتح و
صاحب بحر در کتاب الرضاع ولیده زنا را بر عم زانی و خال زانی حلال نوشته اند و همین را وجه گفته اند و عم و برادر
فرقی نیست و سر این مسئله این ست که در قرابت برای حرمت حقیقت بعضیت معتبر ست و در ولیده زنا شبه
بعضیت یافته شد پس در حرمت قرابت معتبر نخواهد شد و هرگاه نفس ولیده زنا بر عم و خال حلال شد رضیعه از لبن زنا بجه

اولی حلال خواهد شد قوله قول بحل ولیده زنا بر عم و خال زانی صاحب بحر از فتح و صاحب فتح از تجنیس و صاحب تجنیس از جرجانی
نقل کرده و جرجانی از مجتهدین نیست و قاضیخان که مجتهد ست بحرمت آن تصریح کرده اقول جرجانی از معتبرین نیست قاضیخان
درین مسئله تصحیح نساخته و صاحب هدایه و ابن همام بعد ذکر قول جرجانی سکوت ساخته قوله و دلیل جرجانی نیز ضعیف ست
چه از قول او ولا جزئیة بینه و بین العم اگر نفی جزئیت باین طور که یکی جزو دیگری باشد مراد اوست پس انتفاء آن ضرر
نمی رساند و اگر مراد او نفی جزئیتی که موجب حرمت باشد هست پس غلط محض ست **اقول** معتبر در حرمت قرابت حقیقت
بعضیت ست مطلقا و چون بعضیت ولیده زنا من وجه بعضیت ست و من وجه بعضیت نیست ازین جهت جرجانی بر نفس
زانی و اصول و فروع حکم حرمت دادند و بر حواشی حکم حلت اعتبارا للشبهین **قلت** هرگاه در عبارات فقهاء تعارض
واقع شود مفتی را لازم که بر فتوی محققین عمل سازد قوله هرگاه در عبارت فقهاء تعارض واقع شود مفتی را لازم که بر قولیکه
موافق مذهب امام صاحب باشد عمل سازد **اقول** این قاعده در کدام کتاب از کتب فقهیه ست و اگر ایجاد والا ست
آنرا چه اعتبار **قلت** تعارض مفتی به و غیر مفتی به از عجائب روزگار ست قوله مفتی به بودن قولیکه مخالف مذهب
صاحب مذهب باشد زیاده تر از عجائب روزگار ست **اقول** این عجب فقط در زعم مجیب ست و اما در نظر ماهر فقه هیچ
هیچ عجب نیست لان العبرة عند المهرة لقوة الدلیل **تنبیه** مولوی محمد بشیر صاحب در رساله مرسله خود یک مطلب را
برای تطویل رساله بنظر ناظرین بعبارات مختلفه چند چند جا آورده اند و چون رد هر قول شان موجب تضیع اوقات
بود لهذا تعاقب هر قول نساختم و نظر بآنکه همین قدر برای محو کل رساله کافیست اختصار ساختم و آخر دعوانا ان الحمد لله
رب العالمین والصلوة علی رسوله محمد و آله و اصحابه اجمعین و کان باختتام هذا التحریر فی جلسة واحدة قدر نصف النهار
یوم الاثنین الاول من شهر رجب سنة تسعین بعد الالف والمائتین من هجرة سید الثقلین علیه و علی آله الصلوة رب المشرقین

تمت

الحمد والمنة که رساله الکلام المبرور فی رد القول المنصور جو رد مین مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کے
محقق العلوم مدقق الفنون فخر الہند جناب مولانا مولوی حاجی ابو الحسنات محمد عبد الحی نور اللہ مرقدہ نے
تصنیف کیا اور احادیث جو باب زیارت قبر نبوی مین وارد تھے اُسمین جمع کر کے خوب ثابت کیا اب
وہ رسالہ مطبع شوکت اسلام مین باہتمام شیخ وزیر علی صاحب کے چھپکر تیار ہوا ہے اللہ تعالے
اُسکو درجہ قبولیت عطا فرماے اور مصنف مرحوم کو اسکا اجر جزیل یوم قیامت مین دی آمین آمین